سرپرست:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

مدیر:

خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

Rs. 3/50

Jan 1988

جلد ۵۶ - شمارہ ۱

جنوری ۱۹۸۸ء

مطابق

جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

نگاہ اولیں — مدیر — ۲

معارف الحدیث — مولانا محمد منظور نعمانی — ۸

دید و شنید — محمد ثناء اللہ عمری — ۱۸

شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں کچھ اور اہم فتاویٰ و تصدیقات — ۲۳

فی شمارہ -/۳

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان -/۳۰ پاکستان -/۴۰

برائے بیرونی ممالک

بحری ڈاک -/۷۵ (-/5 پونڈ)

ہوائی ڈاک -/۱۶۰ (-/۱۰ پونڈ)

اگر اس دائرہ ◯ میں سرخ نشان

ہے تو اس کا مطلب یہ کہ آپکی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال کریں یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا

خط و کتابت یا ترسیل کا پتہ

دفتر :- ماہنامہ "الفرقان"

۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ :

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور

محمد حسان نعمانی پرنٹر پبلشر نے تنویر پریس میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

اسلام اللہ کا آخری اور عالمگیر پیغام ہے۔ اور رنگ و نسل اور زمان و مکان (وغیرہ) کے کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام انسانوں کی کامیابی اسی پیغام کو قبول کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گذارنے میں ہے ـــــ اگر کسی دین کے ماننے والوں کا اپنے دین کے بارے میں یہ عقیدہ ہو تو فطری طور پر اس دین کے سلسلہ میں ان کے ذمے دو بنیادی کام ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ اس دین کو نہ صرف اپنے زمانہ کے تمام انسانوں تک پہنچانے کی فکر و محنت کریں، بلکہ کام کا ایسا انداز اختیار کریں کہ ان کی آئندہ نسلیں، دنیا کے انسانوں کی آئندہ نسلوں تک مسلسل اللہ کے پیغام کو پہنچاتی رہیں۔

دوسرے یہ کہ دین کو اصلی شکل میں زندہ رکھنے اور ہر قسم کی تحریف و تبدیل یا کمی بیشی سے اسے سو فیصد محفوظ رکھنے کے لئے بھرپور احتسابی قوت اور چستی و بیداری کے ساتھ وقت کے فتنوں پر مسلسل نظر رکھی جائے اور ان سے امت کی حفاظت کی کوشش میں ذرا بھی غفلت یا تساہلی سے کام نہ لیا جائے۔

پس اسلام کی دائمی اور عالمگیر حیثیت اور ختم نبوت کی وجہ سے یہ دونوں کام امت مسلمہ کے ذمے لازم ہیں۔

(۱) پہلا کام اشاعت دین اور دعوت الی اللہ، عمومی نوعیت کا ہے، اور ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی انسانی آبادی کے پھیلاؤ اور اس کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر بڑی سے بڑی تعداد اس کام کے لئے مطلوب ہوا کرتی ہے۔ اور قرآن مجید اور اسوہ نبوی کے مطالعہ سے یہ جو نظر آتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے کام کو ہر مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر متبع کا اولین فریضہ بلکہ مقصد زندگی قرار دیا گیا پوری امت کو خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے عملے کی حیثیت دیدی گئی ہے

اس کی ایک وجہ کام کا پھیلاؤ اور اس کے لئے بہت بڑے عملہ کا تقاضا بھی ہے۔ اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں کہ عہد اول میں پوری امت، تربیت نبوی کے نتیجہ میں، یہ سمجھتی تھی کہ وہ اپنے نبی کی تبعیت میں "اقوام عالم کی طرف مبعوث" ہے ـ اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمولی سے معمولی استعداد والے اہل ایمان کو بھی معجزانہ حکمت کے ساتھ اس کام میں استعمال فرما لیا کرتے تھے ـ لیکن یہ المناک حقیقت ہے کہ قرون اولیٰ کے بعد رفتہ رفتہ عام مسلمانوں کے ذہن سے اپنی داعیانہ حیثیت و ذمہ داری کا احساس نکلتا گیا اور اب صورتحال یہ ہے کہ مسلمان اپنے کو انھیں معنوں میں قوم سمجھتے ہیں، جن معنوں میں دنیا کی قومیں اپنے کو قوم سمجھتی ہیں ـ اور ہم میں بہت غنیمت وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم نسل و وطن سے نہیں، بلکہ مذہب کی بنیاد پر قوم ہے ـ حالانکہ حقیقت اس سے بھی آگے ہے، اور وہ یہ کہ امت مسلمہ اس جماعت کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دنیا میں بھیجی گئی ہے اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی زندگی کا خاص فریضہ ہے، اس پیغام کے ماننے والوں کی ایک برادری ہے جس کے حقوق ہیں، اور یہی ان کی قومیت ہے ـ

اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ امت مسلمہ کے تمام طبقوں اور ایک ایک فرد کو یہ بات سمجھائی جائے تاکہ ایک بار پھر پراگندہ حال قوم ایک "امت" بنے اور اپنے اصل میدان میں سرگرم عمل ہو ـ بلاشبہ یہ کوئی آسان کام نہیں اور دنیاوی تحریکوں، سیاسی ہنگاموں، اور وقتی جلسوں جلوسوں سے اس کام کو دور کی بھی مناسبت نہیں

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے　　قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں

مقام شکر ہے کہ گذشتہ صدی میں، محض ارادۂ الٰہی کی برکت سے یہ کام شروع ہو چکا ہے اور اب تو اس کے کچھ نتائج بھی سامنے آنے لگے ہیں ـ بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا کچھ حصہ اس کام میں ہو جائے ـ

---

(۲) اسلام کی دائمی اور عالمگیر حیثیت کی وجہ سے جو دوسری ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے وہ ہے ہر قسم کی تبدیلی یا کمی بیشی سے اسے محفوظ رکھنے اور اس کی اصل شکل کو قائم رکھنے کے لئے امکانی جد وجہد، اور جو لوگ مذاہب وادیان کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ دین کی اشاعت سے زیادہ مشکل اور نازک کام اسے اپنی اصلی شکل میں محفوظ رکھنا ہوتا ہے ــــــ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسے جیسے کسی دین ومذہب کے حلقہ بگوشوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور مختلف قوموں، ملتوں، تہذیبوں اور فکری وعملی ڈھانچوں سے اس کا سابقہ پڑتا جاتا ہے، اس کی حفاظت کا کام دشوار سے دشوار تر ہوتا جاتا ہے۔

اسلام سے پہلے کی تاریخ میں ہمیں کئی مذہب ایسے ملتے ہیں جنھوں نے اشاعت دین کے میدان میں تو خاصی کامیابی حاصل کر لی تھی لیکن ہمیں کوئی مذہب ایسا نہیں ملتا جو کچھ عرصہ کے بعد بگاڑ تحریف وتبدیل اور کمی بیشی کا شکار نہ ہوا ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ایسی ہمہ گیر تحریف وتبدیل ان مذاہب میں راہ پاتی تھی، اور اس بری طرح ان کا حلیہ بگڑتا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کے اصلی ڈھانچہ کو جاننا اور سمجھنا بڑا مشکل ہو جایا کرتا تھا۔

مثال کے طور پر بدھ مذہب کی تاریخ پڑھیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ مذہب جو بنیادی طور پر بت پرستی کے بحران اور اس کی "سر سامی کیفیت" کے خلاف میدان عمل میں آیا تھا، اور جو ہندوستان، چین افغانستان وترکستان بلکہ شام تک پھیل گیا تھا، اور جو اب بھی برما، چین، جاپان اور تبت میں پوری شان وشوکت کے ساتھ موجود ہے اپنی روح اور اپنے پیغام کی حفاظت کرنے سے مکمل طور پر قاصر رہا، یہاں تک کہ جلد ہی وہ بت پرستی اور مجسمہ سازی کا سب سے بڑا علمبردار بن گیا۔

اسی طرح عیسائیت کا معاملہ ہے ـــ جو فلسطین کے حدود سے نکل کر وسط یورپ تک پہونچا، بالآخر بازنطینی شہنشاہی کا سرکاری مذہب بن گئی، پھر یورپ اور امریکہ کے بر اعظم اپنے اپنے وقت پر اس کے حلقہ بگوش ہو گئے، لیکن اشاعت دین کے

میدان میں اتنی زبردست کامیابی کے باوجود حفاظت دین کے معاملہ میں عیسائیت کو جو عبرتناک ناکامی ہوئی اس کا اندازہ آپ اس سے بخوبی کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے عہد کے بالکل آغاز یعنی پہلی صدی مسیحی کے نصف ہی میں ایسی تحریف کا شکار ہوئی جس کی نظیر اس دور کی تاریخ مذاہب میں کہیں نہیں ملتی، وہ ایک صاف اور سادہ توحیدی مذہب سے ایک ایسے مشرکانہ مذہب میں تبدیل ہو گئی جس کو یونانی اور بودھ افکار وخیالات کا مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔

یہ تبدیلی واقعۃً ایک روح سے دوسری روح، ایک شکل سے دوسری شکل اور ایک نظام سے دوسرے نظام کی طرف ایک ایسی جست کے مترادف تھی جس میں پہلی شکل سے صرف نام اور بعض رسوم کا اشتراک باقی رہ گیا تھا۔

ایک عام آدمی جب ایک طرف گذشتہ ادیان ومذاہب کو پیش آنے والی اس صورتحال کو دیکھتا ہے کہ وہ محدود زمانی ومکانی رقبہ ہی کے اندر تحریف وتبدیل کا شکار ہو گئے اور دوسری طرف اسلام کے وسیع ترین زمانی مکانی رقبہ پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے دل و دماغ میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ یہ ادیان ومذاہب کیوں تحریف وتبدیل کا شکار ہوئے اور دوسرا یہ کہ خدا کا یہ دائمی اور عالمگیر دین اسلام کس طرح تحریف وتبدیل سے محفوظ رہ پائے گا۔

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ادیان سابقہ کے ساتھ اشاعت دین کا معاملہ تو فرمایا۔ اور آخری دین کے آنے سے پہلے ان کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو ہدایت بھی ملی، لیکن چونکہ تقدیر الٰہی کے مطابق ان ادیان کو دائمی طور پر نہیں رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا نہ کوئی وعدہ فرمایا اور نہ تکوینی طور پر اس کا کوئی انتظام فرمایا، بلکہ جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت ۴۴ (بما استحفظوا علیہ من کتاب اللہ) سے معلوم ہوتا ہے، تشریعی طور پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری ان ادیان کے نمائندوں اور علماء کے ذمہ ڈال دی، لیکن اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم اعلان یہ فرمایا کہ:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون　　بلاشبہ یہ صحیفۂ ہدایت اور نظام تربیت ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اس آخری دین کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے اور اس کی گویا ضمانت دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی، اور اس خداوندی وعدہ کی تکمیل کے لیے اسی کے مقرر کردہ تکوینی انتظام کی تشریح فرمائی ہے۔ کبھی آپ نے فرمایا لا تجتمع امتی علی ضلالۃ "میری امت کا کبھی کسی گمراہی پر اتفاق نہیں ہوگا"، کبھی آپ نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا، (اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی میں ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرتے اور نکھارتے رہیں گے) اور کبھی آپ نے ارشاد فرمایا۔ اور آپ کے اس ارشاد کو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس سلسلہ کے بقیہ تمام ارشادات نبوی کو سمجھنے کے لئے بنیادی حیثیت کا حامل قرار دیا ہے "یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین" اس علم کی امانت کو ہر نسل کے وہ لوگ سنبھالیں گے جو دیانت و تقویٰ سے متصف ہوں گے اور جن میں اس کی استعداد ہوگی، وہ غلو پسندوں اور اہل افراط کی تحریفات سے اور باطل افکار و عقائد کو پھیلانے والوں کی ملمع کاریوں سے اور جاہلوں کی تاویلات سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔

پس جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ اللہ کا یہ آخری دین تحریف و تبدیل کی کوششوں سے کیوں کر محفوظ رہے گا؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس آخری اور عالمگیر دین کے ساتھ مختلف ہے۔ گذشتہ ادیان و مذاہب کی طرح اللہ تعالیٰ نے اس دین کے حاملوں کو اس کی حفاظت کی کوشش کا تشریعی حکم دینے کے علاوہ تکوینی طور پر بھی یہ مقدر فرما دیا ہے کہ وہ اس دین کو ہر دور میں ایسے اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد ہوں گے اور جو صرف ذہانت اور مطالعہ کے ذریعہ نہیں بلکہ گذشتہ نسل میں علم الٰہی کی امانت کے امین علماء ربانیین سے براہ راست یہ امانت لیں گے

یہیں سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ حفاظت دین کے شرائط و صفات اشاعت دین کے شرائط و صفات سے زیادہ دقیق، زیادہ عمیق اور زیادہ نازک ہیں۔ یہ ہر کس و ناکس کے بس کا کام نہیں۔ اسی لئے گویا مذکورہ بالا ارشاد نبوی میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ کام مخصوص اوصاف

اور مخصوص استعداد کے حامل اہل علم ہی سے لیا جائے گا۔

اسلام کی علمی، دعوتی، اور احتسابی تاریخ اس خدائی اعلان کی تصدیق و تطبیق ہے۔ بے شمار فتنے تاریخ اسلام میں اٹھے طرح طرح کی تحریفات و تاویلات اور پرفریب افکار و نظریات کا حملہ ہوا لیکن ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنھوں نے ان کا رد و مقابلہ کیا، اور ان پر ضرب کاری لگائی اور مستند تاریخ سے ان افراد کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے اس کے حوالے سے قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اس ارشاد نبوی "یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ" کے مصداق تھے اور حفاظت دین کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق انھیں حاصل تھی۔ اور وہ گویا جارحۃ اللہ (خداوندی آلۂ کار) تھے

اسلام کی دعوتی تاریخ سے بھی اور عصر حاضر کے مختلف دینی حلقوں سے بھی واقفیت کا جتنا موقع مخدومنا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو ملا ہے شاید کم لوگوں کو اتنا موقع ملا ہوگا، دارالعلوم دیوبند میں گذشتہ سال حفظ ختم نبوت کے موضوع پر منعقد ہونے والے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا تھا:

"حضرات فضلاء طلبائے عزیز، مہمانان کرام! میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ حفاظت دین کا فرض آج بھی اسی طرح سے علماء اور طالبان علوم دینیہ اور ہماری درسگاہوں میں پرورش پانے والوں اور نائبان رسول کے ذمہ ہے جیسے کہ پہلی صدی سے لے کر اس وقت تک رہا ہے .... اور آپ کے اسلاف کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے قصہ مختصر خدمت دین اور نیابت نبوت کے یہ دونوں میدان ہمارے سامنے ہیں، اپنی پراگندہ حال قوم کو ہر اعتبار سے ایک امت بنانے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے اور دین کی فتنوں اور سازشوں سے حفاظت کیلئے ہمیں انتھک محنت کرنی ہے اس لئے کہ یہ کام بہت باقی ہے! کاش کہ چونکنے والے چونکتے اور "درا" کی اس بانگ" پر چل پڑتے!

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ؔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی یہ تقریر ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ ادارہ الفرقان سے بھی طلب کی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

کتاب المناقب و الفضائل (۱۳)

حضرت عثمان ذوالنورین (۱)

عَنْ عائشۃ اِسْتَاذَنَ ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو مُضْطَجِعٌ علی فراشی علیہ مِرْطٌ، فاذن لہ وھو علی حالہ، فقضی اِلَیْہِ حَاجَتَہٗ ثُمَّ انْصَرَفَ، ثُمَّ اسْتَاذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَہٗ وَھُوَ عَلٰی تِلْکَ الْحَالَۃِ فَقَضٰی اِلَیْہِ حَاجَتَہٗ ثُمَّ انْصَرَفَ، ثُمَّ اسْتَاذَنَ عُثْمَانُ فجلس صلی اللہ علیہ وسلم وَاَصْلَحَ عَلَیْہِ ثِیَابَہٗ وَقَالَ اِجْمَعِیْ عَلَیْکِ ثِیَابَکِ، فَاَذِنَ لَہٗ فَقَضٰی اِلَیْہِ حَاجَتَہٗ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقُلْتُ یا رسُوْلَ اللہ: لَمْ اَرَكَ فَزِعْتَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ کَمَا فَزِعْتَ لِعُثْمَانَ؟ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَیِیٌّ، وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اِنْ اَذِنْتُ لَہٗ عَلٰی تِلْكَ الْحَالَۃِ اَنْ لَّا یَبْلُغَ اِلَیَّ حَاجَتَہٗ ——— وفی روایۃ قَالَ لَھَا اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِیْ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ — رواہ مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (میرے والد حضرت ابوبکر رضؓ نے (کسی ضرورت سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی ایسے حال میں کہ آپؐ میرے بستر پہ میری چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے آپؐ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دلوادی اور آپؐ جسطرح لیٹے ہوئے تھے اسی طرح لیٹے رہے (ابوبکرؓ آئے) اور جو ضروری بات ان کو کرنا تھی

کر کے چلے گئے۔ پھر (حضرت) عمرؓ (کسی ضرورت سے) آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، ان کو بھی آپؐ نے اجازت دلوادی (وہ آئے) اور آپؐ اسی حالت میں رہے (یعنی جس طرح میرے بستر پہ میری چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اسی طرح لیٹے رہے) پھر وہ بھی اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے۔ پھر (حضرت) عثمانؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپؐ سنبھل کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو اچھی طرح درست فرمالیا اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) پوری طرح اوڑھ لو، اس کے بعد آپؐ نے ان کو آنے کی اجازت دلوادی (وہ آپ کے پاس آگئے) اور جو ضروری بات کرنے کے لئے آئے تھے کر کے چلے گئے (حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے جانے کے بعد) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے جیسا اہتمام (حضرت عثمانؓ) کے لئے کیا ویسا اہتمام ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے کیا ہو؟ — آپ نے فرمایا عثمان ایسے آدمی ہیں کہ ان پر (فطری طور پہ) صفت حیا کا غلبہ ہے مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ان کو اسی حالت میں بلا لیا جس میں میں تھا (کہ تمہاری چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا) تو وہ (فرط حیا کی وجہ سے جلدی واپس چلے جائیں) اور وہ ضروری بات نہ کر سکیں جس کے لئے وہ آئے تھے (اس لئے میں نے ان کے لئے وہ اہتمام کیا جو تم نے دیکھا۔)

(صحیح مسلم)

تشریح متن حدیث کی ضروری تشریح ترجمہ کے ضمن ہی میں کر دی گئی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر صفت حیاء کا کس قدر غلبہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کس قدر لحاظ فرماتے تھے۔

صحیح مسلم کی اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا "الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ (کیا میں ایسے بندۂ خدا کا لحاظ نہ کروں جس کا فرشتے بھی لحاظ کرتے ہیں)

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ بظاہر یہ واقعہ اس زمانے کا ہے کہ حجاب (یعنی پردہ) کا حکم نازل نہیں ہوا تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیقہؓ کے لئے غیر محرم تھے، ان کے آنے پر حضورؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح کپڑے اوڑھ لینے کا وہ حکم نہیں فرمایا جو حضرت عثمانؓ کے آنے پر فرمایا

عن عبد الرحمٰن بن خباب قال شَهِدْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى تَجْهِيزِ جَيْشِ العُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰه عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الجَيْشِ، فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رسول اللّٰه عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الجَيْشِ، فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰه عَلَيَّ ثَلَاثُمِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأَنَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْزِلُ مِنَ المِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ: مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ ۔ رواہ الترمذی

حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا جبکہ آپؐ (منبر پر تشریف فرما تھے اور) جیش عسرہ (غزوہ تبوک) کے لئے مدد کرنے کی لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے تو عثمانؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے ذمے ہیں سو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے (یعنی میں سو اونٹ پیش کروں گا مع پورے ساز و سامان کے) فی سبیل اللہ (حدیث کے راوی عبد الرحمٰن بن خباب بیان کرتے ہیں کہ) اسکے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی مدد کے لئے لوگوں کو ترغیب دی تو پھر عثمان کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے ذمے ہیں (مزید) دو سو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے فی سبیل اللہ، اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی امداد کے لئے اپیل فرمائی اور ترغیب دی تو پھر (تیسری بار مرتبہ) عثمانؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے ذمہ ہیں (مزید)

تین سو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے فی سبیل اللہ (عبدالرحمٰن بن خباب کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر رہے تھے اور فرماتے تھے "ما علیٰ عثمانَ ما عمِلَ بعدَ ھٰذِہٖ" (یعنی عثمان اپنے اس عمل اور اس مالی قربانی کے بعد جو بھی کریں اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا) یہ بات آپؐ نے مکرر ارشاد فرمائی ۔ (جامع ترمذی)

تشریح ۔ فتح مکہ کے اگلے سال ۹ھ میں بعض اطلاعات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ملک شام کی طرف پیشقدمی کا فیصلہ فرمایا، یہ سفر مقام تبوک تک ہوا جو اس وقت کے ملک شام کی سرحد کے اندر تھا، وہاں لشکر کا پڑاؤ قریباً بیس دن تک رہا جس مقصد سے دور دراز کا یہ سفر کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے جنگ و قتال کے بغیر ہی صرف تبوک تک پہنچنے اور وہاں بیس روزہ قیام ہی سے حاصل ہو گیا تو وہیں سے واپسی کا فیصلہ فرمایا گیا اس وجہ سے یہ غزوہ غزوۂ تبوک کے نام سے معروف ہو گیا ۔ حدیث میں اس لشکر کو "جیش العسرۃ" فرمایا گیا ہے عسرۃ کے معنی ہیں تنگ حالی اور سخت حالی ۔ یہ سفر ایسے حال میں کیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس میں قحط اور پیداوار کی بہت کمی کی وجہ سے بہت تنگ حالی تھی، اور موسم سخت گرمی کا تھا، لشکریوں کی تعداد اس زمانے کے لحاظ سے بہت غیر معمولی تھی (روایات میں تیس ہزار ذکر کی گئی ہے) سواریاں یعنی اونٹ اور گھوڑے بہت کم تھے، زادِ راہ یعنی کھانے پینے کا سامان بھی لشکریوں کی تعداد کے لحاظ سے بہت ہی کم تھا، انھیں وجوہ سے اس غزوہ کو "جیش العسرۃ" کہا گیا ہے۔

اسی غیر معمولی صورتحال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے لیے لوگوں کو مالی و جانی قربانی کی اس طرح ترغیب دی جو غزوات کے سلسلہ میں آپ کا عام معمول نہ تھا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی امداد و اعانت میں سب سے زیادہ حصہ لیا، حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کی ترغیب پر انھوں نے چھ سو اونٹ مع ساز و سامان کے پیش فرمائے ۔ شارحین حدیث نے

بعض دوسری روایات کی بنیاد پر لکھا ہے کہ ان چھ سو کے علاوہ انھوں نے ساڑھے تین سو اونٹ اور پیش کئے، اس طرح ان کے پیش کئے ہوئے اونٹوں کی تعداد ساڑھے نو سو ہوئی ـــــ ان کے علاوہ پچاس گھوڑے بھی پیش کئے ـــــ آگے درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہوگا کہ اونٹوں گھوڑوں کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اشرفیاں بھی لاکر حضورؐ کی گود میں ڈال دیں ـــــ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے ان عطیات کو قبول فرماکر مجمع عام میں یہ بشارت سنائی اور بار بار فرمایا "ماعلی عثمان ماعمل بعد هذه" (مطلب یہ ہے کہ جنت اور رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے عثمان کا یہی عمل اور یہی مالی قربانی کافی ہے) ـــــ جب ان حالات کا تصور کیا جائے جن کی وجہ سے اس لشکر کو جیش العسرہ کہا گیا ہے تو حضرت عثمانؓ کی اس مالی قربانی کی قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے ـ رضی اللّٰہ عنه وارضاه

(غزوۂ تبوک کے بارے میں تفصیلات سیرۃ و تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جائیں)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِأَلْفِ دِينَارٍ فِي كُمِّهِ حِينَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ، فَرَأَيْتُهُ صلى الله عليه وسلم يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ ـــــ رواه احمد

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وقت جیش عسرہ (غزوۂ تبوک) کے لئے ضروریات کا انتظام اور سامان کر رہے تھے، تو عثمان اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر آئے اور وہ حضورؐ کی گود میں ڈال دیں (عبد الرحمٰن بن سمرہ کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ حضورؐ ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے ہیں، اور آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا "مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ" (یعنی آج کے دن کے بعد عثمان جو کچھ بھی کریں اس سے ان کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہونچے گا) (مسند احمد)

تشریح حضرت عثمانؓ کی پیش کی ہوئی اشرفیوں کو حضرت عثمانؓ کے اور دوسرے لوگوں کے سامنے حضورؐ کا اپنی گود میں الٹنا پلٹنا بظاہر اپنی قلبی مسرت کے اظہار کے لیے تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ کی اپیل پر جب حضرت عثمانؓ نے مجاہدین کے لیے اونٹوں کی پیش کش کی تھی اس وقت بھی حضورؐ نے ان کو ایسی ہی بشارت دی تھی، اور بار بار فرمایا تھا مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ،۔۔۔۔ مومنین صادقین کو اس طرح کی بشارتیں دنیا آخرت کی فکر اور اس کے لیے سعی و عمل سے ان کو غافل نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا جوئی میں اضافہ کا اور مزید دینی ترقیات کا باعث ہوتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِلٰی مَكَّةَ، فَبَايَعَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ۔ رواہ الترمذی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (حدیبیہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے لیے ارشاد فرمایا تو اس وقت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد اور سفیر کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ تو ان سب لوگوں نے (جو اس وقت موجود اور حاضر تھے) بیعت کر لی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا کہ عثمان (اسوقت یہاں نہیں ہیں) اللہ کے اور اس کے رسول کے کام سے مکہ گئے ہوئے ہیں (اگر وہ یہاں ہوتے تو تم سب کے ساتھ وہ بھی بیعت کرتے، اب میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں) پھر آپ نے (حضرت عثمان کے قائم مقام کی حیثیت سے) اپنا ایک دست مبارک اپنے ہی دوسرے دست مبارک پر رکھا (جس طرح

بیعت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھا جاتا ہے۔ آگے حدیث کے راوی حضرت انسؓ جو خود بیعت کرنے والوں میں تھے کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک جس سے آپ نے عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی وہ عثمانؓ کے حق میں ان دوسرے تمام لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا جنھوں نے خود اپنی طرف سے بیعت کی تھی۔ (جامع ترمذی)

تشریح: بیعت رضوان کا واقعہ معلوم و معروف ہے، قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے، یہاں مختصراً صرف اتنا ذکر کیا جاتا ہے جتنا حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب کی بنا پر بہت سے صحابہ کے شدید اصرار سے عمرہ کے لئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرمایا جن لوگوں کو اس کا علم ہوا تو اس مبارک سفر میں حضورؐ کی رفاقت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہو گئے، ان ساتھیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب ہوگئی، چونکہ سفر عمرہ کی نیت سے کیا گیا تھا اور ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا گیا تھا جو اشہر حرم میں سے ہے جن کا مشرکین مکہ بھی احترام کرتے اور جنگ و جدال سے پرہیز کرتے تھے۔ اس لئے اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ پہلے سے کسی کو بھیجکر مکہ والوں کی رضامندی حاصل کی جائے۔ مشرکین مکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے سخت ترین دشمن تھے ــــــ جب ان کے علم میں یہ بات آئی کہ آپ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ آرہے ہیں تو انھوں نے باہم مشورہ کر کے طے کر لیا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ہم اپنے شہر مکہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے، جب آپؐ اور پورا قافلہ مکہ کے قریب مقام حدیبیہ پر پہونچ گیا (جہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت ۲۰ میل سے کچھ زیادہ ہے) تو مکہ والوں کے فیصلہ اور ارادے کا آپ کو علم ہوا۔ آپ نے پورے قافلہ کے ساتھ حدیبیہ میں قیام فرمالیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سرداران قریش سے گفتگو کرنے کے لئے اپنا خاص قاصد اور سفیر بناکر مکہ بھیج دیا، ان کا انتخاب آپ نے اس لئے فرمایا کہ مخالفین کے لیڈروں میں ان کے بعض قریبی رشتہ دار تھے آپ نے ان کو اس مقصد سے بھیجا کہ وہ بالخصوص قریش کے سرداروں کو اطمینان دلائیں کہ ہم لوگ صرف عمرہ

کے لیے آئے ہیں، اسکے سوا کوئی مقصد نہیں ہے، ہم عمرہ کرکے مدینہ واپس ہو جائیں گے
حضرت عثمانؓ مکہ معظمہ چلے گئے لیکن حساب سے ان کو جس وقت تک واپس آجانا چاہیے تھا واپس نہیں آئے، اور حضورؐ کے قافلہ میں کسی طرح یہ خبر پہونچ گئی کہ عثمانؓ کو دشمنوں نے شہید کر دیا تو آپ کو بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپ نے طے فرمالیا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر جنگ ہوگی، تمام ساتھیوں میں بھی اس خبر سے سخت اشتعال تھا اس مرحلہ پر آپؐ نے صحابہ کرام سے جہاد فی سبیل اللہ اور اس میں شہادت تک ثابت قدمی پر خصوصی بیعت لی، یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، قرآن مجید میں اس موقع پر بیعت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رضا کا اعلان فرمایا گیا ہے، اسی لئے اس کا نام بیعت رضوان معروف ہو گیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ بیعت جس وقت لی گئی حضرت عثمانؓ اس وقت موجود نہیں تھے حضورؐ کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے، تو جیسا کہ حدیث میں ذکر کیا گیا حدیبیہ میں موجود تمام صحابہ کرام نے حضورؐ کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کی عثمانؓ موجود نہیں تھے، ان کی طرف سے حضورؐ نے خود بیعت کی اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کے قائم مقام قرار دیکر ان کی طرف سے بیعت فرمائی ـــــ بلاشبہ یہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ، کے خاص الخاص فضائل میں سے ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہیں تھی وہ گفتگو کر کے واپس آگئے اس وقت اہل مکہ اور سرداران قریش کسی طرح اس پر آمادہ نہیں ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو عمرہ کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔
اس کے بعد قریش کی طرف سے گفتگو کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے ان کے نمائندے آئے اور بالآخر وہ صلح ہوئی جو صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ اسلام کا مشہور ترین واقعہ ہے اور قرآن مجید میں اس کو "فتح مبین" فرمایا گیا ہے (تفصیلات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں)۔

عَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ "هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى"، فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ، قَالَ: فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ: هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ" ——— رواہ الترمذی وابن ماجه

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (انھوں نے بیان کیا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں (ایک خطاب میں) سنا، آپ نے اپنے بعد امت میں برپا ہونے والے کچھ فتنوں کا ذکر فرمایا اور ان کو قریب ہی میں واقع ہونے والے فتنے بتلایا ۔ اسی وقت ایک شخص سر سے کپڑا اوڑھے ہوئے سامنے سے گذرا تو حضورؐ نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ شخص آنے والے ان فتنوں کے دنوں میں طریقہ ہدایت اور راہ راست پر ہوگا (حدیث کے راوی مرہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر) اس شخص کی طرف چلا (تاکہ دیکھ لوں کہ وہ کون ہے) دیکھا تو عثمان بن عفان تھے میں نے اُن کا چہرہ حضورؐ کی طرف کر کے حضور سے فرمایا کیا وہ یہی ہیں؟ (جن کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ فتنہ کے زمانے میں ہدایت اور راہ راست پر ہوں گے؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ہاں" (یہی وہ ہیں)

تشریح حدیث کسی تشریح وتوضیح کی محتاج نہیں ہے مطلب بالکل واضح ہے کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی اطلاع کی بنا پر بطور پیشین گوئی کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے بارے میں اپنے اس خطاب عام میں اعلان فرمایا کہ میرے بعد قریبی زمانہ میں جو فتنے امت میں برپا ہوں گے ان میں عثمان بن عفان طریقہ، ہدایت اور راہ راست پر ہوں گے ——— معلوم ہے کہ حضورؐ کے بعد امت میں سب سے بڑا اور پہلا فتنہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھنے والا فتنہ تھا جس میں وہ انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید کئے گئے

• جیساکہ آئندہ ذکر کی جانے والی حدیثوں سے بھی معلوم ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے ارشادات کی روشنی ہی میں اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ فتنے کے دور میں حضرت عثمانؓ حق وہدایت پر تھے اور ان کے مخالفین جنھوں نے فتنہ برپا کیا اہل ضلال تھے نعوذباللہ تعالیٰ من الشرور والفتن ما ظہر منہا وما بطن۔

دید و شنید

محمد نثار اللہ عمری ایم اے عثمانیہ

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے واشنگٹن ۸ دسمبر ۱۹۸۷ء روسی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری میکائیل گوربا شوف نے امریکی وزیر خارجہ جارج شلز سے بات چیت کے دوران کہا کہ (تخفیف اسلحہ کا) یہ سفر شروع ہوگیا ہے، ہم ایسی ہی امید رکھیں، خدا ہماری مدد فرمائے۔ بعد میں صدر ریگن نے کہا، مجھے یقین ہے کہ اگر وہ خدا کا نام لیتے ہیں تو ہماری راہ عمل آسان ہو جائے گی، اس لئے کہ میں بھی ایسا ہی ہوں۔" (روزنامہ ہندو حیدرآباد)

کسی کے اقرار و اعتراف سے اللہ جل جلالہ کی شان و عظمت بڑھ نہیں جاتی، کسی کے رد و انکار سے اس کی جلالت و قدرت گھٹ نہیں جاتی، وہ ہر حال میں ہمارا خالق، پروردگار اور مالک ہے بلا شرکت غیرے۔ اس کی ہستی اور قدرت کا اعتراف انسان کے خمیر میں گوندھا گیا ہے، اس کی سرشت میں ودیعت ہے، یہ شکمرے انسان کی کم ظرفی ہے کہ قوت و طاقت کے نشہ میں اسے فراموش کر دیتا ہے۔ کبھی خود ہی خدا بن بیٹھتا ہے۔

۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب کی کامیابی نے روسی حاکموں کی بھی کچھ ایسی ہی گت بنا دی تھی، وہ خدا کے منکر تھے، اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے تھے، اسٹالن خروشچیف اس معاملے میں بڑے "نمایاں اور ممتاز" تھے ان کی لن ترانیوں کی کوئی حد ہی نہیں تھی، رہا لینن تو وہ الحاد و دہریت کے اس سیل رواں میں پیشرو اور پیشوا کی حیثیت رکھتا ہے، اسی نے کہا تھا کہ مذہب افیون ہے، اور یہ سب نتیجہ تھا کارل مارکس کے فلسفہ معاشیات و اقتصادیات کی پیروی کا، حاشیہ برداری کا۔

اب اس عمل کا ردعمل شروع ہوگیا ہے، روسی رعایا کی مذہب سے دلچسپی کی خبریں

پچھلے چند برسوں سے آ ہی رہی ہیں۔ اب لگتا ہے کہ روس کے حاکموں کا نشہ بھی اترنے لگا ہے، انسان کو خدا اس وقت یاد آتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے اس کے بنائے کوئی بات نہیں بنتی، عرفت ربی بفسخ العزائم تبھی تو روس جیسی عظیم الشان حکومت کا سربراہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ "خدا ہماری مدد فرمائے، حقیقت یہ ہے کہ انسان ضعیف البنیان ہے، وہ خدا کی ہستی کا اعتراف کرے یا نہ کرے اپنی بے بسی اور بندگی میں تو اسے شک ہو ہی نہیں سکتا، اکبر الہ آبادی نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے ؎

بندگی حالت سے ظاہر ہے خدا ہو یا نہ ہو

ماڈرن جاہلیت راجستھان کے ضلع جیسلمیر کے آٹھ گاؤں .... میں نوزائیدہ بچیوں کو ہلاک کرنے کا وحشیانہ طریقہ اب بھی موجود ہے۔ یہاں کے بھٹی راجپوتوں کے ایک ہزار سے زیادہ خاندانوں میں اس بربریت کا طریقہ یہ ہے کہ بچی کے پیدا ہوتے ہی دائی اس کے منھ میں ریت بھر دیتی ہے ..... پولیس کے لئے ایسے کسی واقعہ کے وقت موجود رہنا اور مجرم کو پکڑنا بے حد مشکل ہے جبکہ لوگ گواہی دے کر اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتے ..... صورتحال کی سنگینی ملاحظہ ہو کہ خود اس علاقہ کے لوگوں کے مطابق ایک گاؤں میں گذشتہ ایک صدی میں کوئی بارات نہیں آئی ہے کیوں کہ کسی بچی کو دلہن بننے کی عمر تک زندہ نہیں رہنے دیا گیا (دعوت دہلی، ستمبر ۸۷ء)

اللہ اللہ! یہ سنگدلی ان راجپوتوں نے خدا جانے کہاں سے سیکھی، ہندوستان کا پریس ابھی کل تک اکیلی روپ کنور کے لئے رو رہا تھا، اب پوری ایک صدی سے بربریت کا شکار ہونے والی ہزاروں معصوم بچیوں کو کون روئے گا؟ کیا عہد جدید کے یہ سنگدل والدین اور دائیاں عرب جاہلیت کے انسان نما درندوں سے ذرا بھی مختلف ہیں! راجپوت ذات جنگ جوئی اور بہادری کے لئے مشہور رہی، اس انتہائی بزدلی اور وہم پرستی کے مہلک جراثیم ان کے جسم میں کب پیوست ہو گئے! دل و دماغ میں کیوں کر سرایت کر گئے!۔

ملک کا قانون شہادت جیسا کچھ پیچیدہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، ایسے واقعات کی عینی شہادت پولیس اور عدالت کہاں سے فراہم کر سکے گی؟ یہ کام تو صرف ایک ہی عدالت اوپر والی عدالت، سب سے بڑی عدالت کے کرنے کا ہے، وقت آئے گا پکار ہو گی، وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ o بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۔

جس جرم کو برطانیہ کی حکومت کے پورے ایک سو ساٹھ برس بھی ختم نہ کر سکے حالانکہ اس حکومت کے حدود میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا۔ جس اندھیر کو صبح آزادی کے چالیس سال بھی دور نہ کر سکے اسی جرم کو ہادیٔ برحق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخرت کی عدالت کی بازپرس کا یقین پیدا کر کے باتوں ہی باتوں میں ختم کر دیا تھا مٹا دیا تھا، عورت ذات کو جینے کا حق دیا تھا۔

زمانے کی ستم ظریفی دیکھیے کہ اسی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو الزام دیا جاتا ہے کہ اس نے صنف نازک کے ساتھ انصاف نہیں کیا، انھیں معاشرتی حقوق سے محروم رکھا، انھیں باندی غلام بنا کر رکھا، آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں کے نعرے، انتخابی منشور، جلسہ جلوس، مظاہرے، پریس اور پلیٹ فارم سب کا موضوع سخن یہی جوش کے بجائے ہوش سے کام لے کر ہمیں بتایا جائے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اسلام نے عورتوں کی جاں بخشی کی، ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کی، مال و دولت میں ان کا حصہ لگایا، اس کے باوجود پرائے تو پرائے اپنے بھی اس پروپیگنڈے میں برابر کے شریک ہیں کہ اسلام ایک دقیانوسی مذہب ہے، اس کے احکام و قوانین اب مفید مقصد نہیں o ۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

والڈ ہائم کے ماضی کی تفتیش

دیانا چھ بین الاقوامی تاریخ دانوں نے آسٹریا کے موجودہ صدر اور اقوام متحدہ کے سابق سکریٹری جنرل کرٹ والڈ ہائم کے ماضی کی تفتیش

شروع کر دی ہے جن پر ہٹلر کی فوج میں ایک افسر کی حیثیت سے جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے اور یہودیوں کو قتل کرنے کا الزام ہے سوئزرلینڈ کے مورخ ہانس روڈلف کرنز اس چھ نفری کمیشن کے صدر ہیں" (دعوت دہلی، ستمبر ۸۷ء)

حقیقت حال عالم الغیب ہی پر روشن ہے، مگر والڈ ہائم جب تک اقوام متحدہ کے سب سے بڑے عہدے پر فائز رہے ہیں کہیں سے کوئی سن گن نہیں ملی، کوئی سرگوشی نہیں سنائی دی کہ یہودیوں کی نسل کشی میں ملوث ہیں، مگر جب سے انھوں نے اپنے ملک کی صدارت کا عہدہ سنبھالا ہے، ان پر یہودیوں کے بیدریغ قتل وخوں ریزی کے الزامات کی بوچھار ہو رہی ہے۔

کسی دوسرے مذہبی گروہ میں یہ دم خم کہاں کہ اتنا زور لگائے ہنگامہ برپا کرے اور عالمی پریس اس کی صداؤں کی بازگشت سے گونج اٹھے! یہ امتیاز غالباً یہودیوں ہی کو حاصل ہے کہ وہ بے پناہ دولت کے مالک ہیں، دولت عربوں کے پاس بھی ہوگی، مگر اس دولت کو اپنے ذاتی اور قومی مفادات کی خاطر کام میں لانے کا سلیقہ عیش وعشرت کے دلدادہ اور مجرمانہ اسراف وتبذیر کے عادی عربوں کو کہاں حاصل ہے! یہ چالبازی یہودیوں ہی کا حصہ ہے، امریکہ جیسے زبردست عیسائی اکثریت والے ملک میں اقلیت میں رہتے ہوئے اپنی دولت کے بل بوتے پر اپنا اثر ورسوخ قائم رکھے ہوئے ہیں، امریکی معیشت پر پوری طرح چھائے ہوئے ہیں، امریکی سیاست پر حاوی ہیں، صدارتی انتخاب میں امیدواروں کی نامزدگی میں ان کا عمل دخل، وہائٹ ہاؤز کے بڑے بڑے فیصلے ان کے بغیر ادھورے عالمی خبر رساں ایجنسیاں ان کے قبضہ میں۔ ان تمام باتوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے سیاسی حلقوں کے دل ودماغ اور فکر ونظر کی باگ انہی کے ہاتھوں میں ہے جو چاہیں کریں، جب چاہیں کریں،

ہم والڈ ہائم کی طرف سے وکالت نہیں کر رہے ہیں، نہ اس کے مجاز ہیں، نہ آرزومند ہماری غرض یہ ہے کہ استعماری شاطروں کی پرفریب دسیسہ کاریوں، اور مکاریوں کی پیداوار خود اسرائیل کا دامن ان دھبوں سے کہاں تک پاک ہے؟

پورے چالیس برسوں سے فلسطینی سرزمین پر اسرائیلی وحشت و بربریت کے ننگے ناچ کو کیا کہیے۔ ہزارہا ہزار مسلمان تہہ تیغ کر دیے گئے، بچوں جوانوں اور عورتوں کو انتہائی بہیمانہ طریقہ سے قتل کر دیا گیا، ان کی عزت وناموس سے کھیلا گیا، ان کی دولت سے ان کے اپنے وطن سے انھیں محروم کیا گیا، لاکھوں کو جلا وطنی کی مظلومانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، ان مظالم کی تحقیق وتفتیش کے لئے بھی تو ایک کمیشن درکار ہے۔

وہ امریکہ اور وہ روس جو صدر آسٹریا والڈ ہائم کو اپنے ہاں آنے کی اجازت نہیں دیتے کہ ان کے ہاتھ یہودیوں کے خون ناحق سے رنگین ہیں کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے دامن پر فلسطینی خون کے داغ دھبے نہیں ہیں؟ کیا اسے بے قصور سمجھ کر ہی یہ بڑی طاقتیں اس سے بغل گیر ہو رہی ہیں؟ —— آج سوپر طاقتیں امریکہ اور روس نہیں ہیں بلکہ عالمی یہودیت ہے جس کے اشاروں پر یہ دونوں ناچ رہے ہیں ۵

اینہا ہمہ راز ست کہ معلوم عوام ست

لہ کچھ عرصہ پہلے ایک برطانوی اخبار میں ہٹلر کی ذاتی ڈائری کے کچھ اوراق شائع ہوئے تھے، جن سے پہلی مرتبہ یہ راز فاش ہوا تھا کہ ہٹلر خود ایک یہودی آلۂ کار تھا، اور اس نے یہودیوں کا جو قتل عام کیا تھا وہ یہودی قیادت کے اشارہ پر اس غرض سے کیا تھا کہ یورپ کے ملکوں سے بھاگ کر یہودی عوام فلسطین ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ کیونکہ یہودیوں کی اکثریت فلسطین ہجرت کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈاکٹر کرٹ والڈ ہائم کے خلاف امریکہ اور روس کی طرف سے جو شور وغل آج کل مچایا جا رہا ہے وہ بھی صرف "ڈھونگ" ہو اور اس کا مقصد بھی یہ ہو کہ ہٹلر یہودیت کے مابین خفیہ تعلق دنیا سے مخفی رکھا جائے؟ —— یاد رہے کہ ہٹلر کی وہ ذاتی ڈائری برطانوی اخبار میں صیہونیت کے دباؤ کی وجہ سے پوری نہیں چھپ سکی تھی۔

—— سجاد ندوی

شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں

کچھ اور اہم فتاویٰ وتصدیقات

ترتیب : خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

جس وقت یہ طے کیا گیا کہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (مدظلہ العالی) کے استفتار کے جوابات پر مشتمل الفرقان کی ایک خصوصی اشاعت پیش کی جائے گی، اس وقت تک جو فتاویٰ وجوابات آچکے تھے، ان کے لحاظ سے ہمارا اندازہ تھا کہ یہ خصوصی اشاعت ڈیڑھ سو سے کم صفحات پر مشتمل ہوگی۔ لیکن ہوا یہ کہ اگرچہ نمبر کی تیاری کے آخر آخر تک بھی جو جوابات آتے رہے ان کو شامل کیا جاتا رہا اور اس طرح ۱۷۶ صفحات میں وہ نمبر مکمل ہوا، لیکن اس کی اشاعت کے بعد بھی کچھ جوابات وتصدیقات موصول ہوتے رہے، نمبر اگرچہ زیادہ تعداد میں چھپوایا گیا تھا۔ لیکن اشاعت کے ساتھ ہی وہ ختم ہوگیا اور آجکل ادارہ الفرقان کے کارکن اس کے کتابی ایڈیشن کی تیاری میں مصروف ہیں امید ہے کہ ماہ دسمبر ہی میں کتابی ایڈیشن بھی انشاءاللہ شائع ہو جائے گا۔ اس کتابی ایڈیشن میں وہ سب فتوے اور تصدیقات "تکملہ" کے زیر عنوان شامل کر دیئے گئے ہیں۔ جو نمبر کی اشاعت کے بعد موصول ہوئے۔ جن حضرات کے پاس الفرقان کا خاص نمبر پہنچ چکا ہے ان کی سہولت کے لئے ہم ان سب فتووں اور تصدیقات کو الفرقان کے صفحات میں بھی پیش کر رہے ہیں۔

فتویٰ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف !

مدیر "الاعتصام" لاہور

مع تصدیق حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ

[مولانا حافظ صلاح الدین یوسف پاکستان کے اہلحدیث علماء میں ممتاز مقام کے حامل ہیں - حضرت والد ماجد مدظلہ، کے استفتاء کے جواب میں مولانا موصوف کا فتویٰ الفرقان کی خصوصی اشاعت میں پیش کیا جاچکا ہے - انھوں نے شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں ایک دوسرے استفتاء کے جواب میں ایک اور فتویٰ لکھا تھا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر ان کے استاذ اور ہم سب کے محترم جماعتِ اہل حدیث کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ (جو اس وقت حیات تھے) کی تصدیق بھی ثبت تھی، وہ فتویٰ بھی مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے حضرت والد ماجد مدظلہ کو بھیج دیا تھا، الفرقان کی خاص اشاعت میں تو گنجائش نہ ہونے کے باعث وہ شامل نہیں کیا جاسکا تھا، کتابی ایڈیشن میں اسے شامل کر دیا گیا ہے - اب قارئین کرام ذیل کی سطروں میں پہلے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کا وہی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" استفتاء میں شیعہ حضرات کے جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی نہایت معتبر اور مستند کتابوں میں درج ہیں - نیز ان کے مترجم قرآن کے حواشی (ترجمہ و حواشی فرمان علی شائع کردہ کراچی) سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے - یہ عقائد ان کے کفر کے اثبات کے لئے کافی ہیں، ایسے سخت گمراہ کن عقائد رکھنے والا فرد اور گروہ یقیناً مسلمان نہیں ہوسکتا موجودہ شیعہ اگر اپنی کتابوں کو مستند سمجھتے ہیں (اور یقیناً وہ سمجھتے ہیں) اور ان میں درج باتوں پر ان کا یقین ہے (اور یقیناً ہے) تو ان کے کفر میں شبہ نہیں کیا جاسکتا تاآنکہ وہ اپنی کتابوں اور ان میں درج باتوں سے اظہارِ براءت نہ کریں - علاوہ ازیں ان کا طرزِ عمل بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اہل سنت مسلمانوں سے اپنے

آپ کو یکسر علیحدہ اور بالکل الگ تصور کرتے ہیں۔ اور عقائد میں بنیادی اختلافات کے ساتھ ساتھ ملکی اور اسلامی قوانین میں بھی اپنا الگ شیعی تشخص منوانے پر مصر ہیں۔ اور ان کا یہ شیعی تشخص اسلامی تشخص سے یکسر مختلف ہے۔

اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ اہل اسلام آستین کے ان سانپوں کو پہچانیں اور اہل وطن ان کی ان سازشوں سے آگاہ رہیں جو وہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لیے کر رہے ہیں۔ اسلامی ملکوں اور معاشروں میں ان کا سازشی وجود جسد ملت اسلامیہ میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے جس کا کاٹ پھینکنا اسلام کے بقا اور ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لئے انتہائی ضروری اور اس سے تغافل و تساہل ناقابل معافی جرم ہے ــــ وما علینا الا البلاغ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

(حافظ) صلاح الدین یوسف ایڈیٹر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

تصدیق　واقعی شیعہ، شیعی مسلمات کی رو سے اسلام سے علیحدہ قوم قرار پاتی ہے۔

محمد عطاء اللہ حنیف　۲۳ اکتوبر ۱۹۸۵ء

چند شبہات کا ازالہ　تکفیر شیعہ کے سلسلہ میں چند شبہات لوگوں کے سامنے آتے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گذارشات اس بارے میں بھی پیش کر دی جائیں۔

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چودہ سو سال سے شیعہ اسلامی فرقوں میں شمار ہوتے آئے ہیں، اب انھیں کیوں کر کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟

اہل علم جانتے ہیں کہ اس کی وضاحت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے (اپنی کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت میں) ایک تو یہ کی ہے کہ ہمارے متقدمین کو براہ راست شیعہ کتابیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں۔ تقیہ۔ شیعہ مذہب کا بنیادی جزء ہے اس لئے خود شیعہ بھی اپنے مخصوص عقائد کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے۔ نتیجۃً ان کے اصل عقائد سے بالعموم لوگ بے خبر رہے۔ اب ان کی اصل کتابیں بھی عام ہو گئی ہیں اور خود ان کو بھی ان کے سیاسی و حزبی مفادات نے اپنے عقائد کے برملا اعلان

واظہار پر مجبور کر دیا ہے، اب ان کے کفریہ عقائد پردۂ خفا سے منظر عام پر آ گئے ہیں، اس لئے اب بھی اگر علماء ان کے تکفیری عقائد کے ہوتے ہوئے ان کی تکفیر نہ کریں تو وہ ایک بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوں گے ۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ متقدمین شیعہ عقائد کے لحاظ سے متاخرین شیعہ سے یکسر مختلف تھے ابتداء میں حامیانِ علیؓ کو شیعانِ علیؓ کہا جاتا تھا، ایک گروہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی افضلیت کا قائل تھا، اسے بھی تشیع قرار دیا جاتا پھر اس سے آگے بڑھ کر مطلقاً حضرت علیؓ کی افضلیت کا عقیدہ اپنا لیا گیا، لیکن سبّ شیخین و سبّ صحابہ کا پہلو یا عقیدہ اس کا جز نہیں تھا۔ محدثین نے جن ثقہ شیعہ راویوں کی روایات قبول کی ہیں، ان کا تعلق شیعوں کے ایسے ہی گروہوں سے تھا۔ لیکن بعد میں شیعی عقائد میں تحریف قرآن، ارتداد صحابہ، عقیدۂ امامت و عصمت ائمہ اور عقیدہ بدا جیسے کفریہ عقائد اس کے لازمی اجزا قرار پا گئے اور جب ان کے یہ عقائد رفض و تشیع کا لازمی جز بن گئے تو پھر علماء نے ان کی بابت سخت ریمارکس بھی دینے شروع کر دیئے اور ایسے رافضیوں کی روایات بھی عند المحدثین مقبول نہیں۔ چنانچہ سید امیر علی "تقریب التہذیب" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"الشیعة فی عرفهم من یحمی لسیدنا علی رضی الله عنه ویفضله علی الصحابة بلا نقیصة فی حقهم والنصب ضده ومن تعرض لسب احد منهم فهو رافضی لیس لاهل الروایة فان الکذب شعارهم والتقیة دثارهم کما صرح به الذهبی"

(تقریب التہذیب۔ ص ۳، طبع نولکشور، لکھنؤ)

(مطلب یہ ہے کہ محدثین کے حلقے میں شیعہ ان کو کہا جاتا تھا جو حضرت علیؓ کے حامی ہوتے اور ان کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتے تاہم کسی صحابی کی تنقیص وہ نہیں کرتے تھے اور ناصبی ان کے ضد تھے۔ اور جو ان میں سے کسی صحابی کو

سب وشتم کرتا اسے رافضی کہا جاتا تھا اور وہ اہل روایت نہیں ہیں کیونکہ کذب (دروغ گوئی) ان کا شعار ہے اور تقیہ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے)“

اور امام ابوزرعہ رازی (المتوفی سنہ ۲۶۴ھ) نے تنقیص صحابہ کا ارتکاب کرنے والوں کو ”زندیق“ قرار دیا، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”الاصابہ“ کے مقدمے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے :

”اذا رأیت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق وذلک ان الرسول حق والقرآن حق وماجاء بہ حق وانما ادی الینا ذلک کلہ الصحابۃ وھؤلاء یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولی وھم زنادقۃ (مقدمۃ الاصابۃ ص۱)

(مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو کسی صحابیٔ رسول کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق (بے دین) ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ برحق ہیں قرآن برحق ہے اور جو ان کے ذریعہ سے ملا وہ سب برحق ہے۔ اور یہ ساری شریعت پہنچانے والے صحابہ کرام ہی ہیں۔ یہ (زندیق) لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں (صحابہ) پر جرح کر کے ان کو کنڈم کر دیں تاکہ اس طرح کتاب وسنت پر سے اعتماد اٹھ جائے اور وہ ان کو باطل کر دیں اس لئے صحابہ کے مقابلہ میں جرح کے قابل یہی (شاتمین صحابہ) لوگ ہیں اور یہ سب زندیق ہیں)

صحابہ کے خلاف دریدہ دہنی اور خبث باطنی کے نمونے

صحابہ کرامؓ اور امہات المومنین ازواج مطہراتؓ کے خلاف جو دریدہ دہنی ہمارے ہی زمانے کے شیعہ کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ ان کی ایک کتاب سے پیش کیا جاتا ہے اس کے مصنف ہیں :

"صدر المحققین، سلطان المتکلمین، حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار علامہ الحاج الشیخ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر (آف ڈھکو) [پاکستان]

کتاب کا نام ہے تجلیات صداقت" ناشر ہے انجمن حیدری چکوال، ضلع جہلم"، اس کتاب سے چند اقتباسات دل پر جبر کر کے بہ مصداق "نقل کفر کفر نباشد" درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) "دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی[1] میں اس سلسلے میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب وامت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان، ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔" (تجلیات صداقت ص ۲۰۱)

(۲) "مذہب شیعہ جناب ابوبکر وعمر وعثمان کو کافر سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو ہاں یہ درست ہے کہ وہ ان کو مومن بھی نہیں سمجھتا"، (ص ۴۷۳)

(۳) اس میں شک وشبہ نہیں کہ شیعان حیدر کرار ابوبکر کو سچا مسلمان اور مخلص باایمان نہیں جانتے بلکہ ..... جانتے ہیں" (ص ۴۳۰)

(۴) "اصحاب ثلاثہ کا جناب امیر خیبر گیر سے بجائے شیر وشکر و مشیر ہونے کے ان کا دشمن ازلی ہونا، بجائے تابعدار اور قرابت دار رسول ہونے کے ان کا دنیا دار اور عصیاں کار ہونا اور بجائے مقبول بارگاہ ہونے ان کا مردود بارگاہ خدا ورسول خدا ہونا کتب فریقین سے کچھ ایسے ناقابل انکار دلائل جاندار سے واضح وآشکارا کریں گے کہ نہ صرف پرستاران ثلاثہ کی بلکہ ثلاثہ کی روحیں بھی یوم القرار تک بیقرار ہو جائیں گی۔

جاؤ گے تم کہاں شیعوں کو چھیڑ کے
رکھ دیں گے تیرے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کے

---

[1] واضح رہے کہ شیعوں کی خاص اصطلاح میں منافقوں کو بھی مسلم کہا جاتا ہے، وہ اہلسنت کو اہل اسلام مانتے ہیں، صاحب ایمان اور مومن نہیں مانتے ان کے نزدیک مومنین اور برادران ایماں صرف شیعہ ہیں۔ نعمانی

(۵) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اس مصنف کی "گوہر افشانی" ملاحظہ ہو۔ "باقی رہا مؤلف (مولانا کرم الدین مرحوم مؤلف "آفتاب ہدایت" کی طرف اشارہ ہے) کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہیں۔ ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور"

(ص ۴۷۸)

"تجلیات صداقت" کے یہ حوالے "بشارت الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسین رضؓ" مؤلفہ قاضی مظہر حسین آف چکوال (ص ۵۵۹ - ۵۶۰) سے منقول ہیں۔

انتہائی درجہ کی ذہنی خباثت کا ایک اور نمونہ

اسی طرح ان کی ایک کتاب "قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسولؐ" ہے جو جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع ہوئی ہے اس کے صفحات ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲ میں حضرت عثمان غنیؓ کی بابت سخت دریدہ دہنی کی گئی ہے اور یہاں تک ہذیان گوئی کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے (نعوذ باللہ) اپنی مردہ بیوی سے جماع کیا، پھر یہ دریدہ دہن مصنف سوال کرتا ہے

(۱) "جو لوگ مردہ بیویوں سے جماع کریں کیا وہ امام برحق اور خلیفۂ رسول ہو سکتے ہیں" (ص ۴۲۸)

(۲) "مردہ بیوی کو بھی معاف نہ کیا اور اس کی میت سے ہم بستری کی - بھیا ہمارا تو ایسے خلیفہ کو دور سے سلام" (ص ۴۳۰)

(۳) دوسری بیوی امّ کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم و حیا کا باڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہمبستری کی ہے اور نبی کریمؐ کو اذیت دینے والا رحمت خدا کا حق دار نہیں ہے"۔ (ص ۴۳۲)

یہ بکواس اور دریدہ دہنی اس عثمانؓ کے بارے میں کی گئی ہے جو شرم و حیا کا پتلا تھا اور جس کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حیا داری بتلائی ہے - رضی اللہ عنہ"۔

بہر حال خلفائے راشدین، اکابر صحابہ اور امہات المومنین (بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ) کے خلاف دریدہ دہنی، بدزبانی اور خبث باطنی کا مظاہرہ شیعہ ذاکرین و مصنفین کا عام شیوہ ہے اور ان کو (نعوذ باللہ) منافق، بے ایمان اور مرتد ثابت کرنا ہی ان کی معراج خطابت ہے۔ ہم ان علماء اہل سنت سے جو اس کے بعد بھی ان کی تکفیر میں توقف کریں، یہ سوال کریں گے ع چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

وما علینا الا البلاغ المبین

حافظ صلاح الدین یوسف ہفت روزہ الاعتصام لاہور

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

پاکستان کے کچھ اور ممتاز حضرات اہل علم اور مراکز افتاء کے

فتاویٰ و جوابات

حضرت والد ماجد مدظلہ کا مرتب کردہ استفتاء دو سال پہلے "الفرقان" میں شائع ہوا تھا، اسی وقت پاکستان میں دین کے بعض مخلص دردمندوں نے اپنی ذاتی دلچسپی سے اسے وہاں کے چند اکابر علماء کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، پھر انھیں اس کے جو جوابات موصول ہوئے تھے، انھیں ان حضرات نے خود ہی ادارہ "احیاء السنۃ" (پاکستان) کی طرف سے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا تھا ــــ حال ہی میں وہ رسالہ ہمیں موصول ہوا ہے ــــ اس میں شامل فتوے وجوابات۔ جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت والد ماجد مدظلہ کے استفتاء کے جواب میں ہی لکھے گئے تھے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جزائے خیر دے جنھوں نے علماء کرام سے استفتاء کے جوابات حاصل کرنے کا بطور خود اہتمام کیا۔

فتویٰ دار الافتاء جامعہ فاروقیہ (کراچی)

شیعہ فرقہ جن کے ایسے عقائد فاسدہ اور باطلہ ہوں جو استفتاء میں لکھے گئے ہیں، بلاشک

وشیعہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں، ان کا خارج از اسلام ہونا کئی وجوہات سے ثابت ہے
پہلا کفر عقیدۂ تحریف قرآن کا ہے اور وہ اس پردہ میں قرآن کی قرآنیت سے انکار کرتے ہیں
جیسے الشافی ترجمہ اصول کافی ص ۱۳۲ (مطبوعہ شمیم بکڈپو ناظم آباد) میں ہے کہ جبکہ موجودہ قرآن
میں کل آیات ۶۶۹۶ ہیں، شیعہ عقیدہ کے مطابق اصلی قرآن حضرت علیؓ کے پاس تھا جو یکے
بعد دیگرے ائمہ کے پاس سے ہوتا ہوا اب بارہویں امام مہدی کے پاس ہے جو عراق کے ایک
غار میں چھپے ہوئے ہیں، جب وہ قیامت کے قریب زمانہ میں ظاہر ہوں گے تو اصلی قرآن ساتھ
لائیں گے، اسی طرح صافی شرح کافی ص ۶۵ مراد بقرآن الخ فارسی میں موجود ہے، احتجاج طبرسی
ایران ص ۱۲۸ اس عقیدۂ تحریف قرآن کے سب شیعہ رافضی متقدمین و متاخرین قائل ہیں، ومن
قول الامامیہ کلّہا قدیمًا وحدیثا، ان القرآن مبدل زید فیہ مالیس منہ ونقص
فیہ کثیر وبدل منہ کثیر (الفصل فی الملل والاھواء والنحل لابن حزم) — لہٰذا
اس عقیدہ کی بنا پر ان کا کفر ظاہر ہے۔

دوسرا کفر عقیدہ بدا۔ خدا تعالیٰ کو بدا ہو جایا کرتا ہے یعنی علم الٰہی میں تغیر و تبدل ہوتا
رہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عواقب امور سے جاہل ہیں (معاذ اللہ) اور یہ صراحۃً
کفر ہے، مصنف اصول کافی نے ائمہ معصومین کی متعدد روایات پیش کی ہیں بلکہ اس عنوان
کا باب قائم کیا ہے " باب البدا " اور امام علی رضا کے منھ سے یہ الفاظ بھی کہلوائے ہیں،
مابعث اللّٰہ نبیا قط الا بتحریم الخمر وان یقر للّٰہ بالبداء، اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی
پیغمبر نہیں بھیجا مگر تحریم خمر اور اقرار بالبدا کے ساتھ (اصول کافی ص ۸۶)

تیسرا کفر۔ سب شیخین اور حضرت ابوبکر صدیق کے صحابیت کا منکر ہونا اور حضرت عائشہؓ
پر قذف و تہمت کرنا کافر کرتا ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں۔ لاشك فی تکفیر من
قذف السیدۃ عائشۃ او انکر صحبۃ الصدیق (شامی) فتاویٰ عالمگیری میں ہے
الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما العیاذ باللّٰہ فھو کافر، کذلك من
انکر امامۃ الصدیق فھو کافر کذلك من انکر خلافۃ عمر فی
اصح الاقوال۔

شیعہ فرقہ کو کافر کہنا واجب ہے چنانچہ عالمگیری میں لکھا ہے یجب اکفار الروافض وھولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام لہذا ان اور ان جیسے بہت سے عقائد کفریہ کی بنا پر شیعہ روافض کو کافر کہنا واجب ہے، یہ لوگ دین اسلام سے بالکل خارج ہیں بلکہ جو شخص ان کو کافر نہ کہے وہ خود بے دین اور ان کے مثل کافر ہے ۔ من توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم　(عقود العلامہ شامی)

ان کا چوتھا کفریہ عقیدہ، عصمت ائمہ کا ہے حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد شیعی کے بارہ امام تو کجا ان سے بدرجہا بالا و برتر بشر حضرات شیخین اور امہات المومنین تک کوئی معصوم نہیں ۔ ولیس بعد رسول اللہ بشر معصوم عن ان یخطی .... ونحن المسلمین لا نعتقد العصمة لاحد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وکل من ادعی العصمة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کذاب و دجال بل کافر لہذا ان اور ان جیسے بہت سے عقائد باطلہ کفریہ کی بنا پر یہ کافر اور خارج از اسلام ہیں ان سے مراسم اسلامیہ قائم رکھنا درست نہیں ہے، مثلاً مناکحت کرنا ان کا ذبیحہ استعمال کرنا ان کا جنازہ پڑھنا اور ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا قربانی میں ان کو شریک کرنا ناجائز ہے واللہ اعلم بالصواب　حررہ محمد عبد اللہ بلتستانی ۔ دار الافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر ۲

کراچی ۲۵

الجواب صحیح　نظام الدین شامزی　دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی ۲۵

فتویٰ المفتی دار العلوم شیر گڑھ ضلع مردان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجہ فی السوال عقیدہ رکھنے کی وجہ سے شیعہ کافر ہیں ۔

علامہ شامی لکھتے ہیں " لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنہا او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوھیة فی علیؓ او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف ۔ الخ شامی ص $\frac{۲۰۵}{ج ۳}$ ، ص $\frac{۲۰۶}{ج ۳}$ اور فتاویٰ دیوبند

صفحہ ۱۴۳ ج ۳ اس شخص کے کافر قرار دیئے جانے میں کوئی شک نہیں جو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے یا حضرت علیؓ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے یا جبریل امین کے وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ رکھے یا اسی طرح کے اور کسی کفر صریح کا معتقد ہو۔ الخ

زرین تاج مدرس و مفتی دار العلوم شیر گڑھ ضلع مردان

۳/۱۲/۱۹۸۵

فتویٰ رئیس جامعہ علمیہ (سرگودھا)

جو شخص یا فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ (معاذ اللہ) منافق و کافر ہیں اور موجودہ قرآن مجید بعینہ وہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول پر نازل فرمایا ہے ایسے شخص یا فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شبہ نہیں جو ان کو مسلمان سمجھتا ہے وہ خود کافر ہے ـــ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد صدیق رئیس جامعہ علمیہ (ڈی بلاک اسٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا)

فتویٰ مدرسہ عربیہ نجم المدارس (کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں)

مذکورۃ الصدر عقائد رکھنے والے یقیناً اسلام سے خارج ہیں، لاشک لاریب فیہ

عبد الکریم مہتمم مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں

فتویٰ مدرسہ عربیہ جامعہ اسلامیہ (قصور)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: الرافضی اذا یسب الشیخین و یلعنھما العیاذ باللہ فھو کافر...... ولو تقذف عائشۃؓ فقد کفر (حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر سب اور لعنت کرنے والا شیعہ رافضی کافر ہے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والا (شیعہ) کافر ہے)

اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ بھی ہے۔

من انکر امامۃ ابی بکر ن الصدیق رضی اللہ عنہ فھو کافر وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر، والصحیح انہ کافر، وکذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجع الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین

(فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ نولکشور ص۲۸۵)

(مطلب یہ ہے کہ جو امامت حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انکار کرے وہ کافر ہے بعض ائمہ کا قول ہے کہ (ایسا کرنے والے) بدعتی ہیں اور کافر نہیں ہیں لیکن صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔

اسی طرح جو انکار کرے خلافت حضرت عمرؓ کا تو صحیح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے، اور اسی طرح واجب ہوتا ہے کفر (شیعوں کے) عقیدہ رجعت اور تناسخ ارواح سے یہ (شیعہ) لوگ دین اسلام سے بالکل خارج ہیں اور ان کا حکم بعینہ مرتدین کا حکم ہے۔

روایات فقہ سے روافض کا کفر ثابت ہے، حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور حضرت مولانا سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ دربارۂ تکفیر روافض کتابوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں ــــــ

عبدالغفور فاضل دیوبند و پنجاب یونیورسٹی

(مہتمم و مفتی مدرسہ عربیہ جامعہ اسلامیہ رجسٹرڈ قصور)

فتویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن (مسجد صدیق اکبر راولپنڈی)

تجربہ سے ہر شیعہ کا یہی عقیدہ معلوم ہوا ہے جو خمینی کا فرزندیق اور باقی شیعہ کافروں زندیقوں کا ان کی کتابوں میں ہے اور اگر کوئی شیعہ انکار کرتا ہے تو وہ اپنا مذہبی تقیہ کرتا ہے، محسن اہلسنت والجماعت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے

امت مسلمہ پر کتاب "ایرانی انقلاب" لکھ کر اتمام حجت کر دیا ہے، بندہ ۔ قرآن وسنت اور اکابرین اسلام کے فتووں کی روشنی میں شیعوں کو قطعی کافر بلکہ اکفر سمجھتا ہے اور ان سے میل جول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سخت بے وفائی اور بے غیرتی سمجھتا ہے اور قہر خداوندی کے نزول کا سبب اور رسول اکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا ذریعہ جانتا ہے ۔

عزیز الرحمٰن عفی عنہ ۔ (خلیفہ مجاز قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ)
مسجد صدیق اکبر راولپنڈی

فتویٰ جامعہ اشرفیہ (لاہور)

قرآن مجید کا حرف حرف متواتر اور یقینی قطعی الثبوت ہے اس لئے جو عقائد آیات میں آئے ہیں یا جو احکام احادیث متواترہ سے ثابت ہیں ان کا منکر کافر ہے اس لئے وہ شیعہ جو حضرت علیؓ کو خدا یا ان میں خدا کا حلول مانتے ہیں وہ کافر ہیں جو قرآن مجید میں ردوبدل محرف مانتے ہیں کافر ہیں ۔ وانا لہ لحافظون سے وعدہ حفاظت ہے حضرت ابوبکرؓ کے صحابی ہونے کا انکار قرآنی لفظ لصاحبہ کا انکار ہے کفر ہے جبریل کا غلطی کرنا، نبوت اکیلے ہی غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی اس میں دوہرا کفر ہے، حضرت علیؓ کو نبی غیر نبی کو نبی قرار دینا ہے حضورؐ کو غیر نبی نبوت کا انکار ہے دونوں موجب کفر ہیں، حضرت عائشہؓ پر تہمت رکھنا جبکہ سورہ نور میں برأت نازل ہو چکی ہے کفر ہے۔ ان میں سے کسی ایک بات کا اقرار ہو گا تو ظاہر ہے وہ کافر ہے اسلام سے خارج ہے اور انکی کتابوں سے ان کا ثبوت ملنا شاہد عدل ہے کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں رہی ۔ (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)

فتویٰ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک)

الجواب : ومنہ الصدق والصواب ۔ یہ لوگ خارج از اسلام کافر ہیں، کیونکہ تحریف قرآن کا مسئلہ ان کے نزدیک مسلمات اور متواترات میں سے ہے، جیسا کہ

تفسیر صافی میں لکھا ہے ان القرآن الذی بین اظہرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمد صلعم بل منہ ما ھو خلاف ما انزل اللہ فیہ وما ھو مغیر و محرف وانہ قد حذف منہ اشیاء کثیرۃ منہا اسم علی کثیر من المواضع ومنہا غیر ذلک

اس کے علاوہ دوسرے کفریات کے بھی معتقد ہیں، لہٰذا ان کا ذبیحہ مردار، جنازہ حرام اور مسلمانوں کے قبرستان میں ان کی تدفین ناجائز ہے قال فی الشامی ص۳۰۶ ج۳ لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ اوانکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوھیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن

واللہ الموفق والمعین رشید احمد عفی عنہ دار الافتاء دار العلوم حقانیہ۔

اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

مذکورہ عقائد موجب کفر ہیں۔ لہٰذا ان عقائد کے رکھنے والے شیعہ مرتدین کے حکم میں ہیں۔ واللہ الموفق غلام الرحمٰن نائب رئیس دار الافتاء دار العلوم حقانیہ ۱۲/۲/۸۶

فتویٰ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

الجواب ھو المصوب، شیعہ اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں، جن میں تین باتیں اصولی ہیں (۱) قرآن کریم ان کے نزدیک اصلی شکل میں نہیں ہے بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ محرف ہے (۲) ان کے نزدیک جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم العیاذ باللہ تعالیٰ کافر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ انھیں اولٰئك ھم المؤمنون حقا کہتا ہے (۳) ان کے نزدیک ائمہ معصوم ہیں حالانکہ معصوم ہونا صرف حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے گویا ان کے نزدیک ہر امام نبی ہے نعوذ باللہ تعالیٰ من ھذا الخرافات لہٰذا شیعہ کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور ان کے تقیہ سے قطعاً متاثر نہیں ہونا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وعلمہ اتم واحکم

ابو الزاہد محمد سرفراز شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
یکم رجب ۱۴۰۶ھ، ۱۲/ مارچ ۱۹۸۶ء

فتویٰ جناب مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب سابق پروفیسر سندھ یونیورسٹی حیدرآباد

اس قسم کے عقائد رکھنے والا قطعی طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

فقط احقر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ۔ سابق پروفیسر سندھ یونیورسٹی حیدرآباد

(مترجم "رد روافض" از حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح)

فتویٰ دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مع تصدیق حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

حضرت والد ماجد مدظلہ نے استفتاء پاکستان کے جن حضرات اہل علم کی خدمت میں بھیجا تھا ان میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور دامت فیوضہم بھی ہیں مولانا موصوف نے اسکی اطلاع رسید دیتے ہوئے حضرت والد ماجد کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا

" استفتاء کی مہم نہایت ہی مفید اور ضروری ہے اور واقعی ان چند سالوں میں ایران کی طرف سے جس طرح تشیع کو پھیلایا گیا، گذشتہ قرون میں اس کی مثال نہیں ملتی اور دین کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ امت مسلمہ کو اس کی حقیقت اور شرعی حیثیت سے آگاہ کیا جائے"

ناچیز نے اس استفتاء میں کچھ اپنی طرف سے لکھ کر ملک کے متعدد مستند دار الافتاء اور اسلامی مراکز کو روانہ کر دیا ہے، انشاء اللہ ان مراکز سے جو جوابات موصول ہونگے وہ سب آنمحترم کی خدمت میں ارسال کروں گا

اس اطلاع کے بعد سے ہمیں مولانا کے فتوے اور مولانا کی توجہ اور اہتمام کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے دیگر مراکز افتاء کے فتاویٰ و تصدیقات کا شدید انتظار رہا لیکن افسوس ہے کہ اب تک اس میں سے کوئی چیز بھی موصول نہیں ہوئی۔ غالب گمان یہی ہے کہ مولانا نے جو کچھ ارسال فرمایا ہوگا وہ دونوں ملکوں میں ڈاک کے نظام کی گڑبڑ کی نذر ہو گیا، یا اس وقت پاکستان کے جو اندرونی حالات ہیں ان کے پیش نظر کچھ اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں ——— واللہ اعلم

حال ہی میں پاکستان سے ایک رسالہ "شیعہ اثنا عشریہ دائرہ اسلام سے خارج

اور غیر مسلم ہیں"، موصول ہوا، اس رسالہ میں مختلف استفسارات کے جواب
میں جماعت دیوبند، جماعت اہلحدیث اور بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے
متعدد علماء کرام کے فتاوی شائع کئے گئے ہیں۔ انہی میں ایک فتوی جامعہ اشرفیہ
لاہور کا بھی ہے جو وہاں کے نائب مفتی مولانا ممتاز احمد صاحب نے لکھا ہے اور
اس پر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی زید مجدہم کی تصدیق بھی ہے ۔۔ نمبر
کے کتابی ایڈیشن میں اس فتوی کو بھی نقل کر دیا گیا ہے، تاکہ اس بارے میں
مولانا موصوف کی رائے بھی اس تاریخی دستاویز میں محفوظ ہو جائے ۔ الفرقان
کے قارئین کرام ذیل میں وہ فتوی بھی ملاحظہ فرمالیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہرحال شیعہ حضرات تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں اس پردہ میں قرآن کی قرآنیت سے انکار کرتے
ہیں، ثبوت کیلئے دیکھیں صافی شرح کافی ج ۶ ص ۶۵ مراد بقرآن قرآن مجید محفوظ نزد ائمہ علیہم السلام است کہ ہفدہ ہزار
آیت است۔ یعنی قرآن سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ ائمہ علیہم السلام کے پاس محفوظ ہے اور جسکی سترہ ہزار آیتیں ہیں۔ یہ
قرآن نہیں۔ اس پر ایمان ابھی ضروری نہ ہوا، ان کے نزدیک یہ موجودہ قرآن قرآن ہی
نہیں۔ چند کتابوں کے نام اور ان کے صفحات درج ہیں جن سے یہ مسئلہ محقق ہو جائے گا
(۱) احتجاج طبرسی (ایران) ص ۱۲۸ (۲) فصل الخطاب (علامہ نوری) ص ۳ (۳) رجال کشی
(بمبئی) ص ۳ (۴) اصول کافی ص ۶۷۱ (۵) تفسیر صافی مقدمہ ششم (۶) تفسیر قمی در وضتہ کلینی
ص ۲۵، ۶۱ (۷) اصول کافی ص ۱۳۶، ص ۴۴۹

اصول کافی ایسی کتاب ہے جو اس مضمون سے بھری پڑی ہے، اب ان چار عالموں
کا حال سنیئے یا اور جو بھی یہ دعوی کریں کہ ہم موجودہ قرآن کو مانتے ہیں یہ کہنا از راہ تقیہ ہے
کیونکہ تقیہ ان کے نزدیک ایمان کا جزو ہے (اصول کافی ص ۴۸۲) لادین لمن لاتقیہ
لہ ص ۴۸۴ لا ایمان لمن لاتقیہ لہ معلوم ہوا جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے
بے ایمان ہے ۔ احتجاج طبرسی (ص ۱۲۸ ایران)

لو شرحت لک کل ما اسقط وحرف وبدل ومما یجری ہذا المجری

لطال وظهر وتحظر التقية اظهاره — یعنی قرآن سے جو کچھ نظاہر نکالا گیا، یا اس میں تحریف ورد و بدل وغیرہ کی گئی ہے اگر میں ان سب کو بیان کروں تو بات لمبی ہو جاتی ہے اور وہ چیز ظاہر ہو جائیگی جس کے اظہار کی تقیہ اجازت نہیں دیتا۔ خلاد . . ۔

ضروریات دین کا انکار کفر ہے، اور ضروریات دین میں سے قرآن اعلیٰ اور ارفع ہے شیعہ بلا تفریق کیا ان کے متقدمین کیا ان کے متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے معتقد ہیں۔ قرآن کی قرآنیت کے منکر ایسے لوگوں کے خارج از اسلام ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

اقدار[1] کا اعتبار اس لئے نہیں کہ تقیہ ان کے یہاں عبادت ہے۔ پس اقدار[2] پر کیسے اعتبار کیا جائے۔ واللہ اعلم) مفتی ممتاز احمد (دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)

الجواب صحیح ۔ محمد مالک کاندھلوی ۔ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)۔

مجلس علمیہ (حیدرآباد) کے فتوے کی مزید تصدیقات

استفتار کے جواب میں مجلس علمیہ حیدرآباد کی طرف سے ایک فتویٰ پہلے موصول ہو گیا تھا جو ناظرین کرام نے خاص نمبر کے صفحہ ۱۷۰ پر ملاحظہ فرمالیا ہوگا۔ اس میں تحریر فرمایا گیا تھا کہ

"فرقہ اثنا عشریہ کے بارے میں استفتار اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی دامت برکاتہم کے مفصل ومدلل جواب کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ ہم سب اسکی تائید وتصدیق کرتے ہیں اور اس فرقہ کو اس کے عقائد کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔"

یہ فتویٰ مجلس کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا عبد العزیز فاضل دیوبند نے تحریر فرمایا تھا اور اس پر دیگر نو حضرات نے تصدیقیہ دستخط ثبت فرمائے تھے ——— بعد میں "مجلس علمیہ" سے تعلق رکھنے والے مختلف شہروں کے علماء کرام کی طرف سے اس فتوے کی تصدیقات

---

۱ و ۲ مطبوعہ فتویٰ میں یہ لفظ ایسے ہی چھپا ہے، غالباً صحیح لفظ "اقرار" ہوگا۔

موصول ہوئی ہیں ــــ عدم گنجائش کی وجہ سے ان حضرات کے صرف اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں ــ

حیدر آباد

مولانا محمد مصلح الدین قاسمی (مولانا) محمد غیاث الدین قاسمی (مولانا) سید بلال قاسمی (مولانا) محمد ارشد قاسمی (مولانا) نجم الحسن، (مولانا) عبد الستار قاسمی (مولانا مفتی) عبد المغنی (مولانا) (مدرسہ فیض العلوم سعید آباد) (مولانا) بشیر احمد (ناظم مدرسہ کاشف العلوم) (مولانا) عبد الحلیم القاسمی (مولانا) عباد بن ذکی (مولانا) عبد الناصر قاسمی (مولانا) خلیل الرحمٰن قاسمی (مولانا) رضوان القاسمی (مولانا) حمایت اللہ (ناظم مدرسہ مرقاۃ العلوم (مولانا) وزیر علی قاسمی (مولانا) عبد القیوم مظاہری (مولانا) عبد القدیر مظاہری (مولانا) سید حبیب اللہ کوہری (مولانا) سمیع الدین (مولانا) غلام محمود (مولانا مفتی) صدیق (مولانا) ہدایت اللہ (مولانا) محمد برکت اللہ (مولانا) قطب الدین حسینی (مولانا) محب الدین (مولانا) خالد قاسمی (مولانا مفتی) محمد رفیق (مولانا) محمد طاہر قاسمی

نظام آباد

(مولانا) سید محمد ولی اللہ (فاضل دیوبند خطیب مکہ مسجد) (مولانا) محمد معروف قاسمی (خطیب مدینہ مسجد) (مولانا) عبد القدوس مظاہری (خطیب مسجد یوسفیہ) (مولانا) محمد صادق (امام مسجد ملا اشرف) (مولانا) محمد معز الدین قاسمی (مولانا) محمد تراب الدین (مولانا) لئیق احمد قاسمی (مولانا) طاہر علی (مدرسہ مدینۃ العلوم) (مولانا) محمد اسماعیل خاں مفتاحی ــ

محبوب نگر

(مولانا) محمد مطیع الرحمٰن مفتاحی (مولانا) محمد مرشد (مولانا قاری) محمد عبد اللہ (مولانا) سید روح الامین قاسمی (مولانا) کمال الرحمٰن قاسمی (مولانا) محمد شفیق (فاضل امروہہ) (مولانا مفتی) محمد سلیم قاسمی (مولانا عبد الجبار مظاہری (مولانا) ابو طلحہ قاسمی ــ

ہمارے اسٹاک میں نئی آنے والی کتابیں

اقوال سلف (حصہ اول) مرتبہ مولانا قمر الزماں صاحب ۲۳/=
★ ایک تبلیغی جماعت کی کارگزاری ۴/=
★ اردو غزل ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۴۶/=
★ اسلام ہمارا راہنما ہے ۱۲/=
★ اسلام کے سائے میں شیخ محمد اقبال صاحب ۲۵/=
★ آپ خود فیصلہ کریں مولانا محمد منظور نعمانی ۱/=
★ اسلامی سیرت و اخلاق (مولانا شمس الحق ندوی) ۱۵/=
★ مثال عبرت (حضرت تھانویؒ کے منتخب خطبات) ۱۲/۵۰
★ بزم رفتگاں (اول) سید صباح الدین عبد الرحمن ۲۱/=
★ بہادر خواتین اسلام علامہ سید سلیمان ندوی ۹/-
★ بصیرت ۱۶/-
★ بابری مسجد غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں ۱/۵۰
★ پیغمبر اعظم و آخر ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ۶۰/=
★ تالیفات مصلح الامت چہارم (حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ) ۴۵/=
★ تذکرۃ المصنفین (مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی) ۲۱/=
★ تجلیات حرمین (ام ہانی صاحبہ) ۳/=
★ حل مہمات مولانا ڈاکٹر عبد الحئیؒ ۱/=
★ حکیم الامت مولوی سید غیاث الدین مظاہری ۳/=
★ حرمین شریفین کے بیرونی مقیمین کی ذمہ داریاں (مولانا ابو الحسن علی ندوی) ۲/=
★ دوا اور دعاء سے علاج (مرتبہ محمد شعیب) ۵/-
★ رہنمائے نماز مولانا محمد آفاق صاحب ۳/-
★ روح البیان اول و دوم (مواعظ مولانا محمد احمد پرتاپگڈھی) ۳۶/=
★ رؤف الرحیم (مقبول انور داوری) ۷/=

★ رسول اکرمؐ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد (مولانا محمد کاظم ندوی) ۲۶/۵۰
★ سیرت زبیر ابن العوامؓ (ابن عبد الشکور) ۹/=
★ سیرت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ۵/-
★ صداقت و عزیمت کے تابندہ نقوش (مولانا شمس الحق ندوی) ۱۶/-
★ فتاویٰ عبد الحئی (حضرت مولانا عبد الحئی لکھنویؒ) ۴۲/-
★ فاروق اعظم (مجیب الرحمن شاہ صاحب) ۲۵/=
★ فیضان محبت (مرتبہ مولانا قمر الزماں صاحب) ۲۳/=
★ فضیلت گشت (مولانا حکیم انیس الحق قاسمی) ۱/-
★ کشف الظلام فی تحقیق الالف واللام (مفتی محمد ارشاد قاسمی) ۱/۲۵
★ گنجینۂ اقوال (سعید اے شیخ) ۸/-
★ منہاج العابدین اردو (حضرت امام غزالیؒ) ۲۵/-
★ مشاہیر کے آخری کلمات جناب زاہد حسین صاحب ۲۰/-
★ نبی خاتم اور دین کامل (مولانا سید ابو الحسن علی ندوی) ۵/=
★ نالۂ نیم شبی بقیہ کلام و نئی نظموں کا مجموعہ (ام ہانی صاحبہ) ۱۲/=
★ وہابی کون ہے؟ مولانا مطیع الحق صاحب ۳/۵۰
★ ہادی اعظم (مولانا محمد کاظم ندوی) ۵/-
★ یاد رفتگاں علامہ سید سلیمان ندویؒ ۳۰/-
★ سیرت عبد الرحمن بن عوفؓ ابن عبد الشکور ۵/-
★ سیرت زینب، رقیہ، ام کلثومؓ ابن عبد الشکور ۵/-
★ رتنی حصہ دوم ۴/= ★ نوائے مشرق سید احمد صاحب ۳۰/=
★ اسلامی انسائیکلو پیڈیا (دوم) جناب محمد یامین قریشی ۴۰/=
★ اسلامی ثقافت (ڈاکٹر نصیر احمد ناصر) ۶۵/= ★ ذہن اسلام ۱۲/=
★ سلسلۂ کوثر (آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر) مکمل ۳ جلدیں ۱۵۰/=

الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

ALFURQAN MONTHLY
31, NAYA GAON WEST
LUCKNOW-226018 (INDIA)
Phone:-45547

Regd. No. LW/NP-62
Vol. 56 No. 1
January, 1988

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
ماہنامہ
الفرقان
لکھنؤ
مدیر
خلیل الرحمن سجاد ندوی
قیمت
3/50

سرپرست
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

مدیر
خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

جلد ۵۶ ۔ شمارہ ۲

فروری ۱۹۸۸ء

مطابق

جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ

نگاہ اولیں	مدیر	۲
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی	۱۲
ایک مختصر اور جامع ہدایت نامہ	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۳
اصلاح معاشرہ اور نظام قضا کا قیام	مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	۲۵
یاد رفتگاں	مولانا محمد منظور نعمانی	۳۶

سالانہ چندہ

اندرون ملک ـــــ ۳۵/=

بنگلہ دیش ـــــ ۴۰/=

پاکستان ـــــ ۸۰/=

دیگر ممالک ذریعہ بحری ڈاک ۹۰/= یا ۶/= پونڈ

" " ہوائی ڈاک ۱۸۰/= یا ۱۰/= پونڈ

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کیلئے سالانہ چندہ ارسال کریں ـــــ یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا ۔

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ
ادارہ اصلاح و تبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور

ہمارا پتہ : ماہنامہ الفرقان ۔ ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

محمد حسان نعمانی پرنٹر پبلشر نے نامی پریس میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

ہمارے بہت سے قارئین اور متعدد اہل علم کو یہ جاننے کا اشتیاق ہوگا کہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں برصغیر ہند و پاک کے اکابر اہل علم و فتویٰ کے فیصلہ سے عام مسلمانوں کو باخبر کرنے کے لئے الفرقان کی حالیہ خصوصی پیش کش کا کیا ردعمل ہوا؟ بہت سے لوگوں نے ہم سے براہ راست یہ سوال کیا ہے اور ہمارا اندازہ ہے کہ، فطری طور پر یہ سوال بہت سے لوگوں کے ذہن و دماغ میں گردش کر رہا ہوگا اس لئے اس سلسلہ میں جو کچھ اب تک ہمارے علم میں آیا ہے ذیل کی سطروں میں ہم اس سے اپنے قارئین کو باخبر کرنا چاہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت بھی اور آئندہ بھی مبالغہ یا غلط بیانی کے شائبہ سے بھی محفوظ رکھے اور خوش فہمی اور عجب سے بھی۔

سب سے پہلے تو یہ عرض کر دوں کہ ایرانی فتنہ کے بارے میں گذشتہ ۵ سال میں الفرقان میں جو کچھ لکھا گیا، پھر اس کا جو ردعمل ہوا، وہ مجھ جیسے نو وارد اور مبتدی کے لئے ایک نہایت ضروری اور سبق آموز تجربہ تھا جس سے مجھے عملی طور پر بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ آیئے پہلے میں اپنا یہ سبق آپ کو بھی سنا دوں۔

۵ سال کی یہ تاریخ جس میں ملک کے مختلف شہروں اور دنیا کے مختلف ملکوں کے لوگوں سے جو زبانی گفتگو ہوئی ہزاروں کی تعداد میں جو خطوط آئے اور مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے بیشمار اخبارات و رسائل نے صراحت کے ساتھ یا اشاروں کی زبان میں الفرقان اور صاحب الفرقان کے اس رویہ پر جو کچھ لکھا اگر اس کا پورا ریکارڈ محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے تو یقیناً کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ سر دست تو حوالہ کے لئے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ جب الفرقان میں اس موضوع پر لکھنا شروع کیا گیا تو وہ لوگ شاید انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جنھوں نے اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کیا اور اس کام کو سراہا، البتہ چاروں طرف سے مخالفت، تردید، شکوک و شبہات، الزام تراشی اور طعن و تشنیع کا جو سیلاب اٹھا، اس کا اندازہ کرنا بھی ان لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے جنھوں نے اس

سیلاب کو خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، بے شمار لوگوں نے زبان وقلم سے ہم لوگوں کو امریکی واسرائیلی ایجنٹ قرار دیا بہت سوں نے ہمیں سعودی حکومت کا کاسہ لیس بتایا، کچھ لوگوں نے ہمارے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے کہا کہ "یہ لوگ اپنی شکست خوردہ ذہنیت کی وجہ سے اسلامی انقلاب کو ناممکن سمجھتے ہیں اسی وجہ سے یہ بیچارے یہ یقین ہی نہیں کر پا رہے ہیں کہ ایران میں اسلامی انقلاب برپا ہو چکا ہے" انگریزی میں شائع ہونے والے ایک اخبار نے موجودہ حالات میں اس موضوع پر کتاب کی تصنیف کو بے ضرورت بلکہ مضر زیادہ مفید کم قرار دیا ـــــ اور لاکھوں بلکہ کروڑوں سادہ لوح مسلمان ان باتوں سے متاثر بھی ہوئے حتی کہ پر جوش لوگوں نے تار اور خطوط کے ذریعہ ہمیں "بدترین انجام" کی دھمکیاں بھی دے ڈالیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندہ کے دل و دماغ پر ایرانی فتنہ کے ناپاک اور خطرناک ارادوں کو منکشف کر دیا تھا اور امت مسلمہ کو، اور حرمین شریفین کو اور اسلام کو جو خطرہ اسلامی انقلاب کے غلاف میں ملبوس اسلام کے بدترین دشمنوں سے درپیش ہے، اس سے امت کے عوام و خواص کو باخبر کرنے کا زبردست داعیہ اپنے جس بندہ کے اعصاب پر طاری کر دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق و عنایت سے اور اسی کے بخشے ہوئے صبر و استقامت کے سہارے حسب توفیق وہ بندہ اپنے کام میں لگا رہا اور روتا رہا، کڑھتا رہا، اپنی بے سروسامانی اور بے طاقتی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے امت کی ہدایت اور حفاظت کی بھیک مانگتا رہا۔

ایرانی انقلاب اور اس کے قائدین کے ارادوں کے بارے میں جو خوش فہمیاں اور خوش گمانیاں ۴-۵ سال پہلے تک عام مسلمانوں کو تھیں، کہا جا سکتا ہے کہ بڑی حد تک اب وہ زائل ہو چکی ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ جو لوگ اس موضوع پر مسلسل بولنے اور لکھنے کو غیر ضروری سمجھ رہے تھے، اور اسے روایتی مولویانہ تنگ نظری کی علامت اور ضرورت سے زیادہ حساسیت اور قنوطیت کا نتیجہ قرار دے رہے تھے وہ اب خود صفحے کے صفحے اسی موضوع پر لکھ رہے ہیں۔ اور اب شاید ہی کوئی اسلامی اخبار یا رسالہ ایسا ہو جس میں اس بارے میں کم و بیش وہی باتیں نہ کہی جا رہی ہوں جن کا سننا بھی کچھ دن پہلے بہت سے لوگوں کے لئے مشکل تھا۔ اس سال حج کے موقع پر ایرانیوں نے جو کچھ کیا خصوصاً اس نے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں، اور جو لوگ اعتماد و تصدیق کے بجائے ہر بات کے لئے کسی محسوس نشانی یا دلیل

کے طالب رہتے ہیں، اور جن کے لئے اپنے ذوق کے خلاف کسی بات کو تسلیم کرنا بہت مشکل ہوا کرتا ہے وہ بھی مکہ مکرمہ میں ہونے والے اس خونریز ہنگامہ کے بعد کسی نہ کسی حد تک، ایرانیوں کے ارادوں اور ان کے رخ کو محسوس کرنے لگے ہیں۔

بلاشبہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اس سنت کی تصدیق و تطبیق ہے جسکے بموجب جب کبھی دنیا میں حق کی دعوت قائم ہوتی ہے تو تکوینی طور پر باطل کو بھی ابھرنے اور پھیلنے کا موقع دیا جاتا ہے، جسکے نتیجہ میں اول اول تو باطل حق پر اسطرح چھاتا ہوا نظر آتا ہے جیسے پانی پر سیلاب کا جھاگ اور دھات پر میل کچیل لیکن بالآخر جھاگ اڑجاتا ہے اور میل کچیل بھی غائب ہوجاتا ہے، پانی اور دھات باقی رہ کر لوگوں کے فائدہ اور راحت کا سبب بنتا رہتا ہے، اسی طرح باطل بھی آہستہ آہستہ غائب ہوجاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے، (فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض)

پس یہ جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایران کے باطل پروپیگنڈے کے اثرات مضمحل ہو رہے ہیں اور لوگ حقیقت سے آشنا ہوتے جارہے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسی نظام کا نتیجہ اور اسی کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو عالم اسباب میں اپنی قدرت کے اظہار اور اپنی سنت کی تطبیق کے لئے اور حق کی خدمت واشاعت کیلئے اپنے کرم سے استعمال فرمالیا وہ اس توفیق پر اپنے اس کریم رب کے سامنے سربسجود ہیں۔ اور اس کے سامنے دست بدعا ہیں کہ بار الٰہ آپ اپنے دین کی سربلندی اور امت اور دین کی حفاظت کیلئے کسی کے محتاج نہیں لیکن آپ ان مبارک مقاصد کی تحمیل کے لئے جن بندوں کا انتخاب فرمالیتے ہیں، اور ان سے کام لے لیتے ہیں، ان کا نصیب روشن ہوجاتا ہے اور ہر قسم کی سعادتیں ان کے قدم چومتی ہیں بس اے اللہ ہمیں بھی محض اپنے کرم سے حق کی اشاعت وحمایت و باطل کو دفع کرنے کے لئے استعمال فرمائے! اور ہمیں ریا اور عجب سے اور اپنے بارے میں خوش فہمی سے محفوظ رکھ۔

یہ ہے وہ سبق جو اس مبتدی اور طفل مکتب نے مکتب عشق میں داخلہ کے بعد گذشتہ پانچ سال میں سیکھا، دین کا درد، امت کا غم دیکھا، خطرات کو محسوس کرکے تڑپنا دیکھا، مقدور بھر کوشش کرنا دیکھا الزامات اور طعن وتشنیع کی بوچھار میں صبر و استقامت اور برا بھلا کہنے والوں کو دل سے معاف کرکے

انکے لئے عذر تلاش کرنے اور دعائیں کرنے کا اہتمام دیکھا ایسا بار بار ہوا۔ تیر و تفنگ کی بارش سے ہم لوگ گھبرا جاتے اور اس بندۂ خدا سے کچھ اور کہنے یا اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت مانگتے تو تسلی کے کچھ کلمات کہہ کر وہ بندہ خدا ہمیں پھر کام کی طرف متوجہ کر دیتا، اور ان لوگوں کی خوبیاں بیان کرکے ان سے بدگمانی کے اثر کو دل سے زائل کرنے کی کوشش میں لگ جاتا۔

...... کتابوں میں بہت پڑھا تھا کہ اللہ کے باتوفیق بندوں اور وارثین انبیاء علیہم السلام کو درد و غم کس قدر ملتا ہے؟ اور عالی حوصلگی، استقامت، بلند ہمتی اور عفو و صبر کے اعتبار سے ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی کوشش کو کس طرح قبول حسن عطا فرماتا ہے؟ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ ۵ سال کے اس مختصر سے دور میں یہ سب عملی طور پر دکھا کر نعمت اور حجت دونوں تمام فرمادی ہے۔ اب شاید ہی کوئی عذر اس دربار میں سنا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سبق کو زندگی بھر یاد رکھنے کی توفیق بھی عطا فرمادے۔

اب اصل موضوع کی طرف واپس آتا ہوں ـــ الفرقان کا خاص نمبر جس میں والد ماجد مدظلہٗ کے استفتار کے جواب میں خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں برصغیر کے اکابر اہل علم وفتویٰ کا متفقہ فیصلہ شائع ہوا جس دن پریس سے آیا اسی دن راقم الحروف کو الہ آباد جانا تھا، ہم سب کے مخدوم و مشفق عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتابگڈھی دامت فیوضہم وبرکاتہم ان دنوں الہ آباد ہی میں مقیم تھے، ان کی خدمت میں حاضری ہوئی تو نمبر کا ایک نسخہ راقم سطور نے پیش خدمت کیا، حضرت مولانا نے جس قدر و محبت کے ساتھ اسے لیا اور پھر خمینی اور شیعیت کے فتنہ سے امت کی حفاظت کے لئے حضرت والد ماجد مدظلہٗ کی مساعی کے بارے میں جو کلمات ارشاد فرمائے انھیں سن کر راقم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت مولانا مدظلہٗ نے فرمایا:

> اپنے اس ضعف اور بیماری کے باوجود الفرقان میں اس بارے میں آپکے والد صاحب جو کچھ لکھتے ہیں اور تم جو کچھ لکھتے ہو اسے حرفاً حرفاً پڑھتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔
>
> مولانا منظور صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے چن لیا ہے"۔ انھیں مبارک ہو"

حضرت مولانا بار بار اپنے مخصوص انداز میں یہ بات ارشاد فرماتے رہے اور دعاؤں اور محبتوں سے

نوازتے رہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کی زبانی یہ تائیدی کلمات سن کر جو خوشی جو اطمینان اور جو تقویت حاصل ہوئی ہیں اسے لفظوں میں بیان کرنے سے بالکل قاصر ہوں۔

تھوڑے ہی دن بعد ہندوستان کے مختلف شہروں سے خطوط کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا جن سے معلوم ہوتا رہا کہ ہر جگہ کے علماء کرام اس کوشش کو بنظر تحسین دیکھ رہے ہیں۔

بعض جگہ سے تو حضرات اہل علم کی تصدیقی دستخطیں حاصل کر کے بھیجنے کا بھی اہتمام کیا گیا (آندھرا پردیش میں علماء کی ایک تنظیم مجلس علمیہ ہے۔ اس نے تقریباً ۵۰ علماء کرام کی تصدیقات بھیجیں جو کتابی ایڈیشن میں شامل کردی گئی ہیں۔)

ہمارے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قدیم استاذ اور کلیۃ الشریعہ کے وکیل اور تعمیر حیات کے نگران اعلیٰ مخدوم گرامی مولانا ابوالعرفان ندوی صاحب نے اس نمبر کے مطالعہ کے بعد راقم الحروف سے فرمایا کہ:

"ہمارا خیال یہ تھا کہ اگرچہ اثنا عشریوں کے عقائد موجب کفر ہیں لیکن چونکہ ہمارے علماء نے انکی تکفیر نہیں کی ہے، اسی وجہ سے مجھے بھی فتویٔ تکفیر میں کچھ تردد تھا۔ اب نمبر کے مطالعہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ ہمارا یہ خیال صحیح نہیں تھا، لہٰذا اب مجھے فتویٔ تکفیر سے پورا اتفاق ہے۔" میں نے عرض کیا اگر جناب کوئی تحریر عنایت فرمادیں تو ہم اسے الفرقان میں اس تفصیل کے ساتھ شائع کردیںگے چنانچہ مولانا نے حسب ذیل عبارت استفتاء کے جواب کے طور پر تحریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء میں مذہب شیعی امامیہ اثنا عشریہ کے جو عقائد بیان کئے گئے ہیں اور اس فرقہ کی مستند کتابوں سے جن کی تصدیق ہوتی ہے ان کی بنیاد پر اس فرقہ کی تکفیر صحیح ہے۔ ابوالعرفان ندوی

وکیل کلیۃ الشریعہ واصول الدین

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہندوستان کے مختلف علاقوں سے جو متعدد خطوط آئے ان سب کو نقل کرنا تو ممکن نہیں ہے تاہم ذیل کی سطروں میں ہم ایک خط کے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں جو سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا قاضی سعید الدین مدظلہ العالی کا ہے۔ حضرت مولانا نے حضرت والد ماجد مدظلہ

نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے :

الفرقان کا خصوصی تازہ شمارہ بالاستیعاب دیکھا۔ اللہ تعالیٰ آپکی کاوشوں کو بے انتہا قبول فرماکر انکا بے حساب اجر عطا فرمائے ۔ عمر کے اس دور میں متعدد اعذار کی موجودگی میں اس قسم کا دقیق و ٹھوس کام ہو جانا امت کی خیر خواہی کے بھر پور جذبہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ احقر نے جناب کی عمر کے اکثر لکھے پڑھے متدین حضرات کا حال یہ دیکھا ہے کہ صرف فرائض کی ادائیگی بھی انکے لئے نہایت درجہ مشکل ہو گئی ہے ۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے فہم سلیم سے نوازا ہے اور ان میں قبول حق کی صلاحیت بھی رکھی ہے ۔ بالفاظ دیگر جن کے لئے ہدایت کے دروازے بند نہیں کئے گئے ان کے لئے تو جناب کی خالص علمی تصنیف "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" ہی بہت کافی تھی جسنے بھی اس کتاب کا سنجیدگی کے ساتھ جماعتی عصبیت سے الگ ہو کر مطالعہ کیا ہوگا اس پر ایرانی انقلاب اس کے قائد اور شیعیت کی حقیقت پوری طرح کھل گئی ہوگی ۔ حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم کی مثال اسکی واضح دلیل ہے لیکن جن حضرات کیلئے ہدایت کے دروازے بند کر دیئے گئے یا جنھوں نے عصبیت کے جذبہ سے کتاب کا مطالعہ کیا ان کو اس واضح اور مدلل کتاب سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا ۔ بلکہ انھوں نے اپنی کم علمی اور نا اہلی کا اظہار کرتے ہوئے اسکے رد میں مضامین اور رسالے تصنیف کر ڈالے ۔ اس رد کی حقیقت کیا تھی ؟ اور اسکو رد و تنقید کا نام بھی دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ اہل علم اس سے خوب واقف ہیں واقعہ یہ ہے کہ جناب کی کتاب کا رد لکھنے والوں نے کتاب میں لکھے ہوئے حقائق پر تو کچھ بحث نہ کی بس شروع سے آخر تک بالکل غیر متعلق جذباتی بحث کرتے چلے گئے اور جواب تیار ہو گیا ۔

"ایرانی انقلاب ..." کے مطالعہ ہی سے اہل فہم حضرات اس انقلاب کے خطرناک عزائم خمینی کی اسلام دشمنی اور شیعیت کی زہرناکی سے واقف ہو چکے تھے ۔ لیکن اس کے بعد بھی مسلمانوں کی اکثریت شیعیت کو اسلام ہی کا ایک فرقہ سمجھتی رہی حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے ۔ الفرقان کے خصوصی شمارہ میں جناب نے خمینی اور شیعوں کی تکفیر پر جو مواد جمع فرما دیا ہے وہ وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہے ، بلکہ قیامت تک امت کی راہ نمائی کا سامان بھی اسمیں پوری طرح موجود ہے ۔ بندہ کا تاثر تو یہ ہے کہ آنجناب کا تحریر کردہ صرف مقدمہ ہی شعور کی بیداری کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو قاری کو خمینی اور اثنا عشریوں کے کفر میں شک کرنے کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں رہے گی ۔ پھر حضرت اقدس نے جس محققانہ انداز میں استفتاء مرتب فرمایا ہے وہ جناب کی شان عالی کے عین مطابق ہے ۔ اس کو پڑھ کر قاری یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ صرف استفتاء ہی نہیں

بلکہ ایک اہل اللہ محقق کے عمیق مطالعہ کا نچوڑ بھی ہے جس کی دوربین نگاہیں ایرانی انقلاب کے پردہ میں چھپے ہوئے عظیم فتنہ کا قبل از وقت مشاہدہ کر رہی ہیں اور وہ اللہ والا اسلام اور اہل اسلام کو اس فتنے سے بچانے کے لئے نہایت بےچین و بےقرار ہے
جناب عالی کے استفتاء پر ہند و پاک کے بیشمار علماء کا شیعوں کے کفر پر متفق ہو جانا بجائے خود ایک مضبوط دلیل ہے شیعوں کے کافر ہونے کی کیونکہ حدیث پاک کے مطابق امت مسلمہ کا ضلالت و گمراہی کی بات پر متفق ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر یہ صرف علماء وقت کا متفقہ فیصلہ ہی نہیں ہے، بلکہ ہر زمانے کے علماء یہی فتویٰ دیتے آئے ہیں۔ جیسا کہ جناب نے بھی بعض متقدمین کے فتاوے نقل فرمائے ہیں۔ ان تمام حقائق کے سامنے آجانے کے بعد بھی خمینی اور شیعوں کے بارے میں نرم پالیسی اختیار کرنا بندہ کے نزدیک ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ جو حضرات اور جماعتیں ان حقائق سے صرف نظر کرتے ہوئے اب تک ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب سے تعبیر کر رہی ہیں اور ان کی زبانیں اسلام دشمن قائد انقلاب کی تعریفوں سے نہیں تھکتی ہیں اور جو اب بھی شیعہ سنی اختلاف کو حنفیت اور شافعیت کی طرح محض مسلک کا اختلاف سمجھ رہے ہیں ایسے حضرات اپنے خیال میں کیسے ہی مخلص ہوں اور ان کے دلوں میں اسلامی اقتدار کے کتنے ہی جذبات موجزن ہوں بہر حال وہ اسلام دوستی کے پردہ میں اسلام کے ساتھ سخت دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں اور اسلام اور امت مسلمہ کو ایسا شدید ترین نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ ایک طرف یہ لوگ ہیں جو متقدمین و متاخرین تمام علماء سے الگ راستہ اختیار کرتے ہوئے شیعوں اور خمینی کو مومن کامل اور حکومت الٰہیہ کا بانی سمجھ رہے ہیں اور اپنے اس خیال باطل کی بھرپور اشاعت بھی کر رہے ہیں۔ حالانکہ نہ انھوں نے شیعوں کی اصل کتب کا مطالعہ کیا ہے، نہ علم و تقویٰ میں ہی ان کو کوئی مقام حاصل ہے۔ دوسری طرف شیعوں کو کافر و مرتد قرار دیکر ان کو خارج از اسلام بتلانے والے وہ اہل علم متقدمین و متاخرین ہیں جنھوں نے جذباتی رو میں بہہ کر یہ حکم نہیں لگایا، بلکہ اثنا عشریہ کی بنیادی کتب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور ان کا علم و تقویٰ اور تکفیر میں احتیاط بھی امت کے نزدیک مسلم ہے۔ معمولی فہم والا بھی آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان اکابر کے مقابلہ میں خمینی اور اثنا عشریوں کی حمایت و تائید کرنے والوں کی رائے کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انکی رائے کو جذباتی رائے سے زیادہ اہمیت دی جا سکتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ "اصلی اور نسلی مسلمان" کی اصطلاح ایجاد کرنے والوں کے نزدیک عقیدہ تحریف قرآن انکار عقیدہ ختم نبوت در پردہ عقیدہ امامت اور عقیدہ کفر شیخین و جمیع صحابہ کے باوجود بھی کوئی صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی اسلامی اسپرٹ رکھنے والا کامل ترین مومن بھی ہو سکتا ہے

بہر حال آنجناب نے اپنی معرکۃ الآرار تصنیف "ایرانی انقلاب ...." اور الفرقان کے خصوصی شمارہ کے ذریعہ خمینی اور اثنا عشری شیعوں کے قطعی کافر و مرتد ہونے پر اسلاف کی کتابوں کے اقتباسات اور سیکڑوں اکابر علمار ہند و پاک کے فتوے شائع فرماکر اتمام حجت کر دی ہے اور تمام علمار کی طرف سے ایک بڑا فرض ادا کر دیا ہے ۔ بندوں کے اختیار میں جو کچھ تھا وہ جناب نے بحسن وخوبی کرلیا۔ ہدایت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

فقط والسلام

احقر قاضی سعید الدین

پاکستان کے حالات سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ آجکل پاکستان ایرانی سازشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور وہاں کی حکومتی وانتظامی مشنری پر بھی شیعیت کا زبردست اثر ہے ۔ چنانچہ وہاں اسوقت شیعیت کے بارے میں اور خمینی اور اسکے پیروکاروں کے بارے میں کچھ کہنا آسان کام نہیں لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے باتوفیق بندے پوری جرأتمندی وعالی ہمتی کے ساتھ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے میدان میں ہیں ۔ حضرت والد ماجد مدظلہ کی کتاب ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت کے جب دو ہی تین ایڈیشن ہندوستان میں شائع ہوئے تھے، اس وقت تک پاکستان میں اس کے ۴۰-۵۰ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے ۔ وہاں مختلف دردمند مسلمانوں نے حسب استطاعت کتاب خرید کر یا اپنی لاگت پر اسے چھپوا کر سرکاری ملازموں، طلبہ، فوج اور دوسرے طبقوں میں تقسیم کرنے کا بھی اہتمام کیا تھا ۔۔۔ اب الفرقان کا یہ خاص نمبر پاکستان پہونچا تو وہاں کے مستند دینی وعلمی حلقوں میں اس کا بھی جس طرح استقبال کیا گیا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے مؤقر ترین دینی جریدہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ترجمان ماہنامہ بینات (کراچی) کے مدیر اعلیٰ محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے اہتمام سے فوراً اس نمبر کا فوٹو کرا کے بینات کے خاص نمبر کی حیثیت سے شائع کر دیا گیا۔ اس کے تعارف کے لئے مولانا موصوف نے جو مختصر سا ابتدائیہ تحریر فرمایا ہے اسکی آخری سطریں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے ۔

" شیعیت اپنی اسلام دشمنی اور نفاق پروری کے باوجود ہمیشہ تقیہ کے سیاہ و دبیز پردوں میں مستور رہی جب اس نے نمود وظہور کی ذرا سی کوشش کی، اس کے کفریہ عزائم ہر کس وناکس کے سامنے کھل گئے

اور وہ فوراً دوبارہ تقیہ کا نقاب سیاہ اوڑھنے پر مجبور ہو گئی۔ یہی حادثہ شیعیت کو ہمارے دور میں شیعہ امام خمینی کے ذریعہ پیش آیا، امام خمینی نے مرکز شیعیت۔ ایران میں اقتدار حاصل کر لیا تو نظریہ "ولایت فقیہ" کے تحت شیعیت نے پر پرزے نکالنے شروع کیے، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ العالی نے "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" لکھ کر خمینی و شیعی تحریک کے اصل خط و خال اجاگر کر دیے۔ اور اب اس موضوع پر یہ انکی دوسری کتاب ہے جو الفرقان کے خاص نمبر کی شکل میں آئی ہے۔ اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ یہ پندرہویں صدی کے اوائل میں وہ خاص تجدیدی کارنامہ ہے جس کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت موصوف کو ارزانی فرمائی ہے، ہم اسے بینات کے خاص نمبر کی حیثیت سے من وعن شائع کر رہے ہیں یہ گویا اس کا پاکستانی ایڈیشن ہے۔ جو حضرات اس کو تقسیم کرنا چاہیں ہم انھیں قریباً اصل لاگت پر مہیا کریں گے — واللہ الموفق

قارئین الفرقان کو یاد ہو گا چند سال قبل من الظلمات الی النور کے زیر عنوان ایک نو مسلم کی عبرت آموز داستان شائع کی گئی تھی، یہ نو مسلم سابق کرشن لال اور موجودہ غازی احمد صاحب (پاکستان) ہیں۔ ان کا ایک خط بھی ہم ذیل میں شائع کر رہے ہیں۔

"الفرقان کا تازہ شمارہ موصول ہوا، الحمد للہ مطالعہ کی سعادت سے فیض یاب ہوا بفضل اللہ تعالیٰ آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جناب نے ایک عظیم دینی خدمت کا فریضہ سر انجام دیا ہے۔ یہ خدمت موجودہ وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔

جب سے دنیا میں اسلام کا آغاز ہوا ہے یہود و نصاریٰ اس دین میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ دین بھی سابقہ ادیان کی طرح محرف ہو جائے مگر ع

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

یہود نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں خرابی پیدا کرنے کی کوشش میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ عبداللہ بن سبا یہودی کو محبت اہل بیت کا جامہ پہنایا گیا اور مسلمانوں میں اختلاف کا بیج بو یا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہر دور میں ...... جیسے حضرات پیدا فرماتے رہے جو صحابہ کرام کی عظمتِ شان کو اجاگر کرتے رہے۔ میں تو نہ کسی سنی کے گھر پیدا

ہوا نہ کسی شیعہ کے گھر۔ عالم رویا میں براہ راست صاحب اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اسلام قبول کیا اور حرم شریف میں تمام صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر دیکھا۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اگر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی دل میں بغض ہو تو ذرہ بھر بھی تعلق باقی نہیں رہ جاتا اور انسان سزاوار جہنم ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی غیر مسلم مجھ سے دریافت کرے کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کیا دلیل رکھتے ہو تو میرا ایک ہی جواب ہوگا کہ حضرات صحابہ آپکی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ کی سب سے روشن دلیل ہیں۔ صحابہ کرام کے خلاف دل میں بغض رکھنے والا عبداللہ بن سبا یہودی کا پیروکار ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بہرحال الفرقان نے دلی جذبات کو تروتازہ کر دیا۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں دعا ہے کہ وہ کریم ذات ایک بار آپکی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

۱۶، ۱۷، ۱۸ جنوری کو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کا سالانہ تبلیغی اجتماع تھا، یہ راقم الحروف اس میں شرکت کیلئے حیدرآباد سے براہ کلکتہ ۱۴ کو ڈھاکہ پہنچ گیا۔ تقریباً ۱۵ دن ڈھاکہ کے قیام کے دوران بنگلہ دیش کے بہت سے حضرات علمائے کرام سے ملاقات ہوئی۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ حضرت والد ماجد مدظلہ کی کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" کا بنگلہ زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے اور بہت اہتمام کیساتھ کتاب کا بنگلہ ایڈیشن چھپ بھی گیا ہے۔ کتاب کا ترجمہ مولانا محی الدین صاحب مدیر ماہنامہ "مدینہ" چاٹگام نے کیا ہے جو وہاں کے معروف صاحب قلم ادیب ہیں اور ہمارے اکابر سے بہت عقیدتمندانہ تعلق رکھتے ہیں بنگلہ دیش میں الفرقان سے پہلے بینات والا خاص نمبر پہنچ چکا تھا راقم سطور نے ان حضرات کیخدمت میں الفرقان کے خاص نمبر کا کتابی ایڈیشن پیش کیا۔ ان حضرات نے خصوصاً مولانا مفتی اظہار الاسلام صاحب اور مولانا محی الدین صاحب نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی کہ وہ حضرت والد ماجد مدظلہ کے استفتا کے جواب میں بنگلہ دیش کے اکابر اہل علم وفتوی سے جوابات لکھ کر ہمیں ارسال فرمائیں گے، اور ان جوابات کو شامل کر کے پوری کتاب کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کر کے جلد از جلد شائع کریں گے۔

بہرحال یہ ہے ایک جھلک اس "قبول حسن" کی جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کی اس کوشش کو عطا فرمائی فلہ الحمد ولہ المنۃ، اللھم زد فزد!

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

کتاب المناقب و الفضائل (۱۴)

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۲)

عن ابی موسی الاشعری، قال: کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائطٍ من حِیطان المَدِینَۃِ، فجاء رجل فاستفتح، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اِفتح لَہٗ وبشِّرہٗ بالجنّۃ"، فَفَتحتُ لَہٗ، فاذا ابوبکر، فَبَشَّرتُہٗ بِمَا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحَمِدَ اللہ، ثم جاءَ رجُلٌ فاستَفتَحَ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اِفتَح لَہٗ وبشّرہٗ بالجنّۃ"، ففتحتُ لَہٗ، فاذا عمرُ، فَاَخبَرتُہٗ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحَمِدَ اللہ، ثم استَفتَحَ رجل، فقال لی "افتح لَہٗ وبشرہٗ بالجنۃ عَلٰی بَلوٰی تُصِیبُہٗ" فاذا عثمان فاخبرتہ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فحمد اللہ، ثم قال اللہ المستعان ——— رواہ البخاری ومسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ کے ایک باغ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو ایک شخص آئے اور انھوں نے دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ان کے لئے دروازہ کھولدو، اور ان کو جنت کی خوشخبری دو، تو میں نے اس شخص کے لئے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں، میں نے ان کو جنت کی بشارت دی، تو اس پر انھوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا) پھر ایک اور شخص آئے اور انھوں نے بھی دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کے لئے دروازہ کھول دو اور جنت کی خوشخبری تو میں نے ان کے لئے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ عمرؓ ہیں تو میں نے ان کو وہ بتلایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو انھوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا) پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دو ایک بڑی مصیبت پر جو ان کو پہونچے گی (تو میں نے دروازہ کھول دیا) تو دیکھا کہ وہ عثمانؓ ہیں، تو میں نے ان کو وہ بتلایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو انھوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا) پھر کہا اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ (یعنی آنے والی مصیبت کے لئے میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں) ـــــ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: حدیث میں باغ کے لئے حائط کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، حائط اس باغ کو کہا جاتا ہے جو چہار دیواری سے گھیر دیا گیا ہو، اس میں داخلہ کے لئے دروازہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں یہ واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی ایسے ہی باغ میں تشریف فرما تھے، اور اس وقت صرف ابوموسیٰ اشعری آپؐ کے پاس تھے (اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ دروازہ کی حفاظت کریں اور کسی کو بغیر اجازت کے اندر نہ آنے دیں۔) ـــــ تو اس وقت کسی شخص نے دروازہ کھلوا کر اندر آنا چاہا، تو آپؐ نے ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ ان کے لئے دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دیدو ـــــ ابوموسیٰ اشعری کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دروازہ کھلوانے والے کون صاحب، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ ابوبکرؓ

ہیں، تو ابو موسیٰ نے ان کو وہ بتلایا جو حضورؐ نے فرمایا تھا اور جنت کی بشارت دی، تو جیسا کہ حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، انھوں نے جنت کی بشارت سن کر اللہ کی حمد کی اور شکر ادا کیا، پھر حضرت عمرؓ نے دروازہ کھلوا کر اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ابو موسیٰ سے وہی فرمایا جو اس سے پہلے ابو بکرؓ کے لئے فرمایا تھا، ان کو معلوم نہ تھا کہ اب یہ دروازہ کھلوانے والے کون صاحب ہیں، دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ عمرؓ ہیں تو انھوں نے ان کو جنت کی بشارت دی، انھوں نے بھی بشارت سن کر اللہ کی حمد کی اور شکر ادا کیا، اس کے بعد تیسرے شخص آئے اور انھوں نے بھی دروازہ کھلوا کر اندر آنا چاہا تو آپؐ نے ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دو ایک بڑی مصیبت پر جو ان پر آنے والی ہے ابو موسیٰ اشعری کو معلوم نہیں تھا کہ یہ آنے والے کون ہیں جب حضورؐ کے حکم کے مطابق دروازہ کھولا تو دیکھا کہ عثمان بن عفانؓ ہیں، تو انھوں نے ان کو وہ تبلایا جو حضورؐ نے فرمایا تھا اور ان کو جنت کی بشارت دی اور ساتھ ہی یہ کہ وہ ایک عظیم آزمائش اور مصیبت میں مبتلا ہوں گے، تو انھوں نے جنت کی بشارت پر اللہ کی حمد کی، شکر ادا کیا اور مصیبت کی بات سن کر کہا اللہ المستعان (کہ اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں) حضرت عثمانؓ پر آنے والی اس مصیبت کی کچھ تفصیل آگے ذکر کی جانے والی حدیثوں سے معلوم ہوگی۔

وعن ثُمامة بن حزم القُشَيري، قال شَهِدتُّ الدارحين اشرف عليهم عُثمانُ فقال اَنشُدُكُمُ اللهَ والاسلامَ هل تعلمونَ انّ رسول الله قَدِمَ المدينةَ وليس بها ماءٌ يُستَعذَبُ غيرَ بئرِ رُومةَ فقال: مَن يشتري بئرَ رُومةَ يجعلُ دَلوَهُ مع دِلاءِ المسلمين بخيرٍ لَهُ منها في الجنة." فاشتَرَيتُها من صُلبِ مالي وانتم اليومَ تَمنَعُونَني ان اشرَبَ مِنها حتى اَشرَبَ مِن ماءِ البحرِ؟ فقالوا: اللّٰهُمَّ نعم: فقال: اَنشُدُكُمُ اللهَ والاسلامَ، هل تعلمونَ انّ المسجدَ ضاقَ باهلِهِ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من يشتري بُقعةَ آلِ فلانٍ فيَزيدُها في المسجدِ بخيرٍ

لہ منہا فی الجنۃ؟ فاشتریتہا من صلب مالی فانتم الیوم تمنعونی ان اصلی فیہا رکعتین؟ فقالوا: اللّٰھم نعم. قال انشدکم اللہ والاسلام، ھل تعلمون انی جھزت جیش العسرۃ من مالی؟ قالوا اللّٰھم نعم، قال انشدکم اللہ والاسلام، ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی ثبیر مکۃ ومعہ ابوبکرؓ وعمرؓ وانا فتحرک الجبل حتی تساقطت حجارتہ بالحضیض، فرکضہ برجلہ قال: اسکن ثبیر! فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان قالوا! اللّٰھم نعم قال اللہ اکبر! شھدوا ورب الکعبہ انی شہید ثلاثا ——— رواہ الترمذی، والنسائی والدارقطنی

ثمامہ بن حزم قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے گھر پر اس وقت حاضر تھا جب انھوں نے بالاخانے کے اوپر سے (اپنے گھر کا محاصرہ کرنے والے باغیوں بلوائیوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: کہ میں تمھیں اللہ کا اور اس کے دین حق اسلام کا واسطہ دیکر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لائے تو وہاں بیر رومہ کے علاوہ شیریں پانی کا کوئی کنواں نہ تھا (اور وہ ایک یہودی کی ملکیت تھا وہ اسکا پانی جس قیمت پر چاہتا بیچتا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ "کون اللہ کا بندہ ہے جو بیر رومہ کو خرید کر سب مسلمانوں کو اس سے پانی پینے کی اجازت دیدے (یعنی عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دے) تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا" تو میں نے اس کو اپنے ذاتی مال سے خرید لیا (اور وقف کر دیا) اور آج تم لوگ مجھے اس کا پانی پینے سے روکتے ہو؟ جسکی وجہ سے میں سمندر کا سا کھاری) پانی پینے پر مجبور ہوں، تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا، اللّٰھم نعم (یعنی اے اللہ ہم جانتے ہیں کہ عثمان کی یہ بات صحیح ہے) ——— اس کے بعد

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں تمھیں اللہ کا اور اس کے دین حق اسلام کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ حضورؐ کی بنوائی ہوئی مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہوگئی تھی تو حضورؐ نے (ایک دن) ارشاد فرمایا "کون اللہ کا بندہ ہے جو فلاں گھرانے کے قطعہ زمین کو (جو مسجد کے برابر میں تھا) خرید کر ہماری مسجد میں شامل کر دے تو اللہ اس کو جنت میں اس سے بہتر قطعہ عطا فرمائے گا"، تو میں نے اس کو اپنے ذاتی مال سے خرید لیا (اور مسجد میں شامل کر دیا) اور آج تم لوگ مجھے اس بات سے روکتے ہو کہ میں اس میں دو رکعت نماز پڑھ سکوں؟ —— تو ان لوگوں نے کہا اللّٰھم نعم (اے اللہ بیشک ہم یہ بات جانتے ہیں کہ حضورؐ کے فرمانے پر عثمانؓ نے وہ قطعہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کیا تھا) —— اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے غزوۂ تبوک کے لشکر کے لئے اپنے مال سے ساز و سامان کیا تھا؟ ان لوگوں نے کہا اللّٰھم نعم (اے اللہ ہم یہ بات بھی جانتے ہیں) اسکے بعد حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ میں اللہ کا اور اس کے دین حق اسلام کا واسطہ دیکر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمھارے علم میں یہ بات ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے جبل ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ تھے اور میں بھی تھا تو پہاڑ حرکت کرنے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر اوپر سے نیچے کی جانب نشیب میں گرنے لگے، تو آپؐ نے ثبیر پہاڑ پر اپنا قدم مبارک زور سے مارا اور فرمایا "اسکن ثبیر" (اے ثبیر ساکن ہو جا) کیونکہ اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں" —— تو ان لوگوں نے کہا اللّٰھم نعم (خداوندا یہ واقعہ بھی ہمارے علم میں ہے) اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ اکبر! ان لوگوں نے بھی گواہی دی، (اسکے ساتھ حضرت عثمانؓ نے فرمایا) قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ میں شہید (ہونے والا) ہوں، یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی، دار قطنی)

تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انتخاب خلیفہ کے لئے ان کی بنائی ہوئی مجلس شوریٰ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب فرمایا تھا تمام صحابہ مہاجرین و انصارؓ نے ان کو اسی طرح خلیفہ تسلیم کیا جس طرح حضرت عمرؓ کو اور اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا ——— قریباً بارہ برس تک آپ خلیفہ رہے آپ کی خلافت کے آخری سالوں میں آپ کے خلاف وہ فتنہ برپا ہوا جس کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمائی تھی۔ یہ محاصرہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اس فتنہ کے سلسلہ کی آخری کڑی تھا، محاصرہ کرنے والے مصر اور عراق کے بعض شہروں کے باغی اور بلوائی تھے جن کو فتنہ پردازی کے ماہر ایک منافق یہودی عبداللہ بن سبا نے خفیہ سازشی تحریک کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا تھا (اس فتنے اور عبداللہ بن سبا کی خفیہ تحریک کی تفصیلات سیر و تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں)

جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا باغی بلوائیوں کا یہ محاصرہ اتنا شدید ہو گیا تھا کہ حضرت عثمانؓ مسجد شریف آکر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے اور آپؓ کو اور آپ کے گھر والوں کو پینے کا پانی نہیں پہونچ سکتا تھا، ان بلوائیوں کا مطالبہ تھا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یعنی خود اپنے آپ کو معزول کر دیں۔ حضرت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تاکیدی ہدایت کی بنیاد پر (جس کا ذکر آگے ایک حدیث میں آئے گا) ان لوگوں کے مطالبہ پر خلافت سے از خود دستبردار ہونے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس کے مقابلہ میں ان باغیوں بلوائیوں کے ہاتھوں مظلومیت کے ساتھ جان دے دینا اور شہید ہو جانا بہتر سمجھتے تھے۔

معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور حکومت کے فرمانروا تھے، اگر ان باغیوں کے خلاف طاقت کے استعمال کرنے کا فیصلہ فرماتے یا اس کی اجازت چاہنے والوں کو اجازت ہی دیدیتے تو یہ بغاوت پوری طرح کچل دی جاتی لیکن آپ کی فطرت اور طبیعت پر حیا کی طرح حلم کا بھی غلبہ تھا، نیز آپ اس کے لئے کسی طرح تیار نہیں تھے کہ آپ کی جان کے حفاظت کے لئے کسی کلمہ گو کے خون کا قطرہ زمین پر گرے اس لئے آپ نے آخری حد تک افہام و تفہیم کی کوشش کی اور آخر میں اتمام حجت کے طور پر وہ خطاب فرمایا جسے

اس حدیث کے راوی ثمامہ ابن حزن قشیری نے بیان فرمایا ہے جنھوں نے یہ خطاب خود اپنے کانوں سے سنا تھا اور محاصرہ کا وہ منظر آنکھوں سے دیکھا تھا ــــــ آخر میں حدیث کے الفاظ ورب الکعبۃ انی شہید ثلاثا (رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہونے والا ہوں یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خداداد ایمانی فراست اور کچھ غیبی اشارات سے (جن کا ذکر بعض روایات میں کیا گیا ہے) یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتنہ میری شہادت کا تکوینی انتظام ہے جس کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمائی تھی، اس لیے آپ نے مظلومانہ شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جانے کا فیصلہ فرمایا اور مظلومانہ شہادت اور قربانی کی ایک لاثانی مثال قائم کر دی ــــــ اسی سلسلہ میں وہ حدیث ناظرین کرام عنقریب پڑھیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے کے لیے کس طرح تیاری کی تھی۔

حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو خطاب ذکر فرمایا گیا ہے، اس کے آخر میں یہ واقعہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ مکہ کے قریب کے پہاڑ ثبیر پر ایک دن تشریف لے گئے تو پہاڑ میں ایک خاص قسم کی حرکت پیدا ہوئی تو حضورؐ نے زور سے قدم مبارک مارا اور فرمایا "اسکن ثبیر فانما علیک نبیؐ وصدیق وشہیدان" (اے ثبیر ساکن ہو جا اس وقت تیرے اوپر اللہ کا ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں) ــــــ اسی طرح کا واقعہ مدینہ منورہ میں احد پہاڑ پر بھی پیش آیا، جو حضرت انس کی روایت سے صحیح بخاری میں ذکر کیا گیا ہے حدیث کا متن یہ ہے،

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَعِدَ اُحُداً وابوبکر وعمر وعثمان، فَرَجَفَ بِھِمْ، فضربہ برِجْلِہٖ، فقال اُثْبُتْ اُحُدُ فانما علیک نبیؐ وصدّیقٌ وشہیدان ــــــ رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) احد پہاڑ پر چڑھے اور ابو بکر و عمر و عثمانؓ (بھی آپ کے ساتھ تھے)

احد پہاڑ ان کی وجہ سے کانپنے لگا (اور اس میں حرکت پیدا ہو گئی) تو حضورؐ نے اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا، اے احد! ٹھہر جا ساکن ہو جا اس وقت تیرے اوپر اللہ کا ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں (صحیح بخاری)

(تشریح) بلاشبہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہو جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ کو شہید فرمانا یہ آپ کا دوسرا معجزہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورؐ کی وفات کے قریباً بارہ سال بعد شہید ہوئے اور حضرت عثمانؓ قریباً چوبیس سال بعد بلاشبہ ان دونوں حضرات کے شہید ہونے کی اطلاع آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہی ملی تھی

عن عائشۃ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمان! انہ لعل اللہ یقمّصک قمیصاً فان ارادوک علیٰ خلعہ فلا تخلعہ لھم ۔۔۔۔۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) عثمان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اے عثمان! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک خاص قمیص پہنائے گا تو اگر لوگ اس قمیص کو تم سے اتروانا چاہیں تو ان کے کہنے سے تم اسکو نہ اتارنا

(جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ)

(تشریح) شارحین حدیث کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہی تھا کہ اے عثمان اللہ تعالیٰ تم کو خلافت کا خلعت عطا فرمائے گا اور پہنائے گا تو اگر لوگ تم سے اس خلعت کو اتروانا چاہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے منصب خلافت سے دستبردار ہو جانے کا مطالبہ کریں تو اس کو نہ ماننا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت و وصیت جامع ترمذی ہی میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے روایت کا متن یہ ہے:

عن ابی سھلۃ قال لی عثمان یوم الدار انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عھد الیّ عھدا فانا صابر علیہ ۔ رواہ الترمذی

ابو سہلہ سے روایت ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا اور وہ شہید کیے گئے اسی دن حضرت عثمانؓ نے مجھ کو بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک خاص وصیت فرمائی تھی، میں نے صبر کے ساتھ اس وصیت پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) یہ ابو سہلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ محاصرہ کے وقت حضرت عثمانؓ کے پاس تھے اور دوسرے ہمدردوں اور وفادار رفیقوں کے ساتھ وہ بھی چاہتے تھے کہ باغیوں کے خلاف طاقت استعمال کی جائے، غالباً یہی بات انھوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کی تھی، جسکے جواب میں حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کی اس ہدایت اور وصیت کا حوالہ دیا جو حضرت عائشہ کی مندرجہ بالا حدیث میں ذکر کی جا چکی ہے۔

یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خاص ہدایت اور وصیت تھی جسکی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں بلوائیوں کے مطالبہ پر خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس کے مقابلہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید ہو جانے کا فیصلہ فرمایا جسکی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر بار بار فرمائی تھی۔

عن ابن عمر أن النبي صلی الله عليه وسلم ذكر فتنة وقال يُقتل هذا فيها مظلوماً يعني عثمان ـــــ رواه الترمذي

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن اپنے خطاب میں) ایک عظیم فتنہ کا ذکر فرمایا، اور عثمانؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بندہ اس فتنہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید ہوگا۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) حدیث کا مطلب واضح ہے یہ ارشاد بھی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چوبیس سال بعد حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ برپا ہونے والا تھا اس فتنہ کی اور اس فتنہ میں انکی مظلومانہ شہادت کی خبر آپ نے صحابہ کرام کو دیدی تھی، ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی

کی وحی سے ہی ہوئی تھی ــــــ

عن مسلم بن سعید مولیٰ عثمان اِنَّ عثمان اعتق عشرین عبداً ودعا بسراویل فشدّھا علیہ ولم یلبسھا فی جاھلیۃٍ ولا اسلام وقال انی رایتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البارحۃ فی المنام وابابکر وعمر، فقالوا لی : اصبر فانک تفطر عندنا القابلۃ فدعا بمصحفٍ فنشرہٗ بین یدیہٖ فقُتل وھو بین یدیہ ۔

ــــــ رواہ ابن احمد والموصلی

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام مسلم ابن سعید سے روایت ہے کہ (جس دن حضرت عثمان شہید کیے گئے اس دن) انھوں نے بیس غلام آزاد کیے اور سراویل (پاجامہ) منگوایا (اور پہنا) اور اس کو بہت مضبوط باندھا، اور اس سے پہلے کبھی نہ زمانۂ جاہلیت میں (یعنی اسلام لانے سے پہلے) پہنا تھا اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی پہنا تھا اور فرمایا کہ میں نے گذشتہ رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ کے ساتھ ابوبکر وعمر کو بھی، ان حضرات نے مجھ سے فرمایا کہ عثمان! صبر پر قائم رہو تم کل ہمارے پاس روزہ افطار کروگے ۔ اس کے بعد آپ نے مصحف (قرآن مجید) منگوایا اور اس کو سامنے رکھ کر کھولا (اور تلاوت شروع کردی) پھر آپ اسی حال میں شہید کیے گئے کہ مصحف آپ کے سامنے تھا ، (مسند احمد، مسند ابویعلیٰ موصلی)

(تشریح) جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نورِ قلب یعنی ایمانی فراست سے اور بعض غیبی اشارات سے یقین ہوگیا تھا کہ باغیوں بلوائیوں کا یہ فتنہ میری شہادت کا تکوینی انتظام ہے، جس کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمائی تھی ـ اور اس حدیث میں گذری ہوئی رات کے جس خواب کا ذکر ہے جس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی زیارت ہوئی اور انھوں نے فرمایا کہ عثمان! صبر اور تسلیم و رضا کے راستے پر قائم رہو، کل تم ہمارے

پاس آکر روزہ افطار کروگے، یہ آخری غیبی تلقین تھی جس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شہادت کی تیاری شروع فرمائی۔ جس رات کو یہ خواب دیکھا پنجشنبہ اور جمعہ کی درمیانی رات تھی، اگلے دن جمعہ کو آپ نے روزہ رکھا، مختلف انواع کے اعمال صالحہ کا خاص طور سے اہتمام فرمایا، بیس غلام اس دن آزاد کئے، اور جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے آپ نے پاجامہ منگوایا جو اس سے پہلے کبھی آپ نے نہیں پہنا تھا، عرب میں عام طور سے تہبند پہننے کا رواج تھا، آپ بھی ہمیشہ تہبند ہی پہنتے تھے لیکن چونکہ آپ پر شرم و حیا کا غلبہ تھا اس لیے آپ نے اس دن بجائے تہبند کے پاجامہ منگوا کر پہنا اور اس کو بہت مضبوط باندھا تاکہ شہادت اور موت کے بعد بھی جسم کا وہ حصہ نہ کھلے جس کا کھلنا شرم و حیا کے خلاف ہے پھر آپ نے قرآن شریف منگوایا اور اس کی تلاوت شروع فرمادی اسی حال میں بدبخت ظالم باغیوں نے آپ کو شہید کیا، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے وقت سورہ بقرہ کا وہ حصہ تلاوت فرما رہے تھے جہاں پاروں کی تقسیم کے لحاظ سے پہلا پارہ الٓمٓ ختم ہوتا ہے آپ کے خون کے قطرے اس آیت پر گرے

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم[۱]

یہ منجانب اللہ اس کا اعلان ہے کہ ان بدبخت ظالموں سے اللہ تعالیٰ پورا انتقام لیگا

[یہاں اپنے معمول کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق فضائل و مناقب کی چند حدیثوں کا عام فہم ترجمہ اور صرف بقدر ضرورت تشریح و توضیح کی گئی ہے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے، واقعات کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ کی "ازالۃ الخفا" اور سیر و تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے]

---

۱ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری طرف سے اللہ ان ظالموں سے انتقام لینے کے لئے کافی ہے وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

ایک مختصر اور جامع ہدایت نامہ

از افادات :- مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

[حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب نے، جو ان سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہتے تھے کچھ ہدایات طلب کی تھیں، حضرت نے جو ہدایات ان کو تحریر فرمائیں، وہ مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور زندگی کی اصلاح کے لئے بہت کافی ہیں ـــــ ناظرین الفرقان کے فائدہ کے لئے ذیل میں وہ ہدایت نامہ "وصیۃ العرفان" الہ آباد کے شکریہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں ـــ مدیر]

آپ نے ہدایات طلب کی ہیں، تو سنئے سب احکام شرعیہ ایمان کی فرع ہیں، ایمان ان سب کی اصل ہے، احکام کی تحصیل سے پہلے ایمان کی تجدید ضروری ہے، اور مشائخ طریق ایمان کی تجدید کے طرق ہی تبلاتے رہتے ہیں، ان میں سے ایک زبان و قلب سے کلمۂ طیبہ کی بکثرت تکرار ہے، تو جو شخص اس طرف آنا چاہے، اسکے لئے ضروری ہے کہ اپنی پہلی غفلتوں سے صدق دل سے توبہ کرے اور دل و زبان سے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بکثرت تکرار کرے، قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جددوا ایمانکم" یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو، لوگوں نے پوچھا اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں، فرمایا! بار بار کلمۂ طیبہ پڑھنے سے۔

اگر کچھ حقوق اللہ فوت ہوئے ہوں، تو ان کی قضا میں لگ جائے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ و کفارات وغیرہا۔ اگر حقوق العباد ذمہ ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کرے، یا نہیں تو صاحب حق سے معاف کرائے، اس کے بعد سمجھئے کہ ان اعمال کے علاوہ کچھ اعمال باطنیہ ہیں، اور اخلاق قلوب ہیں، ان کی اصلاح بھی فرض ہے، اور اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: اعلم ان علم الاخلاص والعجب والحسد والریاء فرض عین مثل غیرھا من آفات النفوس کالکبر والشح والحسد والحقد الخ ولا ینفک منھا بشر فیلزمہ ان یتعلم ما یری نفسہ

محتاجا الیها وازالتها فرض عین ولا یمکن الا بمعرفۃ حدودها
الخ　　(شامی ج صلا)

یعنی علم اخلاص وریا، وعجب وحسد کا ہر شخص پر فرض ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے امراض نفس ہیں مثلاً کبر، طمع، طول امل جن سے شاید ہی کوئی محفوظ ہو، تو اس کا علم اور ازالہ فرض ہے، اس باب میں سب سے اکسیر شئی اہل اللہ کی صحبت ہے ورنہ ان کی کتب کا مطالعہ ہے۔

پس میں زیادہ تر انھیں اعمال کی طرف طالبین کو متوجہ کرتا ہوں اس لئے کہ بغیر اس کے اللہ تعالیٰ سے نسبت وتعلق صحیح پیدا نہیں ہوسکتا، پس آپ بھی اس کے لئے اپنے کو آمادہ کریں۔

(بہ شکریہ وصیۃ العرفان الہ آباد)

مولانا عتیق احمد صاحب بستوی (قاسمی)
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اصلاح معاشرہ اور نظام قضا کا قیام

ہندی مسلمانوں کے کرنے کے دو کام!

[رفیق گرامی مولانا عتیق احمد صاحب بستوی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی "کلیۃ الشریعۃ واصول الدین" کی طرف سے ہونے والی مجلس مذاکرہ کی دو نشستوں میں "ہندوستان اور مسئلہ قضا" کے عنوان پر ایک مقالہ پیش کیا تھا، اس مقالہ میں ہندوستان میں نظام قضا کی تاریخ، قضا کی ضرورت، اس کی شرعی حیثیت اور نصب قاضی کے شرعی اصول کے بارے میں سیکڑوں صفحات کا عطر آگیا ہے، بعد میں یہ مقالہ ہمارے محترم مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کے پیش لفظ کے ساتھ پھلواری شریف پٹنہ کی طرف سے شائع بھی کر دیا گیا ہے۔

ذیل میں فاضل مقالہ نگار کی اجازت سے ان کے شکریہ کے ساتھ اس مقالہ کے ابتدائی چند صفحات پیش کئے جا رہے ہیں ـــــ مدیر]

تاریخ کے ہر دور میں مسلمان جہاں بھی رہے خواہ وہ حاکم بن کر رہے یا محکوم بن کر انھوں نے نظام قضا قائم کرنا اپنا اولین دینی فریضہ تصور کیا اس لئے کہ قضاء شرعی کے بغیر مسلم معاشرے کے لئے اسلامی زندگی کا تصور ممکن نہیں، تاریخ اسلام کے ہر دور میں اسلامی عدالتوں اور مسلم قاضیوں کے بے لاگ فیصلوں نے عدل و انصاف، مساوات انسانی اور قانون شریعت کی بالادستی کی ایسی روشن مثالیں دنیا کے سامنے پیش کی ہیں جن کا تصور بھی دنیاوی عدالتیں نہیں کر سکتیں، ہمارے مسلم قاضیوں نے قانون کی بالادستی قائم رکھتے ہوئے ایک معمولی رعیت کی درخواست پر خلیفۃ المسلمین، سلطان وقت اور بڑے بڑے جابر امراء کو فریق مقدمہ کی حیثیت سے اسلامی عدالت میں طلب کیا ہے اور ان کے خلاف

فیصلوں کو نافذ کیا ہے، قاضیوں کے ان بے لاگ فیصلوں نے دعوت اسلام کے لیے راہیں ہموار کیں اور غیر مسلموں کے قلوب قبول اسلام کے لئے کھول دیئے۔

ہندوستان میں قضاء شرعی کا نظام

ہندوستان میں سب سے پہلے جنوبی ہند اور گجرات کے ساحلوں پر مسلمانوں کے قدم پہنچے، قرون اولیٰ کے یہ مسلمان اکثر و بیشتر تجارت کے سلسلے میں ہندوستان وارد ہوئے۔ ان تاجروں نے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں اپنی نوآبادیاں قائم کیں، دعوت اسلام کا فریضہ بھی انجام دیا، یہ ابتدائی دور ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت واقتدار، سطوت وشوکت کا دور نہیں بلکہ ان کی محکومیت کا دور تھا، پھر بھی انھوں نے اپنی آبادیوں میں قضاء شرعی کا نظام قائم کیا اور اس وقت کے ہندو راجاؤں اور حکمرانوں نے مذہبی رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمان قاضیوں کی قانونی حیثیت تسلیم کی، ان کے فیصلوں کو واجب التسلیم قرار دیا، اولوالعزم مسلمان سلاطین وفاتحین نے سرزمین ہند کو فتح کرنے کے بعد پورے ہندوستان میں اسلام کا نظام عدل نافذ کیا اور تقریباً مسلمانوں کے پورے دور اقتدار میں ہندوستان پر اسلامی قانون کی بالادستی رہی، لیکن مسلم سلاطین نے غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں ادنیٰ مداخلت نہیں کی، غیر مسلموں کو ان کے مذہب اور رسم و رواج پر عمل کرنے کی پوری آزادی دی، ان کے مذہبی امور و عبادات کا انتظام و انصرام بالکلیہ انھیں کے مذہبی پیشواؤں، پنڈتوں اور پروہتوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہندوؤں کو ان کے پرسنل لا پر عمل کرنے اور اپنے تنازعات ہندو پرسنل لا کے مطابق فیصل کرانے کی پوری آزادی دی۔

انگریزی دور میں نظام قضاء

سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں نے ہندوستان پر حکمرانی شروع کی تو انھوں نے اسلامی تہذیب وثقافت کا ہر نقش ہندوستان سے مٹا دینا چاہا، تمام شعبہ ہائے زندگی کی طرح انھوں نے محکمۂ عدلیہ سے بھی اسلام کے اثرات محو کرنے کا منصوبہ بند پروگرام بنایا، تدریجاً انھوں نے اسلامی قوانین منسوخ کرکے اپنے

وضع کردہ قوانین ہندوستان کی عدالتوں میں نافذ کئے، ۱۸۵۷ء کی جنگ میں چونکہ مسلمانوں نے قائدانہ رول ادا کیا اور ہندوستان میں برطانوی قصر استعمار کی بنیادیں متزلزل کر دیں، اس لئے انگریزوں نے حالات پر قابو پانے کے بعد مسلمانان ہند کو ظلم وستم کا خصوصی نشانہ بنایا مسلمانوں کو من حیث القوم فنا کے گھاٹ اتارنے اور انھیں مذہب کے عزیز ترین سرمایہ سے محروم کرنے کا جو طویل المیعاد منصوبہ انگریزوں نے تیار کیا اسی کا ایک جز یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کا اسلامی تشخص ختم کر دیا جائے اور مسلمانان ہند کو اسلامی قانون سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے اس منصوبہ کے تحت ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ عدلیہ کا پورا ڈھانچہ تبدیل کر کے رکھ دیا، ۱۸۶۲ء میں اسلامی تعزیرات کو منسوخ کر کے تعزیرات ہند کا نفاذ عمل میں آیا، ۱۸۶۴ء میں زبردست قدم اٹھاتے ہوئے برطانوی حکومت ہند نے مسلمان قاضیوں کی تقرری موقوف کر دی ۱۸۶۴ء سے قبل ہر علاقہ میں حکومت کی طرف سے مسلمان قاضی مقرر کئے جاتے تھے، جو مسلمانوں کے خانگی اور عائلی تنازعات میں شریعت اسلامی کے مطابق فیصلے دیا کرتے تھے، ۱۸۶۴ء میں نظام قضا کے خاتمہ کے بعد مسلمان مجبور ہو گئے کہ اپنے خالص خانگی اور عائلی جھگڑے، نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ سے متعلق قضیے بھی غیر مسلم ججوں کی عدالت میں لے جائیں، ۱۸۶۲ء میں اسلامی قانون شہادت کی حکمرانی عدالتوں سے ختم کر دی گئی، اس کی جگہ انسانی ذہنوں کا تراشا ہوا قانون شہادت نافذ کیا گیا، غرضیکہ ایک ایک کر کے اسلامی قصر عدالت کی ساری اینٹیں جدا کر کے پورے عدالتی نظام کو غیر اسلامی خطوط پر استوار کیا گیا، اور یہ سب کچھ سنگینوں کی نوک پر اور جبر وتشدد کے سہارے کیا گیا، مسلمانوں کی آہ وفریاد، نالہ واحتجاج نے کوئی اثر نہیں کیا۔

امتداد زمانہ کے ساتھ انگریزوں کے جوش غضب اور جذبۂ انتقام میں قدرے کمی ہوئی، مسلمانوں میں بھی ایک طبقہ پیدا ہوا جس نے برسر اقتدار قوم سے مستقل رسہ کشی قوم مسلم کے لئے مضر سمجھ کر انگریزوں سے رسم وراہ پیدا کی، مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان نفرت وعداوت کی جو گہری خلیج پیدا ہو گئی تھی اسے پاٹنے کی کوشش کی، دوسری

طرف انگریز حکام نے محسوس کیا کہ ظلم و انتقام کی پالیسی خود حکومت کے حق میں مضر ہے ہندوستانی مسلمانوں کا حقیقت پسندانہ مطالعہ کرنے کے بعد انگریز مبصرین اس نتیجہ تک پہنچے کہ مسلمان مذہب کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں اور برطانوی حکومت ہند سے مسلمانوں کی نفرت و عداوت کا سب سے اہم سبب ان کے دینی معاملات میں صریح مداخلت ہے، بالآخر مرکزی مجلس قانون ساز کے مسلم اراکین کی تحریک اور کوششوں سے ۱۹۳۷ء میں شریعت ایکٹ منظور ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ " وراثت، نکاح، فسخ نکاح بشمول طلاق، ایلاء، ظہار، لعان خلع، مبارات، نفقہ، مہر، ثبوت نسب، امانت، جائداد حق شفعہ، ہبہ اور اوقاف کے معاملات میں مسلمان لازمی طور پر مسلم پرسنل لا کے تابع ہوں گے، وصیت اور تبنیت کے معاملات میں مسلم پرسنل لا کا اطلاق اختیاری ہوگا

شریعت ایکٹ کے بعد شریعت ایکٹ منظور ہونے سے اسلامی قانون کے ایک جزء کو جسے ہم عائلی قوانین سے تعبیر کرتے ہیں، قانونی تحفظ حاصل ہوا لیکن عائلی قوانین کے تعلق سے دو پہلو شریعت ایکٹ منظور ہونے کے بعد بھی نظر ثانی اور ترمیم کے محتاج تھے (۱) مسلمانوں کے عائلی اور معاشرتی نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے مسلم قاضیوں کا تقرر شرعاً ضروری تھا کیونکہ غیر مسلم جج کا فیصلہ خواہ اسلامی قانون کے مطابق ہی کیوں نہ ہو شرعاً نافذ العمل نہیں ہوتا، لہٰذا اگر ایک غیر مسلم جج خالص شریعت اسلامی کے مطابق ایک مسلمان عورت کا نکاح فسخ کراتا ہے تو شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا اور وہ عورت دوسرا نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوتی شریعت ایکٹ مسلمانوں کے لئے اسی وقت کارآمد و مفید ہو سکتا تھا جبکہ مسلمانوں کے عائلی مقدمات کے فیصلے اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کے لئے ہر علاقہ میں مسلمان قاضی مقرر کئے جاتے (۲) دوسرا قابل توجہ پہلو یہ تھا کہ مسلمانان ہند کی غالب اکثریت چونکہ حنفی المسلک ہے اس لئے عدالتیں عملاً اس کی پابند تھیں کہ شریعت ایکٹ کے دائرہ میں آنے والے تنازعات میں فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ کریں، فقہ حنفی کی رو سے فسخ نکاح کے سلسلے میں قاضی کا دائرہ اختیار محدود سے محدود تر ہے، عورتوں پر شوہروں کے مظالم دن بہ دن بڑھ رہے تھے

اسلامی شریعت سے دوری کی وجہ سے شوہر عموماً بیویوں کے حقوق ادا کرنے میں بڑی کوتاہی برت رہے تھے، شوہر کی مفقود الخبری، عدم ادائے نان و نفقہ، بلا وجہ ضرب و کوب اور مظالم وغیرہ کی وجہ سے بہت سی عورتیں زندگی سے عاجز تھیں، اس طرح کے حالات میں بھی فقہ حنفی کی رو سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار قاضی کو حاصل نہیں، اس پوری صورتحال کا نتیجہ یہ ہوا کہ شوہروں کے مظالم سے رہائی کے لئے بعض مسلمان عورتیں ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگیں، مسلمان عورتوں کے ارتداد کے بعض ایمان سوز، روح فرسا حوادث پیش آئے

علماء کا کارنامہ

دوسرے مسئلہ کی طرف اس دور کے اکابر علماء اور فقہاء نے پوری توجہ کی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی کی نگرانی و سرپرستی میں "الحیلۃ الناجزہ" کی تالیف کا انقلاب انگیز کارنامہ انجام پایا، عورتوں پر ہونے والے مظالم کا سد باب کرنے کے لئے ضرورت شدیدہ کی بنا پر چند اسباب فسخ کو فقہ مالکی سے اختیار کیا گیا اور فسخ نکاح کے سلسلے میں قاضی کے دائرہ اختیار کو وسعت دی گئی تاکہ ستم رسیدہ عورتوں کی دادرسی عدالت کے ذریعہ کی جاسکے اور مسلمان عورتیں ارتداد جیسے ایمان سوز اقدام کا خیال دل میں نہ لائیں، حضرت تھانویؒ نے ان مسائل پر محض اپنا فتویٰ صادر نہیں فرمایا بلکہ تمام قابل ذکر علماء ہند کا ان مسائل پر اتفاق حاصل کیا۔

الحیلۃ الناجزہ کی تالیف کے بعد حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور دوسرے اکابر علماء نے مجلس قانون ساز کے بعض مسلم ارکین کو اس پر آمادہ کیا کہ الحیلۃ الناجزہ کی روشنی میں فسخ نکاحِ مسلمین کے سلسلے میں ایک بل مجلس قانون ساز میں منظور کرائیں، اس بل کا مسودہ بھی حضرات علماء نے تیار کر کے دیا، قاضی بل کا مسودہ بھی اسی کے ساتھ منسلک تھا، سید محمد احمد کاظمی نے یہ مسودہ قانون مرکزی مجلس قانون ساز میں پیش کیا اور تین سال کے بحث و مباحثہ کے بعد ۱۹۳۹ء میں قانون "فسخ نکاح مسلمین" پاس ہوا، مگر بعض نام نہاد مسلم ارکین مجلس قانون ساز کی پر زور مخالفت کی وجہ سے فسخ نکاح کے لئے مسلم قاضی کی شرط ختم کر دی گئی اور مسلمانوں کا ایک بڑا مذہبی مسئلہ حل ہوتے ہوتے رہ گیا۔

بیسوی صدی کے ابتدائی دہوں میں پورا ہندوستان تحریک آزادی کے نعروں سے

گونج رہا تھا، ہندوستان کی تمام قومیں ہندوستان کی آزادی کے لیے جان مال کی بازی لگا رہی تھیں، آزادی کی جدوجہد میں مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں تھے، تحریک آزادی میں مسلمان علماء، قائدین اور عوام اپنی تناسب آبادی سے کہیں زیادہ حصہ لے رہے تھے، تحریک خلافت نے آزادی کی جنگ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی، کانگریس آزادی کی جدوجہد کرنے والی سب سے بڑی سیاسی جماعت تھی، کانگریس کے صف اول کے قائدین میں بہت سے مسلم رہنما اور علماء شامل تھے جمعیۃ علماء ہند کانگریس کے شانہ بہ شانہ جدوجہد آزادی میں شریک تھی، اس لئے آزادی سے پہلے کانگریس نے اپنی متعدد سالانہ کانفرنسوں کی قراردادوں میں مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے مسئلہ کو شامل کیا، اور مسلمانوں سے صریح وعدہ کیا اور یقین دہانی کرائی کہ آزادی کے بعد مسلم پرسنل لاء کا پورا تحفظ کیا جائے گا اور اس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

آزادی کے بعد

آزادی کی صبح بڑی قربانیوں اور تمناؤں کے بعد طلوع ہوئی، لیکن یہ صبح جس کا مدتوں سے انتظار تھا، مسلمانوں کے لئے بڑی بھیانک ثابت ہوئی، تقسیم ملک کے نتیجہ میں نفرت وعداوت کا بادل پورے ملک پر چھا گیا، بے گناہوں کے خون سے ہندوستان کی زمین لالہ زار ہوگئی، ہندوستانی مسلمان بے پناہ خوف وہراس میں مبتلا ہوگئے، مسلمانوں نے آزادی کا جو سہانا خواب دیکھا تھا وہ بکھر کر رہ گیا انھیں حالات میں آئین ہند مرتب اور منظور ہوا، دستور ہند کے واضعین نے مذہب، زبان، تہذیب کی آزادی کو بنیادی حقوق میں شامل ضرور کیا لیکن مذہب کی آزادی کا دائرہ کہاں تک ہے اس کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی اور اس کے دائرہ کا تعین عملاً عدلیہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا، حیرت ہے کہ جس دستور ہند میں پسماندہ اقوام اور بعض اقلیتوں کے تعلق سے معمولی جزئیات کی تفصیل موجود ہے، اسی دستور میں اقلیتوں کے پرسنل لاء کے تحفظ سے متعلق ایک جملہ بھی موجود نہیں، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ دستور ہند کے واضعین نے مسلم اراکین کی مخالفت کے باوجود دستور ہند کے "مملکت کے رہنما اصول" کے حصہ میں دفعہ ۴۴ کے عنوان سے

یکساں سول کوڈ کا شوشہ چھوڑا ہے اور اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے سروں پر ننگی تلوار لٹکا دی ہے تاکہ جب بھی حالات سازگار ہوں اقلیتوں کے پرسنل لا کا سر قلم کیا جا سکے ۔

موجودہ حالات کا جائزہ

موجودہ حالات میں مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت، ایمان و عقیدہ، قانون و شریعت کے سلسلے میں برطانوی دور حکومت سے بھی زیادہ بھیانک اور سنگین صورتحال کا سامنا ہے، آج کل ہندوستان میں مذہب اسلام اور اسلامی شریعت خصوصاً اسلام کے عائلی قوانین پر ہر طرف سے وار ہو رہے ہیں، ایک طرف حکومت ہند ہے جو یکساں سول کوڈ کے لئے مسلسل اور منظم جدوجہد کر رہی ہے تاکہ ہندوستانی عدالتوں سے اسلامی شریعت کی آخری نشانی یعنی مسلم پرسنل لا کو محو اور شریعت ایکٹ (۱۹۳۷ء) کے مضراثمات کو زائل کر سکے ۔

دوسری طرف ہندو احیاء پسند تنظیمیں اور ہندو فرقہ پرست پریس ہے یہ لوگ ہندو سماج سے "ستی" جیسی شرمناک انسانیت سوز رسم کا تقدس تو ختم نہیں کر سکے، ایک نئے عہد میں قدم رکھنے کے باوجود "ستی" جیسے کتنے ناسور ہندو سماج میں فروغ پا رہے ہیں ہندو سماج میں جہیز اور تلک کی تباہ کاریاں پورے شباب پر ہیں، آئے دن اخبارات میں اس سلسلے میں شرمناک خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں، ہندو احیاء پرست اور "مصلحین" اپنے سماج کی خبر لینے کے بجائے مسلم خواتین کی "ہمدردی" میں گھلے جا رہے ہیں، مسلم خواتین خصوصاً مطلقہ عورتوں کو مسلمان مردوں کے "مظالم اور پنجہ استبداد" سے رہائی دلانے کے لئے ان کی رات کی نیندیں اڑ گئی ہیں اور دن کا سکون غائب ہو گیا ہے، اسلام دشمن فرقہ پرست پریس مسلم سماج کی تصویر بہت بگاڑ کر پیش کر رہا ہے اور ہر مضمون کی تان اسی پر جا کر ٹوٹتی ہے کہ مسلمان خواتین کی بدحالی کا بنیادی سبب مسلم پرسنل لا ہے، لہٰذا مسلم پرسنل لا ختم کیا جانا چاہیئے ۔

تیسری طرف نام نہاد ترقی پسندوں اور تجدد پسندوں کا گروہ ہے، یہ لوگ اگرچہ نسلاً مسلمان ہیں، لیکن لادینی تعلیم و تربیت، ایمان سوز افکار و نظریات کے نتیجہ میں اسلامی شریعت اور مسلم اسلامی عقائد سے ان کا اعتماد اٹھ چکا ہے، اپنے ماضی سے ان کا رشتہ

ٹوٹ چکا ہے، یہ لوگ قرآن وسنت اور مبادی اسلام کے بارے میں بھی شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور خالص ملحدانہ افکار وعقائد میں گرفتار ہیں لیکن نسلاً مسلمان ہونے اور مسلم سماج سے بہت سے مفادات وابستہ ہونے کی وجہ سے واضح طور پر مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کی بات نہیں کہہ سکتے اس لئے اسلام کے عائلی قوانین میں اصلاح وترمیم اور اس کی نئی تعبیر وتشریح کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، اس کے لئے کانفرنسیں کرتے اور فضا ہموار کرتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ اس طبقہ کی طرف سے نکاح وطلاق ومیراث کے جن مسائل میں اصلاح وترمیم کی تجویزیں بار بار دہرائی جاتی ہیں، ان میں سے نوے فیصد ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق قیاس و اجتہاد سے نہیں بلکہ قرآن وسنت کے صریح احکام سے ہے، نام نہاد مسلمان تجدد پسندوں کا یہ طبقہ ہمارے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے، اس طبقہ کی دسیسہ کاریوں اور تنگ انگیزیوں کا بڑے پیمانے پر پردہ چاک کرنا ہمارا سب سے اہم فریضہ ہے کیونکہ اسلام دشمن طاقتیں "نسلی مسلمانوں" کے اسی طبقہ کو آلۂ کار بنا کر اسلام کے عائلی قوانین میں دخل اندازی کی راہیں ہموار کرتی ہیں۔

ادھر چند برس سے ہندوستانی عدلیہ کا طرز عمل بھی اسلامی عائلی قوانین کے تعلق سے مسلمانوں کے لئے خاصا پریشان کن اور اضطراب انگیز ہو گیا ہے، ہندوستان کا یہ معزز ادارہ جس نے متعدد موقعوں پر عدل و انصاف کا نام روشن کیا، اور انتہائی نازک موقعوں پر بڑے عادلانہ اور جرأتمندانہ فیصلے دیئے مسلم پرسنل لا کے سلسلے میں گومگو میں مبتلا نظر آتا ہے اور مسلم پرسنل لا کے قضیہ میں اس کی حیثیت جج کے بجائے فریق کی ہو گئی ہے ۱۹۸۵ء میں سپریم کورٹ کی آئینی بنچ نے شاہ بانو کیس میں جو فیصلہ دیا اس نے عدلیہ کے اس خطرناک رجحان کو واضح کر دیا، اس فیصلہ میں ایک طرف بڑے صریح اور تیکھے انداز میں حکومت کو یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کا مشورہ دیا گیا جس سے محسوس ہوتا ہے کہ "شریعت ایکٹ" کی پابندی عدلیہ کو سخت ناگوار ہے، دوسری طرف نفقہ مطلقہ اور حقوق مطلقہ کے سلسلہ کی قرآنی آیات کی ایسی من مانی تشریح کی گئی جس کی تائید چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں کسی مفسر، فقیہ وعالم کے قول سے نہیں ہوتی، اس فیصلے میں قرآنی آیات کی من مانی تعبیر وتشریح کی جو نظیر قائم کی گئی تھی اگر وہ باقی رہتی تو "شریعت ایکٹ" حرف بے معنی ہو کر رہ جاتا

اور ہمارے دقیقہ سنج، نکتہ رس ماہرینِ قانون جس قانون پر چاہتے کھینچ تان کر قرآن وسنت کی قبا فٹ کر دیتے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے بالکل بر وقت اس فیصلے کے خلاف رائے عامہ بیدار کی، بورڈ کی قیادت نے بڑی جرأت و دانشمندی سے اس فیصلہ کے خلاف تحریک چلائی، مسلمانان ہند نے بڑے جوش وخروش سے اس تحریک کا استقبال کیا اور اسے تعاون دیا، بالآخر مسلمانوں کی سنجیدہ اور بامقصد جدوجہد رنگ لائی، مسلمانوں کی ہندوستان گیر تحریک اور دانشمندانہ افہام وتفہیم کے نتیجہ میں شاہ بانو کیس کے تباہ کن اثرات زائل کرنے کے لئے ہندوستان کی پارلیمنٹ نے مطلقہ بل منظور کیا، مطلقہ بل کے خلاف سپریم کورٹ میں متعدد رٹ دائر ہیں، اس لئے مطلقہ بل ابھی خطرے سے باہر نہیں ہے، اس کے علاوہ مسلم خواتین کے دائر کردہ متعدد مقدمات مختلف ہائیکورٹوں اور سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہیں، جن میں مسلم پرسنل لا کو کلاً یا جزءً چیلنج کیا گیا ہے۔

کرنے کے دو کام

مذہب وشریعت کے تعلق سے ان نازک تر حالات میں مسلمانان ہند کو بڑی بیداری، ہوشمندی، قربانی کا ثبوت دینا ہے۔ انہیں چومکھی لڑائی لڑنی ہے، غیروں کی سازشوں اور حملوں، اپنوں کی دسیسہ کاریوں اور ضمیر فروشیوں کا بھرپور مقابلہ کرنا ہے مسلمان یہ چومکھی لڑائی اسی وقت کامیابی سے لڑ سکتے ہیں جب وہ ہر محاذ جنگ پر پوری چوکسی کا ثبوت دیں اور اپنی صفوں میں انتشار نہ پیدا ہونے دیں، باطل طاقتوں کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کے ساتھ ساتھ خود مسلم سماج میں دو مثبت اور تعمیری کام ان نازک تر حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے از حد ضروری ہیں۔

اصلاح معاشرہ

سب سے اہم اور ضروری کام یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلم سماج کو اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے اور معاشرتی اصلاح کے لئے بڑے پیمانے پر جدوجہد کی جائے، یہ واقعہ ہے کہ ہمارے سماج کا ایک بڑا طبقہ اسلام کی بنیادی اور معاشرتی

تعلیمات سے بالکل بے گانہ ہے، خصوصاً ہماری نئی نسل جو عصری تعلیم گاہوں میں تعلیم و تربیت پاکر نکل رہی ہے، اسلام کے بنیادی عقائد اور عائلی قوانین سے نہ صرف بیگانہ بلکہ بدظن بھی ہے، نکاح، طلاق، میراث اور دوسرے عائلی مسائل کے بارے میں اسلامی تصورات و تعلیمات سے اکثر مسلمان ناواقف ہیں، خاندان کے افراد دوسروں کے حقوق اور اپنے فرائض سے بے خبر ہوتے ہیں، اسلامی تعلیمات سے بیگانگی اور صحیح اسلامی تصورات سے دوری کا نتیجہ ہے کہ ہماری خانگی زندگی کا سکون غارت ہو چکا ہے اور ہر شخص دوسرے سے برسرپیکار ہے ہر آن نئے نئے خانگی تنازعات وجود میں آرہے ہیں، شوہر بیوی سے ناخوش، بیوی شوہر سے تنگ، والدین اولاد سے نالاں، اولاد والدین سے شاکی، پھر یہ خانگی معاملات و نزاعات گھر کی چہار دیواری تک محدود نہیں رہتے بلکہ بعض اوقات فتنہ و فساد، قتل و قتال، عدالتی چارہ جوئی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اور یہ خانگی تنازعات عدالتوں میں پہنچنے کے بعد شاہ بانو کیس جیسی قیامت امت مسلمہ کے سر پر ڈھاتے ہیں، مخالفین کو اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے خوب خوب رنگ آمیزی کر کے مسلم سماج کی بھیانک، رسوا کن تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں اور اسلامی شریعت پر براہ راست حملے کریں۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ ہندو سماج سے تاثر کے نتیجہ میں بہت سی ہلاکت خیز ہندوانہ رسمیں مسلم سماج میں راہ پا گئی ہیں، ہمارے مسلم گھرانے بھی فرائض سے بڑھ کر ان رسموں کی پابندی کرتے ہیں، خواہ اس کے لئے دین و ایمان، مال و دولت، راحت و سکون سب کچھ قربان کرنا پڑے، جہیز، تلک، بارات، مشترکہ خاندان اور اس طرح کے بے شمار رسوم و آداب ہم نے غیر مسلم سماج سے قبول کر لئے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہمارا مسلم معاشرہ شدید مصائب و مشکلات سے دوچار ہے اور ہمارے عائلی نظام کی تیلیاں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہی ہیں۔

مسلم معاشرہ کو اسلام کے بنیادی عقائد و تعلیمات، معاشرتی تصورات سے روشناس کرانے، مسلمانان ہند کی زندگی صحیح اسلامی سانچے میں ڈھالنے نیز معاشرتی اصلاح اور غیر اسلامی رسوم و عادات کے استیصال کے لئے بڑے پیمانے پر مسلسل، منظم اور مثبت

جدوجہد کی ضرورت ہے، یہ کام جس قدر صبر آزما اور مشکل ہے اتنا ہی ضروری ہے، اسلامی شریعت کے تعلق سے موجودہ نازک تر حالات و مشکلات کا سب سے کامیاب اور پائیدار حل یہی کام ہے، لیکن یہ کام نہ تنہا چند افراد کے بس کا ہے نہ کسی ایک جماعت کے، مسلمانوں کی تمام دینی و ملی جماعتیں اور ادارے اگر اس کام سے پوری دلچسپی لیں تو غالباً خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو سکے۔

دارالقضاء کا قیام مسلم معاشرے میں کرنے کا دوسرا اہم کام یہ ہے کہ پورے ملک میں دارالقضاء قائم کئے جائیں، ملک کے ہر ہر علاقہ میں اسلامی عدالتوں کا جال بچھا دیا جائے، مسلمان طے کر لیں کہ اپنے مقدمات خصوصاً خانگی اور عائلی تنازعات سرکاری عدالتوں کے بجائے اسلامی عدالتوں میں لے جائیں گے اور اسلامی عدالتوں کے فیصلے خوشی خوشی اپنے اوپر نافذ کریں گے، شرعی عدالتوں کا قیام مسلمانوں کی دینی ذمہ داری ہے اور موجودہ حالات میں اسلام کے عائلی قوانین کو اسلام دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کا تنہا راستہ بھی ہے، مسلمانوں میں یہ احساس بیدار کیا جائے کہ باہمی نزاعات میں شرعی عدالتوں سے فیصلہ حاصل کرنا ان کی دینی ذمہ داری ہے، پورے ملک میں شرعی عدالتوں کے لئے فضا ہموار کی جائے، شرعی عدالتیں قائم کی جائیں، یہ عدالتیں ایسی منظم باضابطہ اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ کام انجام دینے والی ہوں کہ لوگوں کا ان پر پورا بھروسہ ہو۔

از : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

یادِ رفتگاں

[گذشتہ دو مہینوں میں متعدد ایسے حضرات اہل علم نے وفات پائی، جنکا حق تھا کہ الفرقان میں ان کے لئے دعاء مغفرت ورحمت کی استدعا کے ساتھ ان کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ بھی کیا جاتا، لیکن یہ عاجز اس وقت اس حال میں ہے کہ دو سطریں لکھنا بھی مشکل ہوتا ہے، جو کچھ لکھنا ہوتا ہے دوسرے ہی کے قلم سے املاء کے طور پر لکھواتا ہوں اس لئے مرحومین کے بارے میں مختصر ہی لکھا جا سکے گا، مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ ناظرین کو ان حضرات کے حادثۂ وفات کی اطلاع ہو جائے اور وہ ان کے لئے ان کے اور اپنے رب رحیم وکریم سے رحمت ومغفرت کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے]

حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب کاوی علیہ الرحمہ (گجرات)

مولانا مرحوم گجرات کے ممتاز علماء صالحین میں سے تھے، قریباً چالیس سال تک راندیر کے معروف قدیم تعلیمی ادارہ دارالعلوم اشرفیہ میں استاذ رہے، درس حدیث میں مولانا مرحوم کو تخصص حاصل تھا، دارالعلوم اشرفیہ میں افتاء کی خدمت بھی آپ ہی کے سپرد تھی، علمی رسوخ اور صلاح وتقویٰ کی وجہ سے طلبہ میں خاص وقار تھا اور طبقۂ علماء میں خصوصی احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ——— خداوندی منشور "کل نفس ذائقۃ الموت" کے تحت گذشتہ مہینے نومبر میں وفات پائی ——— رب کریم مولانا مرحوم کی دینی وعلمی خدمات قبول فرمائے اور رحمت ومغفرت کا خاص معاملہ فرمائے۔

حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمۃ (کانپور)

مولانا مرحوم ہمارے زمانے کے خواص علماء مخلصین میں سے تھے، ان کے استاذ حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ سے خاص تعلق رکھنے والے

ان کے تلامذہ میں سے تھے، انھوں نے قلی بازار کانپور میں مدرسہ قائم فرمایا تھا، جس کا نام اشرف العلوم تھا، مولانا ظفر الدین صاحب مرحوم نے زیادہ تر تعلیم اسی میں پائی، وہیں سے فراغت حاصل کی، اس عاجز کو یاد ہے کہ مولانا مرحوم اور ان کے چند اور رفقاء درس کی دستار بندی کا جو جلسہ مدرسہ اشرف العلوم کی طرف سے ہوا تھا، اس میں حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر یہ عاجز بھی شریک ہوا تھا (اس واقعہ کو کم و بیش پچاس سال گذر چکے ہوں گے) اس وقت اللہ علام الغیوب کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا کہ ان مولانا ظفر الدین صاحب سے اللہ تعالیٰ دین اور علم دین کی وہ خدمت لے گا جو اُن سے لی گئی۔ اور یہ اپنے اخلاص و للہیت اور بے نفسی کی وجہ سے کانپور میں وہ مقبولیت حاصل کریں گے اور اہل کانپور کو ان سے وہ عقیدت ہوگی جو خاص کر زندگی کے آخری سالوں میں ان کو حاصل ہوئی، اس عاجز نے مدت سے مدرسہ اشرف العلوم کا جس میں مولانا نے تعلیم حاصل کی تھی نام نہیں سنا غالباً وہ ختم ہو گیا، مولانا مرحوم نے قلی بازار میں ہی "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا اور اسی میں دین اور علم دین کی خدمت میں مشغول رہے، دعوت و تبلیغ کے کام سے بھی خاص درجہ کا تعلق تھا، ان کی خاص قابل ذکر اور قابل تقلید صفت اس عاجز کے نزدیک ان کی بے نفسی تھی، طویل مدت کے اس تعلق میں کبھی محسوس نہیں ہوا کہ یہ بزرگ اپنے کو کچھ بھی سمجھتے ہیں، اس عاجز کے نزدیک مولانا مرحوم "من تواضع للہ رفعہ اللہ" کا زندہ نمونہ تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات اور تمام حسنات کو قبول فرمائے، اور رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ فرمائے۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مرحوم

سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی ذات کسی اردو خواں کے لئے محتاج تعارف نہیں، وہ مولانا شبلی نعمانی کے شیدائی، اور علامہ سید سلیمان ندوی کے فدائی تھے۔ گذشتہ صدی کے آغاز میں جو علمی و تصنیفی کام ان اللہ کے بندوں نے شروع کیا تھا، سید صباح الدین

صاحب ۱۹۳۵ء میں اس سے وابستہ ہوئے اس زمانہ میں وہ پٹنہ یونیورسٹی اور علیگڑھ سے ڈگریاں لینے کے بعد جامعہ ملیہ میں تھے۔ لیکن ان کا علمی اور تاریخی ذوق اور جذبۂ خدمت کسی اور میدان کا متلاشی تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نگاہ انتخاب ان پر پڑی جو ان کے خاندانی بزرگ بھی تھے، اور ان کے محبوب رہنما بھی ۔۔۔ چنانچہ ان کی حوصلہ افزائی ہی کے نتیجہ میں سید صباح الدین صاحب دار المصنفین آئے اور وہاں کے علمی ماحول میں تصنیف و تحقیق کے کام میں لگ گئے۔ اور پھر ایسی استقامت کے ساتھ اس کام سے منسلک رہے کہ ۵۰ سال سے بھی زیادہ مدت تک بلا انقطاع اس کام سے ان کا تعلق رہا، اور بالآخر اس کا انقطاع ۱۸ نومبر ۸۷ء کو اسی وقت ہوا، جب کہ لکھنؤ میں ایک سڑک حادثے کے بعد اس عالم فانی سے ان کا تعلق منقطع ہوا۔ نصف صدی پر محیط اس مدت میں انھوں نے ایک طرف تو ہندوستان کی تاریخ کے اس سلسلہ کو مکمل کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے دور حکومت کی صحیح تاریخ مرتب کی جائے تاکہ ملک میں محبت اور خیرسگالی کے جذبات فروغ پائیں، اور انگریزوں اور دوسرے مورخین نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جو بدگمانیاں ہندوستان کے فرماں رواؤں کے متعلق پیدا کر دی ہیں ان کو دور کیا جائے۔ اس کام کو سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

دوسری طرف انھوں نے ہندوستان کے روحانی فاتحین اکابر صوفیہ اور ان کی خدمات کے صحیح تعارف کے لئے بھی مستقل کام کیا اور اس موضوع پر ان کی تصانیف نے بھی ایک بہت بڑے خلا کو پر کیا۔

ان دونوں طرح کے مضامین کے علاوہ انھوں نے مختلف دوسرے موضوعات پر بھی اہم تصنیفی کام انجام دیئے، رسالہ "معارف" میں بھی وہ شروع ہی سے لکھتے رہے۔ شاہ معین الدین صاحب مرحوم کے بعد تو دار المصنفین کی نظامت اور رسالہ "معارف" کی ادارت دونوں انہی کے سپرد ہوئیں۔ اس عاجز سے بھی بڑا اچھا تعلق رکھتے تھے، لکھنؤ آتے تو ملاقات کا اہتمام کرتے آخری مرتبہ قیام لکھنؤ کے دوران بھی ۱۵ نومبر کو اس عاجز سے ملنے کے لئے گھر آئے، دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ ایران اور شیعیت کے مسئلہ پر بھی گفتگو ہوئی، اس پر انھوں نے علامہ

سید سلیمان ندوی کے حوالہ سے ایک بات بھی سنائی، وہ یہ کہ ایک مرتبہ حیدرآباد میں علامہ سید سلیمان ندوی رح سے یہ دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی صورت شیعہ سنی اختلافات کو ختم کر کے ان دونوں کے باہم تقارب کی ہے تو اس پر سید صاحب رح نے فرمایا کہ نہیں اس لئے کہ دونوں کے درمیان اختلاف بالکل بنیادی ہے"۔

رفیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے گہرا قلبی تعلق تھا، غالباً انہی کے مشورہ پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے تھے۔ ۸۲ء میں جب حضرت شیخ الحدیث کی وفات کے بعد الفرقان کا "حضرت شیخ الحدیث نمبر" شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا تو اس وقت راقم الحروف نے ان سے بھی حضرت شیخ کے بارے میں کچھ لکھنے کی گذارش کی تھی، لیکن انھوں نے میرے اصرار کے باوجود، یہ کہہ کر معذرت کر دی تھی کہ "میری ہمت نہیں کہ ان کے بارے میں لکھوں، اس عاصی کو ان کی جو محبت و توجہ حاصل ہوئی اور اس کی جو ناقدری مجھ سے ہوئی۔ کچھ لکھوں گا تو وہ ساری مخلوق پر عیاں ہو جائے گی، اور میں اپنے اندر اس کی ہمت نہیں پاتا، اللہ کے علم میں دونوں ہیں۔ اب اسی سے اس کا سائل ہوں کہ وہ ان کی محبت و شفقت کو اس عاصی کی مغفرت کا اور اس ناقدری کی سزا اسے نہ دینے کا بہانہ بنادے"۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب مرحوم کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ فرمائے اور ان کی خدمات و حسنات کو قبول فرمائے، اور جس علمی و تصنیفی امانت کو انھوں نے اپنے بڑوں سے لیا تھا اس کے صحیح حاملین میسر فرماتا رہے۔

مولانا عبدالباری قاسمی مبارکپوری مرحوم

ضلع اعظم گڈھ میں مبارکپور مشہور قصبہ ہے، اس میں ایک قدیمی مدرسہ احیاء العلوم ہے جو اب سے قریباً ۹۰ سال پہلے ۱۳۱۷ھ میں قائم ہوا تھا، ہمارے اکابر کا اس مدرسہ سے ہمیشہ خاص تعلق رہا، پہلے اس مدرسہ کے ناظم و مہتمم مرحوم مولانا عبدالباری صاحب کے چچا مولانا شکراللہ صاحب مرحوم تھے، ان کی وفات کے بعد قریباً چالیس سال سے مولانا عبدالباری صاحب مرحوم ہی مدرسہ کے ناظم و مہتمم رہے، مدرسہ کے علاوہ دین وملت

خدمت کے دوسرے دائروں سے بھی ان کا تعلق رہا قریبًا دو سال پہلے بنارس کے اسٹیشن پر ایک ایکسیڈنٹ میں سخت زخمی ہوئے بمبئی میں بھی طویل مدت تک زیر علاج رہے، وہاں کے علاج سے کوئی خاص نفع نہ ہوا تو وطن لے آئے گئے، اطلاعات سے معلوم ہوتا رہا کہ بظاہر افاقہ کی کوئی صورت نہیں ہے، بالآخر طویل مدت علالت کی تکلیفیں اٹھا کر ۵ دسمبر کو عالم آخرت کی طرف اٹھا لئے گئے اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات اور حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی طویل علالت کی تکلیفوں کو کفارۂ سیئات اور وسیلۂ رفع درجات بنائے۔

ناظرین کرام سے بھی اس عاجز راقم سطور کی درخواست ہے کہ مرحومین کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا اور حسب توفیق ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں، مرحومین کے لئے دعا کرنے والوں کے حق میں یہ دعا عبادت ہے اور جن کے لئے دعا کی جائے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ عظیم احسان بھی ہے۔ واللہ لا یضیع اجر المحسنین

نوٹ:۔ ان صفحات میں یادرفتگاں کے زیر عنوان ناظرین کرام نے جو کچھ پڑھا وہ گذشتہ مہینے دسمبر میں جنوری کے شمارے میں اشاعت کے ارادہ سے لکھا گیا تھا لیکن اس کے صفحات میں گنجائش نہ رہنے کی وجہ سے اب فروری کے اس شمارے میں نذر ناظرین کرام کیا جا رہا ہے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کے بارے میں جو لکھا گیا ہے اس کا بیشتر حصہ عزیزی مولوی خلیل الرحمٰن سجاد سلمہ اللہ تعالیٰ کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ نعمانی

ALFURQAN MONTHLY
31, NAYA GAON WEST
LUCKNOW-226 018 (INDIA)
Phone : 45547

Regd. No. LW/NP-
Vol. 56 No. 2
February, 1988

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
ماہنامہ
الفرقان
لکھنؤ
مدیر
خلیل الرحمن سجاد ندوی
قیمت
3/50

حال ہی میں شائع ہونیوالی کچھ قابل مطالعہ کتابیں

کاروان زندگی حصہ سوم

یعنی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی آپ بیتی کا تیسرا حصہ جس میں جنوری ۱۹۸۴ سے لے کر نومبر ۱۹۸۰ء تک کے اہم حالات و واقعات تحریکات و سرگرمیاں جن سے مصنف کا براہ راست تعلق رہا ہے نیز بعض قدیم اور نئے ملکوں کے طویل سفر وہاں کے چشم دید حالات ایک داعی دین قرآن میں غور و فکر کرنے والے اور ملل و ادیان کی تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مخلصانہ مشورے اور تبصرے ملک کے تشویشناک اور قابل ذکر حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ، پیام انسانیت اور بقائے باہم کی کوششوں اور علمی سیمیناروں اور موتمرات کی مختصر روئیداد — قیمت ۳۵/-

مکتوبات ماجدی جلد دوم

مرتبہ ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کے مکتوبات کی دوسری جلد پہلی جلد کی طرح آب و تاب کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔ اس میں تیرہ مخلصین حضرات کے نام ۲۸۸ خطوط شامل کئے گئے ہیں۔ قیمت ۵۰/-

اسلامی قانون وراثت

مولانا مفتی فضیل الرحمن عثمانی

اسلام کے قانون وراثت کی وضع دار ترتیب و تدوین قرآن، حدیث اور فقہ کے مستند حوالوں کے ساتھ۔ قیمت ۱۲/-

رسول اکرم صلعم کا طریقہ نماز

از: مولانا جمیل احمد نذیری

اردو زبان میں اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب جس میں طریقہ نماز و مسائل نماز کو کتب فقہ کے بجائے صرف آیات قرآنی، احادیث نبوی اور آثار صحابہ کے حوالے سے لکھا گیا ہے اور تمام مشہور اختلافی مسائل پر خاص طور سے مکمل و مفصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲۵/-

رسول اللہؐ کی پچپن وصیتیں

مرتبہ: مولانا حمزہ محمد صالح عجاج

قرآن و حدیث سے اخذ کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۵۵ وصایا کا انتخاب جن پر عمل کرنے میں پوری امت مسلمہ کیلئے بڑی کامیابی ہے۔ قیمت ۴/-

تراویح کی بیس رکعتیں ہیں یا آٹھ

از: مولانا محمد ادریس صاحب قیمت ۴/۵۰

نماز کے بعد اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

از: مولانا محمد ادریس صاحب ۴/-

شوریٰ کی شرعی حیثیت

از: حضرت مولانا ریاست علی بجنوری

اس کتاب میں شوریٰ کی شرعی حیثیت کے علاوہ سلاطین اور دیگر امراء کے ساتھ شوریٰ کی نسبت کثرت رائے کے ذریعہ فیصلے مدارس عربیہ کے نظام کاران کے دستور اساسی رجسٹریشن اور وقف کے موضوع نیز دیگر ضمنی مسائل پر معتبر حوالوں کیساتھ مدلل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے قیمت ۴/-

رفیق سفر

جس میں ہر قسم کے سفر سے متعلق ضروری احکام اور دعائیں درج کی گئی ہیں۔

قیمت ۳/۵۰

صداقت

مرتبہ: جناب سید عادل قریشی صاحب

اس کتاب میں موجودہ دور میں رائج رسومات و بدعات کے بارے میں شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور بریلوی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند ہی صحیح راستے پر ہیں۔ کتاب کی طباعت اگرچہ بہتر نہیں ہے۔ لیکن مواد کے لحاظ سے جدید طبقہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ قیمت ۶/-

اسلام اور عصری مسلمان

ایک تقابلی جائزہ

از: مولانا قاری عبدالکریم صاحب

یہ کتاب خالص اصلاحی انداز میں لکھی گئی ہے جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آج کے مسلمان کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ قیمت ۷/-

خمینیت: عصر حاضر کا عظیم فتنہ

از: مولانا حبیب الرحمن قاسمی

- خمینی کیا تھے اور کیا بن گئے —
- نام نہاد الجمہوریۃ الاسلامیہ میں کیا ہو رہا ہے۔ خمینیوں کے سنسنی خیز جرائم کا انکشاف خمینی اقتدار کے بھیانک جرائم اور ان کا انجام۔ قیمت صرف ۱۰/-

ملنے کا پتہ:- الفرقان بکڈپو نظیر آباد (۳۱ نیا گاؤں مغرب) لکھنؤ ۱۸

جلد ۵۶ شمارہ ۳
مارچ ۱۹۸۸ء
مطابق
رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

فہرست مضامین

نگاہ اولیں — مدیر — ۲
معارف الحدیث — حضرت مولانا محمد منظور نعمانی — ۱۲
حج بیت اللہ اور اس کا تقدس — مولانا عبید اللہ کوٹی — ۲۳
چین کا ایک دعوتی سفر — مولانا محمد حنیف ملی — ۳۲
(نقوش و تاثرات) شیخ الحدیث معہد ملت مالیگاؤں الی رحمۃ اللہ۔ مولانا محمد حیات اللہ سنبھلی
مولانا نسیم احمد فریدی امروہی — ۳۹

محمد حسان نعمانی پرنٹر پبلشر نے نامی پریس میں چھپوا کر
دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا

سالانہ چندہ
اندرون ملک ـــــ ۳۵/-
بنگلہ دیش ـــــ ۴۰/-
پاکستان ـــــ ۸۰/-
دیگر ممالک ذریعہ بحری ڈاک ۹۰/- یا ۶/- پونڈ
〃 〃 ہوائی ڈاک ۱۸۰/- یا ۱۰/- پونڈ

اگر اس دائرہ میں ⚪ سرخ نشان ہے تو

اس کا مطلب ہے کہ آپکی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کیلئے سالانہ چندہ ارسال کریں ـــــ یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا۔

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ
ادارہ اصلاح و تبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور

ہمارا پتہ: ماہنامہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

قارئین الفرقان بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً الفرقان میں جو کچھ لکھا جاتا رہا اگرچہ ہمیشہ ہی دردمند اور باشعور حلقوں کی طرف سے اس کی پوری پذیرائی ہوئی اور کبھی کبھی تو تائید و تحسین کے خطوط اور پیغامات کا تانتا بندھ گیا لیکن اس طرح کے خطوط اور پیغامات کو الفرقان میں شائع کرنے کی کبھی ضرورت نہیں سمجھی گئی —— اپنی کوششوں کے بارے میں ادعائی طرز سے حتی الامکان گریز اور دل سے اپنے عجز و قصور اور اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے اعتراف، اور ان کے ہمہ وقت استحضار کا جو سبق عملی طور پر پڑھنے کا موقع اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو ایسے زمانہ میں عطا فرما دیا ہے جس زمانے میں ہر طرف قول ہی قول نظر آتا ہے، ان سے ان صفات کے حصول اور اس مزاج پر استقامت کا مطالبہ بھی اگر "قربیاں را بیش بود حیرانی" کے اصول کے مطابق دوسروں سے سوا ہو تو کچھ تعجب نہیں —— بہرحال ہم صدق دل سے اپنے خالق و مالک سے ہر معاملہ میں اس طرز عمل پر استقامت اور اس مزاج میں رسوخ کی توفیق مانگتے ہیں جو اسے پسند ہو، اور فکر و عمل کی ہر اس روش سے اس کی پناہ مانگتے ہیں جو اسے ناپسند ہو۔

شیعیت اور اس کے علمبرداروں کی طرف سے جو سنگین خطرات اسلام، امت مسلمہ اور مرکز اسلام کو درپیش ہیں، ان سے امت کو باخبر کرنے اور "معمار حرم کو خواب گراں" سے بیدار کرنے کی جو کوشش الفرقان کے ذریعہ کی جا رہی ہے، گذشتہ شمارے میں ہم نے اس کے بارے میں برصغیر ہند و پاک کے چند حضرات اہل علم کے تاثرات و احساسات ناظرین الفرقان کی خدمت میں صرف اسی مقصد سے پیش کئے تھے کہ یہ بات اور زیادہ

صاف ہو سکے کہ یہ خیالات صرف ایک شخص یا ایک حلقہ سے وابستہ لوگوں کے نہیں ہیں بلکہ علم و شعور، احساس ذمہ داری، حالات و خطرات سے صحیح واقفیت اور مختلف النوع اور وسیع تر میدانوں میں عملی سرگرمی کے لحاظ سے ممتاز حضرات کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو اس موقف کو صحیح سمجھتی ہے جو ہمارے اکابر اہل علم نے ہر دور میں شیعیت کے بارے میں اختیار کیا اور اسے اسکے باوجود بھی پورا اطمینان ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس موقف کے اظہار و اعلان کا کام حالات کے بالکل صحیح اور زیادہ گہرے تجزیہ پر مبنی ہے۔

آج کی صحبت میں بھی اسی غرض سے اس موضوع پر ایسے ہی چند ممتاز حضرات کے خیالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

اقراء ڈائجسٹ (کراچی) اور اس کا خاص نمبر

کراچی پاکستان سے ایک اسلامی ڈائجسٹ اقراء شائع ہوتا ہے۔ اس کی مجلس مشاورت اور مجلس ادارت میں پاکستان کے تقریباً تمام ہی ممتاز اہل علم و نظر شامل ہیں۔ ماہنامہ بینات کراچی کی طرح اقراء نے بھی الفرقان کے خاص نمبر "خمینی اور اثنا عشریہ کے متعلق اکابر اہل علم و فتویٰ کا متفقہ فیصلہ" کو اپنے خاص نمبر کی حیثیت سے نہ صرف نہایت اہتمام کے ساتھ بلکہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے بہت سے ان اکابر اہل علم و فتویٰ کے فتاویٰ و تصدیقات کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جن کے جوابات ہم تک نہیں پہنچ سکے تھے۔

شروع میں نقش آغاز کے زیر عنوان اقراء کے فاضل مدیر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی (مفتی اعظم پاکستان) جنھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند دونوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ نے ایک تعارفی مضمون لکھا ہے جس میں یہ بیان کرنے کے بعد کہ شروع ہی سے اسلام دشمنوں کی طرف سے اسلام کے قلب و جگر پر کیسے سخت حملے ہوتے رہے، اور پھر کس طرح ہر دور میں ہر حملے کے مقابلہ کے لئے مردان خدا سامنے آتے رہے تحریر فرمایا ہے کہ عالمی پیمانے پر دین کی حفاظت احیاء و تجدید اور اشاعت

تبلیغ کا کام حضرت مجدد الف ثانی کے دور سے برصغیر کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور پھر ولی اللہی سلسلہ کے حضرات علمار کرام، خاص کر علمار دیوبند نے کس طرح اپنے عظیم اور گراں بار ذمہ داری سنبھالی۔

تجدید و حفاظت دین کی تاریخ کے اس مختصر جائزہ کے بعد مولانا موصوف نے فتنوں میں سب سے زیادہ سخت جان، بلکہ سب فتنوں کا سرچشمہ شیعیت اور اس کی اسلام دشمنی اور امت مسلمہ کے خلاف سازشوں سے بھرپور شیعوں کی سیاہ تاریخ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے بعد لکھا ہے

> اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس طرز عمل کے علاوہ شیعوں اور روافض کے عقائد کا ان ہی کی کتابوں سے مطالعہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ بات عیاں اور واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں، ان کا دین و مذہب ایک الگ اور خود ساختہ دین ہے جو اسلام کے بالکل متوازی اور اسلام سے متصادم ہے، جیسا کہ استفتار اور اس کے جوابات میں علمار کرام نے واضح کیا ہے، مگر آج تک عام مسلمان اس فرقہ کو اسلام ہی کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں، اور حنفی و مالکی، شافعی حنبلی کی طرح اسے بھی ایک مسلک سمجھتے ہیں، حالانکہ اس فرقہ کے عقائد و مسلمات کو پڑھ کر اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے بات یہ ہے کہ اس فرقہ نے ہر دور میں تقیہ کا سہارا لیا اور ہمیشہ اس کے فتنے، اس کا الحاد و زندقہ اور اس کے کفریات تقیہ کی سیاہ چادر میں چھپے رہے اور ان پر جھوٹ کی ظلمت کی تاریکی چھائی رہی اور اس روئے زمین پر یہ واحد فرقہ اور گروہ ہے جو جھوٹ اور زنا جیسے جرم کو بھی باعث اجر و ثواب بتاتا ہے، کسی مذہب والے، کسی ازم والے خواہ دہریئے ہی کیوں نہ ہوں جھوٹ اور زنا کو غلط اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت سمجھتے ہیں، مگر یہ واحد فرقہ ہے جو جھوٹ کو تقیہ اور زنا کو متعہ کے نام سے نہ صرف ترویج دیتا ہے بلکہ اسے باعث اجر و ثواب بھی بتاتا ہے۔
>
> ایران میں انقلاب کے بعد اس فتنہ کو اقتدار ہاتھ آیا تو اس نے اپنی ریشہ دوانیوں میں تیزی کردی اور اس کی سازشیں زور و شور سے مزید حرکت میں آگئیں۔ اس نے حرمین پر قبضہ کی مذموم اور ناکام جسارت کی (حرمین پر قبضہ کیوں

کرنا چاہتے ہیں اس کی وجہ مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنے مقدمہ میں بیان کر دی ہے)

جس طرح دوسرے فتنوں کا مقابلہ علماء دیوبند نے کیا، اسی طرح اس فتنہ کی سرکوبی بھی (شاید) اللہ تعالیٰ نے اسی علماء حق کے قافلہ کے نام لکھ دی ہے۔ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی فاروقیؒ نے جس طرح اس فتنہ کے عقائد و عزائم کا اظہار کیا، ان کے کفریات کو ظاہر کیا، اس پر وہ امام اہلسنت اور قائد اہلسنت کہلائے جاتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کے مقابلہ کا خاص ذوق اور ایک درد عطا کیا تھا حضرت مولانا لکھنوی قدس سرہ نے ساٹھ سال پہلے ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے اس پر دستخط فرما کر اس کی تصدیق کی۔

آج کے اس دور میں بھی جب اس فتنۂ روافض نے خمینی کی شہ پر سر ابھارا تو اللہ تعالیٰ نے دیوبند کے ایک فرزند کو اس کام کے لئے کھڑا کیا ___ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ نے پہلے ایک کتاب لکھی جس میں ایران کے انقلاب خمینیت اور شیعیت کو بے نقاب کیا، اس کے بعد ایک استفتاء مرتب کیا اور بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیان عظام کی خدمت میں بھیجا، ان علماء کی طرف سے جو فتاویٰ انھیں موصول ہوئے ان سب کو مرتب کر کے ماہنامہ الفرقان کی ایک خصوصی اشاعت میں شائع کیا، الفرقان کے شکریہ کے ساتھ ہم اسے شائع کر رہے ہیں آخر میں ضمیمہ کے طور پر پاکستان اور بنگلہ دیش کے ان علماء کی تصدیقات شامل کر دی ہیں جو اس فتوے پر ہمیں موصول ہوئیں۔ اس فتوے کے شروع میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہٗ کا ایک صفحہ بھی شامل کر دیا ہے، جو انھوں نے "بینات" میں "بصائر و عبر" کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔

ہم اپنے تمام قارئین اور سنی مسلمانوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ استفتاء اور فتویٰ کا بغور مطالعہ فرمائیں اور روافض کے عقائد سے آگاہی حاصل کریں یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جسکی بنیاد اسلام دشمنی اور مکر و فریب پر رکھی گئی ہے اس کی سازشوں سے خود بھی محفوظ رہیں اور دوسروں کو بھی اس کا شکار نہ ہونے دیں

اس موقع پر ہم ارباب اقتدار سے بھی گذارش کریں گے کہ اس نے مسلسل شیعہ نوازی کا جو رویہ اختیار کیا ہوا ہے اسے چھوڑ دے اور سنی مسلمانوں کی اکثریت کی دل آزاری کا سبب نہ بنے اور شیعوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو کسی اقلیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، ان شیعوں کو نوازنے کی پالیسی چھوڑ کر ان کو لگام دے کہ یہ اپنی تخریب کاری سے باز آجائیں جب کہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ پاکستان میں تخریب کاری اور دھماکوں میں یہ مسلسل شامل ہیں اور یہ بھی واضح ہوچکا ہے کہ پاکستان میں نفاذ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ شیعہ اور روافض ہیں اس کے بعد ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کسی طرح بھی روا نہیں۔"

جیساکہ سطور بالا میں عرض کیا گیا 'اقرار ڈائجسٹ' نے اس خاص نمبر میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے ایسے تقریباً ڈیڑھ سو حضرات علماء کرام کے فتاویٰ و تصدیقات بھی شائع کئے ہیں جو حضرت والد ماجد مدظلہٗ کے استفتا کے جواب میں وہاں موصول ہوئے تھے، اور جو نمبر کی اشاعت تک یہاں نہیں پہنچ سکے تھے، ہم انشاء اللہ ان سب فتاویٰ و تصدیقات کو آئندہ اپنے محترم ناظرین کی خدمت میں پیش کریں گے، سر دست ان میں سے چند حضرات کی آراء پیش کی جا رہی ہیں جو خصوصی عظمت و اہمیت کی حامل ہیں۔

اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم کی رائے گرامی

حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ العالی حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے شاگرد خاص ہیں۔ انگریزوں کے اشارہ پر ۱۹۱۶ء میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حجاز میں انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا تھا، پھر حضرت شیخ الہند ہی کے ساتھ مالٹا میں اسیر رہے۔ اس وقت اس نسل کے لوگوں میں اب صرف وہی بقید حیات ہیں، اور دار العلوم دیوبند کے فیض یافتگان کی پوری جماعت میں سب سے زیادہ کبیر السن عالم ہیں آنکھوں سے معذور ہو گئے ہیں۔ پاکستان کے چند حضرات اہل علم استفتاء

ے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس پر انھوں نے کن الفاظ میں تائید فرمائی
یہ داستان اقرار کراچی کے الفاظ ہی میں سنئے]

اسیر مالٹا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص، اکابر دیو بند کی یادگار حضرت مولانا محمد عزیر گل صاحب مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور آپ کو یہ استفتاء اور فتویٰ پڑھ کر سنایا گیا تو اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ فتویٰ وقت کا اہم تقاضا اور ضرورت ہے، کیونکہ ان کے عقائد اب بالکل واضح ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کو کھل کر ایذا پہنچانے کے درپے رہتے ہیں، آپ سے دستخط کی درخواست کی گئی تو فرمایا کہ میں اس فتویٰ کی توثیق کرتا ہوں، بینائی نہیں رہی جس کی وجہ سے پندرہ سال سے قلم نہیں اٹھایا اور ہاتھ میں رعشہ بھی ہے اس لئے دستخط سے معذور سمجھیں، دوبارہ درخواست کی گئی کہ تبرک کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس پر آپ کے دستخط ہوں تو از راہ شفقت اس درخواست کو قبول فرمایا اور حضرت نے ہاتھ پکڑوا کر فتوے پر دستخط فرمائے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے پہلے شیعوں کے کفر کا فتویٰ مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھ چکے ہیں، جس پر ہمارے تمام اکابر نے دستخط فرمائے تھے اس طرح شیعوں کے کفر کا فتویٰ علماء دیوبند کا متفقہ موقف ہے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ العالی خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ کی رائے

[حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ العالی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز ہیں، بلکہ اب پاکستان میں حضرت تھانوی کے موجودہ خلفاء میں غالباً سب سے بڑے وہی ہیں، ہر سال ۶ مہینے مدینہ منورہ میں گذارتے ہیں۔ انھوں نے حسب ذیل الفاظ میں اپنی تائید ثبت فرمائی]۔

شیعہ پکے کافر ہیں، ان کے کفر کو اور ان کی شناخت کو ہمارے حضرت مجدد ملت

نور اللہ مرقدہ بھی اپنے فتوی اور ملفوظات میں بار بار بیان فرما چکے ہیں، علماء دیو بند نے جب شیعوں کے کفر کا فتوی دیا تو اس پر مولانا عبدالماجد دریا بادی کے اشکالات کے ہمارے حضرت قدس سرہ نے جواب دیئے۔ شیعوں کا پورا دین اور مذہب کلمہ سے لے کر نماز جنازہ اور دفن تک ہر چیز اسلام اور مسلمانوں سے مختلف ہے، ان کا سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ یہ موجودہ قرآن کو محرف مانتے ہیں، امامت کے قائل ہیں، اور صحابہ کو مرتد منافق سمجھتے ہیں اس لئے یہ کافر ہیں، اور میں مفتی صاحب کے فتوے کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں، جو علماء اور مشائخ شیعوں کے خلاف علمی اور عملی کام کر رہے ہیں وہ جہاد کر رہے ہیں، اللہ تعالی ان کی نصرت و مدد فرمائے اور ان کو کامیاب فرمائے میں ہر وقت ان لوگوں کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

(مولانا) فقیر محمد (مدظلہ) سرپرست اعلی جامعہ امداد العلوم پشاور

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ کی زیر سرپرستی چلنے والے ادارے جامعہ امداد العلوم پشاور کے چند حضرات اساتذہ نے بھی مولانا موصوف کی اس تائیدی تحریر پر اپنی دستخطیں ثبت فرمائیں جو ذیل میں نقل کی جارہی ہیں۔

ہم اپنے بزرگ اور قابل صد احترام علماء کرام کی تائید کرتے ہوئے روافض اثنا عشریہ کے اسباب کفر پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

محمد حسن جان ۔ شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور

روافض کی کتب کے مطالعہ سے ان کی تکفیر خود بخود معلوم ہوتی ہے۔

امان اللہ ــــ استاد حدیث جامعہ امداد العلوم

عبدالرحمن ــــ ناظم جامعہ امداد العلوم

محمود ــــ مدرس جامعہ امداد العلوم

حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ العالی مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کی تصدیق

[حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم برصغیر ہند و پاک میں اپنی عظیم دینی و ملی

خدمات، مجاہدانہ مزاج اور علمی بلند مقامی کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کے حامل ہیں تقسیم سے پہلے مولانا موصوف دارالعلوم دیوبند کے درجات علیا کے استاذ تھے، اور تقسیم کے بعد پاکستان میں جن حضرات سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے کام لئے ان میں مولانا کا مقام بہت بلند ہے۔ جہاد افغانستان سے بھی مولانا کا قریبی اور براہ راست تعلق ہے۔ مولانا کے بیشمار تلامذہ اس جہاد میں عملاً شریک ہیں اور بہت سے جام شہادت بھی نوش کر چکے ہیں، مولانا کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب پاکستانی پارلیمنٹ میں علماء حق کے طبقہ کی نمائندگی کرتے ہیں پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے پارلیمنٹ میں جو "شریعت بل" زیر بحث ہے وہ مولانا سمیع الحق صاحب ہی کا پیش کردہ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے درج ذیل الفاظ میں اپنے تائیدی خیالات ظاہر فرمائے

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان فقہ اور فتاویٰ میں ہمارے مقتدا اور امام ہیں اور ہم مقتدی حضرات فتاویٰ میں صرف آپ کی اقتدا کرتے ہیں اس لئے اس فتویٰ کی تصدیق و توثیق کی حضرت مفتی صاحب کے فتوے کے بعد کوئی ضرورت نہیں، آپ کا فتویٰ ہم تمام علماء دیوبند اور خدام کے لئے حجت اور دلیل ہے، آپ کے حکم کے پیش نظر سعادت کے لئے دستخط کر رہا ہوں، ورنہ حضرت مفتی صاحب کے دستخط ہم سب کی طرف سے کافی ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ اور حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ، کے اس جہاد کو قبول فرمائے، ان بزرگوں نے اس فتنہ کا بروقت احساس کیا اور اس مرض کو سرطان سے قبل ہی امت مسلمہ سے کاٹ کر علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے، میں ادنیٰ خادم کی حیثیت سے اس جدوجہد اور جہاد میں حضرت مفتی صاحب کا ساتھ دوں گا، اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے۔ (مولانا) عبدالحق (مدظلہ)

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ورکن قومی اسمبلی پاکستان

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، کی اس تائیدی تحریر پر دارالعلوم حقانیہ کے کئی اور اکابر اساتذہ نے بھی اپنی دستخطیں ثبت فرمائیں جو ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں:

میرا مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن مدظلہ کے جواب سے اتفاق ہے بلاشک وشبہ یہ فرقہ مرتد ہے اس سے نکاح حرام اور کالعدم ہے۔ محمد فرید عفی عنہٗ۔ مفتی و استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ سمیع الحق۔ نائب مہتمم و استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک و رکن ایوان بالا پاکستان

عبدالقیوم حقانی استاذ دارالعلوم حقانیہ عبدالحلیم استاذ دارالعلوم حقانیہ

غلام الرحمن انوارالحق

اس شمارے میں آپ "حج بیت اللہ اور اس کا تقدس" کے زیر عنوان مولانا عبید اللہ کوٹی ندوی رفیق دارالمصنفین کا ایک مضمون ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس مضمون کے ہمراہ مولانا نے جو خط مدیر الفرقان کے نام لکھا ہے اس میں الفرقان کی اس مہم کے بارے میں اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"حضرت مولانا زید مجدہم نے شیعیت کے سلسلہ میں جو جرأت مندانہ اور تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے اس نے امت اسلامیہ کو ایک بڑے فتنہ سے محفوظ رکھنے کا سامان کر دیا ہے۔ پورے عالم اسلام میں اس کے اثرات محسوس کئے جا رہے ہیں شیعیت کے بارے میں ابھی آپ نے جو فتاویٰ شائع کئے ہیں، انکی شدید ضرورت تھی، میں خاص طور پر ان خدمات کے لئے حضرت مولانا کی حیرت انگیز جدوجہد پر اور وہ بھی ضعف و نقاہت اور علالت کی گوناگوں رکاوٹوں کے باوجود، اس قدر غیر معمولی جاں فشانی پر حیرت میں پڑ گیا، واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اسی نے اس خدمت کے لئے حضرت مولانا کو توانائی بخشی .....

تقدس حج کانفرنس میں، میں نے جو مضمون پیش کیا تھا، وہ بھیج رہا ہوں، رواداری اب مداہنت کے دور میں داخل ہو گئی ہے اس لئے میں نے سوچا کہ یہ مضمون کسی اور کے کام کا نہیں ہے آپ ہی اگر مناسب سمجھیں تو اسے الفرقان میں شائع کر سکتے ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر اس بات کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان حضرات کے

یہ خیالات و تاثرات اس مہتم بالشان اور اطمینان بخش حقیقت کے ناقابل انکار ثبوت کے طور پر پیش کئے ہیں کہ امت کا اجتماعی ضمیر زندہ ہے ' اس دور انحطاط میں بھی ایسے حاملین علوم نبوت کی بڑی تعداد الحمد للہ موجود ہے جو پوری ہمت و جرأت کے ساتھ حفاظت دین کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور غلو آمیز تحریف، جہالت پر قائم تاویلات و تشریحات کذب و افترا پر مبنی باطل افکار و خیالات کی صورت میں جو حملے دین حق پر ہوتے رہتے ہیں ان کے مقابلہ کے لئے جن باتوفیق حاملین علوم نبوت کے تسلسل کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی ہے، خدا کا شکر ہے کہ وہ اس دور زوال میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ بلا شبہ یہ بات نہایت اطمینان بخش اور حوصلہ افزا ہے۔

حال ہی میں خمینی صاحب کے کچھ تازہ خیالات بین الاقوامی رسائل و اخبارات کے ذریعہ ہمارے علم میں آئے ہیں، جن سے موصوف کی شخصیت اور ارادوں پر مزید روشنی پڑتی ہے اگر ضرورت محسوس ہوئی تو انشاء اللہ آئندہ ان پر کچھ تبصرہ کیا جائے گا، اس سے انشاء اللہ اس بارے میں مزید اطمینان حاصل ہو گا کہ آیا موجودہ حالات میں شیعیت کے بارے میں فیصلہ کن موقف کا اظہار و اعلان حالات سے صحیح واقفیت اور ان کے صحیح تجزیہ پر مبنی ہے یا یہ نتیجہ ہے ضرورت سے زیادہ حساسیت یا غلبۂ حال کے قسم کی کسی نفسیاتی کیفیت کا!! ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً "

الفرقان کی ملکیت و دیگر تفصیلات کے متعلق اعلان

(مطابق فارم نمبر ۴ دیکھئے قاعدہ نمبر ۸)

مقام اشاعت : لکھنؤ وقفۂ اشاعت ماہانہ

پرنٹر پبلشر کا نام و پتہ : محمد حسان نعمانی ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ قومیت ہندوستانی

ایڈیٹر کا نام و پتہ خلیل الرحمن سجاد ندوی قومیت ہندوستانی

ملکیت : محمد حسان نعمانی و خلیل الرحمن سجاد ندوی

میں محمد حسان نعمانی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین میں بالکل صحیح ہیں

دستخط محمد حسان نعمانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

کتاب المناقب و الفضائل (۱۵)

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۳)

[حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے سلسلہ کی دو قسطیں اس سے پہلے دو شماروں میں شائع ہو چکی ہیں، ان میں ان کی ان دو اہم فضیلتوں کا ذکر نہیں آیا جن میں وہ تمام صحابہ کرام اور خلفاء راشدین میں بھی ممتاز و منفرد ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا ان کے ساتھ نکاح کیا اسی وجہ سے ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے اور دوسری یہ کہ انھوں نے حضور کی صاحبزادی اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ کے ساتھ دو دفعہ ہجرت فرمائی، پہلی ہجرت مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف۔ آج کی صحبت میں چند وہ حدیثیں نذر ناظرین کی جا رہی ہیں جن میں ان دونوں فضیلتوں کا ذکر ہے]

عن انس اَنَّ اَوَّلَ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَى الْحَبْشَةِ بِاَهْلِهٖ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَخَرَجَا وَخَرَجَ مَعَهٗ بِابْنَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْتَبَسَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمَا فَجَعَلَ يَخْرُجُ يَتَوَكَّفُ الْاَخْبَارَ فَقَدِمَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ : يَا اَبَا الْقَاسِمِ ! رَأَيْتُهَا، قَالَ: عَلَى اَيِّ حَالٍ رَأَيْتِهِمَا ؟ قَالَتْ : رَأَيْتُهٗ وَ قَدْ حَمَلَهَا عَلَى حِمَارٍ مِنْ هٰذِهِ الدَّبَّابَةِ وَهُوَ يَسُوْقُ بِهَا

يَمْشِي خَلْفَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَحِبَهُمَا اللّٰه ان كان عثمان بن عفان لأول من هاجر الى الله باهله بعد لوط ــــ رواه الطبراني في الكبير والبيهقي وابن عساكر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے جس شخص نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ عثمان بن عفان تھے وہ اپنی اہلیہ محترمہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کو ساتھ لے کر حبشہ کے لئے روانہ ہو گئے (پھر طویل مدت تک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی تو آپ باہر تشریف لے جاتے اور خبر معلوم ہونے کا انتظار فرماتے (اور کہیں سے خبر حاصل ہونے کی کوشش فرماتے) تو قبیلہ قریش کی ایک خاتون ملک حبشہ سے (مکہ) آئی تو آپ نے اس سے (ان کے بارے میں) دریافت فرمایا تو اس نے کہا اے ابو القاسم! میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تم نے ان کو کس حال میں دیکھا تو خاتون نے کہا کہ میں نے عثمان کو دیکھا انھوں نے (آپ کی صاحبزادی) رقیہ کو آہستہ چلنے والے ایک حمار پر سوار کر دیا تھا اور وہ خود پیدل پیچھے چل رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے (اور ان کی حفاظت فرمائے) اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ (اللہ کے پیغمبر) لوط (علیہ السلام) کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اللہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ (معجم کبیر طبرانی، بیہقی، ابن عساکر)

تشریح) حدیث اور سیر و تاریخ کی روایات کی روشنی میں یہ معلوم و مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے (باختلاف روایات دو یا تین صاحبزادوں کے علاوہ جو صغر سنی ہی میں وفات پا گئے) آپ کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ (رضی اللہ عنہن) حضرت زینب جو سب سے بڑی تھیں ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص بن الربیع سے کر دیا تھا اور وہ

انہی کے ساتھ رہیں (یہاں ان کے بارے میں اس سے زیادہ لکھنا غیر ضروری ہے) اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا رشتہ آپ کے چچا ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہو گیا تھا لیکن رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کہ ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کی شدید ترین مخالفت اور آپ کی ایذا رسانی پر سورۂ لہب نازل ہوئی جس میں ان دونوں میاں بیوی کی بد انجامی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان فرمایا گیا۔ اس سے طیش میں آکر ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ پر دباؤ ڈالا کہ رقیہ اور ام کلثوم سے تمہارا جو رشتہ ہو چکا ہے اس کو ختم کر دو، انھوں نے ایسا ہی کیا (فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام تھا کہ یہ پاک صاحبزادیاں اس ناپاک گھرانے میں نہ جا سکیں۔ ان ربی لطیف لما یشاء) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے بڑی بہن رقیہ کا نکاح بحکم خداوندی (جیسا کہ دوسری روایات میں بصراحت موجود ہے) حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا جو دعوت اسلام کے ابتدائی دور ہی میں ایمان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص اصحاب و رفقاء میں شامل ہو چکے تھے ـــــ معلوم ہے کہ دعوت توحید کے ابتدائی دور میں مکہ کے شریر و ظالم اور سنگدل مشرکین کی طرف سے اسلام قبول کرنے والوں پر کیسے کیسے ظلم و ستم ڈھائے جاتے تھے۔ حضورؐ کو معلوم تھا کہ ملک حبشہ کا بادشاہ جو دین عیسوی کا پیرو ہے ایک نیک دل اور عادل حکمراں ہے، اور امید ہے کہ وہاں جو بھی جائے گا امن و امان سے رہ سکے گا۔ تو آپ نے ایمان لانے والے اپنے اصحاب کو مشورہ دیا کہ جو لوگ جا سکتے ہوں وہ فی الحال حبشہ چلے جائیں، چنانچہ چند حضرات نے اس کا ارادہ کر لیا، ان میں سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے حضرت عثمان تھے۔ انھوں نے حضورؐ کے مشورہ کے مطابق آپؐ کی صاحبزادی اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ کو بھی ساتھ لے کر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ـــــ پھر جیسا کہ حضرت انس کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدت تک ان دونوں کے بارے میں کوئی خیر خبر نہیں ملی جس سے آپؐ بہت فکر مند رہے اور کوشش فرماتے رہے کہ کسی طرح ان کا حال معلوم ہو ـــــ تو طویل عرصہ کے بعد قبیلہ قریش کی ایک عورت حبشہ سے مکہ مکرمہ آئی، آپؐ نے اس سے حضرت عثمان اور حضرت رقیہ کے بارے میں دریافت فرمایا

تو اس نے تبلایا کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس حال میں دیکھا ہے، اس نے کہا کہ میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ عثمان نے اپنی اہلیہ رقیہ کو آہستہ آہستہ چلنے والے ایک حمار[1] پر سوار کر دیا تھا اور خود پیدل اس کے پیچھے چل رہے تھے (راقم سطور کا گمان ہے کہ حمار کو آہستہ اس لئے چلایا جا رہا ہوگا کہ حضرت رقیہ کو تکلیف نہو)۔۔۔ اس قریشی خاتون سے یہ حال معلوم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوا اور آپ نے دعا فرمائی کہ "صَحِبَهُمَا اللّٰه" (ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت اور حفاظت نصیب رہے) اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کے پیغمبر لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی رفیقہ حیات کو ساتھ لے کر اللہ کی طرف یعنی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی، اپنا وطن اپنا گھر بار اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑا اور محض لوجہ اللہ جلا وطنی اختیار کی۔ اس زمانہ میں مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا کتنا بڑا مجاہدہ تھا، آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، اس قافلہ میں چند ہی حضرات تھے، اس کے بعد ایک بڑے قافلہ نے بھی مکہ سے حبشہ کو ہجرت کی۔ ان سب حضرات کا طویل مدت تک حبشہ میں قیام رہا، حضرت عثمان چند برس وہاں قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے، لیکن ایسے وقت پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرما چکے تھے تو حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ اور ایک صاحبزادے (عبد اللہ کو ساتھ لے کر جو حبشہ میں پیدا ہوئے تھے) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اس طرح وہ صاحب الہجرتین ہیں اور حضرات خلفاء راشدین میں بھی یہ فضیلت انہی کو حاصل ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

مدینہ منورہ ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا انہی دنوں حضرت رقیہ بیمار ہو گئیں

---

[1] حدیث میں حمار کا لفظ ہے، راقم سطور نے ترجمہ میں اور یہاں۔ تشریح میں بھی یہی لفظ لکھنا بہتر سمجھا، اردو میں حمار کا ترجمہ گدھا کیا جاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب کا حمار ہمارے ملک کے گدھے سے بالکل مختلف ہے، وہ گھوڑے سے چھوٹا گھوڑے ہی کی طرح سواری کا جانور ہے، ہمارے ایک استاد فرماتے تھے کہ حجاز کا حمار گدھا نہیں ہے وہ حمار ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حمار پر سوار ہونا ثابت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت عثمان نے بھی آپ کے ساتھ جانا چاہا، حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ تم رقیہ کی تیمارداری کے لئے یہیں رہو ہمارے ساتھ نہ چلو، اللہ تعالیٰ تم کو وہی اجر عطا فرمائے گا جو اس غزوہ کے مجاہدین کو عطا فرمایا جائے گا اور غنیمت میں تمہارا وہی حصہ ہوگا جو غزوہ میں شریک ہونے والے مجاہدین کا ہوگا ـــــ حضرت عثمان حضورؐ کے اس حکم کی وجہ سے غزوۂ بدر کے لئے نہیں جاسکے، حضرت رقیہ کی تیمارداری میں مصروف رہے ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضا و قدر کا فیصلہ کہ وہ صحتیاب نہ ہوسکیں حضورؐ کی مدینہ واپسی سے پہلے ہی وفات پاگئیں واپسی پر حضورؐ کو علم ہوا تو رقیہ جیسی لخت جگر کی وفات کا جو صدمہ ہونا چاہیئے تھا وہ ہوا اور حضرت عثمانؓ کا جو حال ہوا وہ آئندہ درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہوگا۔

عن سعيد بن المسيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لقي عثمان بن عفان وهو مغموم لهفان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شأنك يا عثمان؟ قال بأبي أنت يا رسول الله وأمي وهل دخل على أحد من الناس ما دخل علي توفيت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم عندي رحمها الله وانقطع الظهر وذهب الصهر فيما بيني وبينك إلى آخر الأبد، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أتقول ذلك يا عثمان قال إي والله! أقوله يا رسول الله! فبينما هو يحاوره إذ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعثمان: هذا جبريل يا عثمان! يأمرني عن أمر الله أن أزوجك أختها أم كلثوم على مثل صداقها وعلى مثل عشرتها فزوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم إياها ـــــ رواه ابن عساكر۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن عفان سے ملے اور وہ اس وقت بہت ہی غمزدہ اور سخت رنجیدہ تھے، تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کا یہ حال دیکھ کر) فرمایا عثمان تمھارا یہ کیا حال ہے؟
انھوں نے عرض کیا اے رسول خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا
کسی شخص پر بھی ایسی مصیبت آئی ہے جو مجھ پر آئی ہے۔ آپ کی صاحبزادی جو
میرے ساتھ تھیں (یعنی رقیہ رضی اللہ عنہا) وہ وفات پاگئیں اللہ ان پر رحمت
فرمائے، (اس صدمہ سے) میری کمر ٹوٹ گئی ہے، اور آپ سے دامادی کے رشتہ
کا جو شرف مجھے نصیب تھا اب وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا (اور میں اس عظیم نعمت
اور سعادت سے محروم ہوگیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ
عثمان! کیا تم ایسا ہی کہتے ہو (اور تمھیں اسی کا صدمہ اور رنج ہے؟) حضرت
عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں قسم کے ساتھ وہی عرض کرتا ہوں جو
میں نے عرض کیا ہے (میرا یہی حال اور یہی احساس ہے) اسی درمیان کہ آپ
عثمان سے یہ گفتگو فرما رہے تھے آپؐ نے فرمایا کہ اے عثمان! یہ جبریل امین
ہیں یہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پہونچا رہے ہیں کہ میں اپنی بیٹی مرحومہ رقیہ کی بہن
ام کلثوم کا نکاح تم سے کردوں اسی مہر پہ جو رقیہ کا تھا اور اسی کے مثل معاشرت
پر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے ساتھ اپنی بیٹی ام کلثوم
کا نکاح کر دیا (ابن عساکر)

(تشریح) حدیث کا مضمون واضح ہے کسی وضاحت کا محتاج نہیں اور متعدد دوسری روایات
سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے ـــــ اس حدیث کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسکے
راوی سعید بن المسیب تابعی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ حدیث ان کو کسی صحابی سے پہنچی ہوگی جن کا
انھوں نے حوالہ نہیں دیا، ایسی حدیث کو محدثین کی اصطلاح میں مرسل کہا جاتا ہے۔ لیکن
سعید بن المسیب ان جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جنکی اس طرح کی مرسل روایات مستند
اور قابل قبول ہیں، اور جیسا کہ عرض کیا گیا دوسری متعدد روایات سے اس حدیث کے مضمون
کی تائید ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحیٰ اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَ کَرِیْمَتَیَّ مِنْ عُثْمَانَ ۔

(رواہ ابن عدی والدارقطنی وابن عساکر)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی حکم دیا کہ میں اپنی دونوں عزیز بیٹیوں کا نکاح عثمان سے کروں

(تشریح) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا تھا اور ہجرت کے دوسرے سال ان کی وفات کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی آپ نے حضرت عثمان کے ساتھ وحی کے ذریعہ ملنے والے خداوندی حکم سے ہی کیا ۔

عَنْ عِصْمَۃَ بْنِ مَالِکٍ الْخَطْمِیِّ قَالَ : لَمَّا مَاتَتْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ عُثْمَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : زَوِّجُوْا عُثْمَانَ ، لَوْکَانَ لِیْ ثَالِثَۃٌ لَزَوَّجْتُہٗ ، وَمَا زَوَّجْتُہٗ اِلَّا بِالْوَحْیِ مِنَ اللّٰہِ ـــــ رواہ ابن عساکر

حضرت عصمۃ بن مالک رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادی کا انتقال ہوگیا جو حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں (یعنی ام کلثوم) تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ـــــــــــ آپ لوگ عثمانؓ کا نکاح کردیں، اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان ہی سے کردیتا، اور میں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح عثمان سے وحی کے ذریعہ ملے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا تھا ۔

(ابن عساکر)

(تشریح) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ جن کا نکاح آپ نے ان سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے ۲ھ میں انتقال فرما جانے کے بعد حضرت عثمانؓ

سے کر دیا تھا، وہ بھی ۹ھ میں وفات پاگئیں، تو آپؐ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اپنی بیٹی یا اپنے زیر ولایت بہن یا کسی عزیزہ کا عثمان سے نکاح کر دیں، اگر میری کوئی تیسری غیر شادی شدہ بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان ہی سے کر دیتا اس کے لئے آپ لوگوں سے نہ کہتا۔ ساتھ ہی آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح جو عثمان کے ساتھ کیا تھا تو وہ محض اپنی صوابدید اور اپنی رائے سے نہیں بلکہ وحی کے ذریعہ ملے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عثمان کا جو مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِ ابْنَتِهِ الْاٰخِيْرَةِ۔ يَا عُثْمَانُ! لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ عَشْرًا لَزَوَّجْتُكَهُنَّ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَاِنِّيْ عَنْكَ رَاضٍ۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی الافراد وابن عساکر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی (ام کلثوم) کا انتقال ہوگیا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان! اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان میں سے ایک کے بعد ایک کا (سب کا) تم سے نکاح کر دیتا، کیونکہ میں تم سے بہت راضی اور خوش ہوں۔ (معجم اوسط طبرانی، افراد دارقطنی، ابن عساکر)

(تشریح) حدیث کا مضمون واضح ہے، اس سے پہلی عصمہ بن مالک الخطمی کی روایت کی ہوئی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی ام کلثوم کے انتقال کے بعد حاضرین مجلس صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ "اگر میری تیسری کوئی بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان ہی سے کر دیتا" اور اس حدیث میں ہے کہ آپ نے خود حضرت عثمان سے فرمایا کہ "اگر میرے دس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کا نکاح تمھارے ساتھ

ہی کر دیتا"۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں ہے۔ پہلی بات آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائی تھی اور اس حدیث میں جو فرمایا گیا ہے اس کے مخاطب خود حضرت عثمان رضؓ تھے اور مقصد یہ تھا کہ انکے ساتھ اپنی رضا اور قلبی تعلق کا اظہار فرمائیں۔ حضرت ام کلثوم کی وفات پر حضرت عثمانؓ کو جو غیر معمولی صدمہ تھا، اس کی تعزیت اور تسلی و تسکین کا یہ بہترین طریقہ تھا جو آنحضرت کی شان کریمی اور خلق عظیم کے عین مطابق تھا۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم ۔۔۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ کا عدد بھی آیا ہے۔ اس میں بھی کوئی اختلاف اور تضاد نہیں، مقصد وہی ہے جو عرض کیا گیا [1]

---

[1] ہمارے زمانہ کے شیعہ علماء و مصنفین نے جو بہت سی ایسی باتیں کہنی اور لکھنی شروع کی ہیں جو ان کے ائمہ معصومین کے ارشادات اور متقدمین و متاخرین شیعہ اکابر علماء و مجتہدین کے صریح بیانات کے بھی خلاف ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی صرف حضرت فاطمہ ہی تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم آپ کی صاحبزادی نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کی اولاد تھیں۔ یہ ایسی دروغ گوئی اور افتراپردازی ہے جس کی جسارت صرف شیعہ علماء و مصنفین ہی کر سکتے ہیں۔ یہاں اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کا موقعہ نہیں۔ اپنے ناظرین کے لئے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ قرآن مجید سورۂ احزاب کی آیت ۵۹ میں پردہ کے حکم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ ۔۔۔۔۔۔ (اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کہیے۔۔۔۔۔)

اس میں ازواج اور بنات جمع کے صیغے ہیں جو بتلا رہے ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات کی طرح بنات طاہرات یعنی صاحبزادیاں بھی متعدد تھیں

ہمارے ہی زمانہ کے ایک وسیع النظر محقق فاضل و مصنف مولانا محمد نافع صاحب نے اس موضوع پر ایک نہایت محققانہ کتاب "بنات اربعہ" (یعنی چار صاحبزادیاں) تصنیف فرما کر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ تقریباً ساڑھے چار سو صفحہ کی کتاب ہے اس میں اہل سنت کی حدیث، تاریخ اور انساب کی کتابوں کے علاوہ، شیعوں کی کتب حدیث، ان کے ائمہ معصومین کی روایات، ان کی تاریخ اور انساب کی کتابوں

ـــــــ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے فضائل کے اس سلسلہ کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد پر ختم کیا جاتا ہے۔

عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَلِيٍّ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّيْ اَرْجِعُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنَّهُمْ سَائِلِيْ عَنْ عُثْمَانَ فَمَاذَا اَقُوْلُ لَهُمْ ؟ قَالَ اَخْبِرْهُمْ اَنَّ عُثْمَانَ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ "آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" ـ

رواہ ابن مردویہ وابن عساکر

ثابت بن عبید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدینہ جانے والا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمانؓ کے بارے میں سوالات کریں گے تو (مجھے بتلا دیجئے) کہ میں ان کو کیا جواب دوں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جواب دیجیو اور بتلائیو کہ عثمانؓ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے (جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے) وہ بندے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے، پھر انھوں نے تقویٰ اور کامل ایمان والی زندگی گذاری پھر تقویٰ اور احسان کا مقام ان کو حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ اپنے ان

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ :۔ اور ان کے ان متقدمین ومتاخرین علماء ومجتہدین کی تصریحات سے جو شیعہ مذہب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں ناقابل تردید طور پر ثابت کیا ہے کہ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ پھر ان صاحبزادیوں اور ان کی والدہ ماجدہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے سوانح حیات پر بھی یہ کتاب حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کے مصنف مولانا محمد نافع صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کتاب کو علمی دنیا میں بھی قبول عام عطا فرمائے[۱]

---

[۱] یہ کتاب "بنات اربعہ" الفرقان بکڈپو سے بھی طلب کی جا سکتی ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ، طباعت دیدہ زیب، ڈسٹ کور نہایت حسین قیمت/ ۲۵

بندوں سے محبت و پیار فرماتا ہے جو مقام احسان پر فائز ہوں ۔
(ابن مردویہ ابن عساکر)

(تشریح) معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالحکومت بنالیا تھا جو صاحب مدینہ جانے والے تھے اور انھوں نے حضرت سے وہ سوال کیا تھا جو روایت میں ذکر کیا گیا ہے، بظاہر وہ حضرت علیؓ کے خواص اہل تعلق میں سے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ جب میں مدینہ پہونچوں گا تو لوگ مجھ سے آپ کے تعلق سے عثمانؓ کے بارے میں سوالات کریں گے تو میں ان کو کیا جواب دوں ؟ (ملحوظ رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عثمانؓ کی شخصیت متنازعہ ہوگئی تھی اور وہ شہید کردیئے گئے تھے اور ان کو شہید کرنے والے باغی حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرتے تھے) تو حضرت علیؓ نے ان کو وہ جواب دیا جو روایت میں ذکر کیا گیا ہے ـــــ

ـــــ یہ دراصل سورہ مائدہ کی آیت ۹۲ کا اقتباس ہے، آیت کا مطلب ہے کہ جو بندے ایمان، اعمال صالحہ، تقویٰ اور احسان والی زندگی گذاریں، ان سے کسی قصور کے بارے میں آخرت میں پوچھ گچھ نہ ہوگی اور وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں، عثمانؓ اللہ کے انہی محبوب و مقبول بندوں میں سے تھے ۔

ملحوظ رہے کہ یہاں جو احسان کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ایک خاص دینی اصطلاح ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور اس کے احکام کی فرماں برداری اس طرح کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس کی نگاہ کے سامنے ہے ـــــ ظاہر ہے کہ یہ ایمان والیقان کا اعلیٰ درجہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان سطروں کے لکھنے والے اور پڑھنے والے اپنے بندوں کو بھی اس احسانی کیفیت کا کوئی ذرہ نصیب فرمادے ۔

مولانا عبد اللہ کوٹی ندوی
رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ

حج بیت اللہ اور اس کا تقدس

[فاضل گرامی مولانا عبید اللہ کوٹی ندوی کے جس مضمون کا تذکرہ "نگاہ اولیں" میں کیا گیا ہے، ذیل کی سطروں میں وہی مضمون پیش خدمت کیا جا رہا ہے ـــ یہ مضمون تقدس حج کانفرنس لکھنؤ میں ۲۰ دسمبر ۸۸ئ کو پڑھا گیا تھا ـــ ادارہ]

سرزمین حرم اور بیت اللہ کا امتیاز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس خانۂ خدا کی ازسرنو تعمیر کی تھی اللہ کے اس گھر کو عبادت الٰہی سے معمور کرنے اور اس کے گرد پروانہ وار طواف وگردش کرنے کا سلسلہ اسی وقت سے آج تک جاری ہے۔ سوئے حرم سر نیاز خم کرتے ہوئے سبھی آئے نبیوں اور پیغمبروں نے عشق الٰہی کے پر سوز نغموں سے اس گھر کو آباد کیا، بے قرار ہو ہو کر وہ آشفتہ سر اور برہنہ پا اس گھر کی طرف بڑھتے چلے آئے تاکہ اپنی اور قوموں کی تقدیر سنواریں، رحمت الٰہی کے مستحق بنیں اور پھر اس رحمت ربانی کو ساری دنیا میں اپنی اپنی قوموں اور ملکوں میں تقسیم کر دیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دور جاہلیت کے عربوں کو بھی اس گھر سے، اور اس کے شہر مکہ سے بڑی عقیدت تھی اور وہی ان کا قبلہ وکعبہ تھا مگر چونکہ وہ غیر اللہ سے جڑے ہوئے تھے اس لئے شرک کی ناپاکی نے ان کی زندگی کو بھی ناپاک اور بے برکت بنا دیا تھا، شرک نے اگرچہ ان کو تقسیم در تقسیم کی گرفت میں لے رکھا تھا مگر وہ بھی بیت اللہ اور حدود حرم میں پر امن رہتے اور اندرون حرم دوسروں کی جان ومال کا تحفظ کرتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین انبیاء کی تکمیل ہوئی اس لئے قرآن مجید میں یہ اعلان کیا گیا۔

وإذ جعلنا البيت مثابة ـــ اور ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع

للناس وامنا (بقرہ ۱۲۵) اور مرکز امن بنادیا تھا۔

ومن دخلہ کان امنا (عمران ۹۷) جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت یہ بھی دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ساکنان حرم کی محبت پیدا کر دے۔

فاجعل افئدۃ من الناس — پروردگار! تو لوگوں کے دلوں کو
تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات — اسطرح بنادے کہ وہ ان ساکنان حرم
لعلھم یشکرون (ابراہیم ۳۷) — کی طرف مائل ہوں اور انکو پھلوں کی
روزی دے تاکہ یہ تیرے شکر گزار بنیں

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیلؑ کو یہ حکم ملا کہ

طھرا بیتی للطائفین والعاکفین — میرے اس گھر کو طواف و اعتکاف
والرکع السجود — اور رکوع سجدہ کرنیوالوں کیلئے پاک رکھو

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ

رب اجعل ھذا البلد امنا و — اے پروردگار اس شہر کو امن کا شہر
اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں
کی پوجا سے بچا،

عربوں نے کسی حد تک حدود حرم کے امن کو تو برقرار رکھا مگر اسی کے ساتھ ایسی حرکتیں کیں کہ سال کے مختلف مہینوں میں یہ امن ڈانواڈول ہوتا رہا پھر مشرکانہ زندگی کی وجہ سے وہ سرزمین حرم میں توحید الٰہی کو چھوڑ بیٹھے وہ اپنے معبودوں کے مجسمے اور ان کی تصویریں لئے رہتے جلسہ وجلوس میں ان کی تقدیس واحترام کی نمائش کرتے، طرح طرح کے نعرے لگاتے، تاریخ بار بار اپنے کو دہراتی ہے جو کچھ مشرکین مکہ کے ہاتھوں ہوا وہی طرز عمل کچھ سالوں سے ایک گروہ کا نامۂ اعمال بنا، ان کے پاس بھی اپنے اپنے ملکی اور سیاسی رہنماؤں کی تصویریں ہیں اور ان کی زبان سے اللہ کے گھر میں اپنے ہی لیڈروں کے حق میں نعرے بلند کئے جارہے ہیں، یہ سب کچھ کیا اصنام پرستی کے آثار نہیں ہیں؟ وہی اصنام پرستی جس سے دور رہنے کی حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے دعا مانگی تھی، بیت اللہ تو ایسی جگہ ہے جہاں طواف وعبادت کے لئے ماحول کو سازگار بنایا گیا تھا (حج ۲۶) وہاں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے، سب برابر ہیں (حج ۲۵) بیت اللہ کا حج فرض ہے اگر اس کے لئے ساز وسامان میسر ہو، مگر اس گھر کی طرف رخ ہو جائے، اور آغاز سفر کی توفیق ملے تو لباسِ احرام پہنتے ہی سب کی زبانوں پر ایک ہی نعرہ ہوگا۔

لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک اِنَّ الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔

اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور حکومت وبادشاہت بھی تیرا ہی حق ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

حج کا آغاز ہو گیا تو اب اس کے مقاصد بھی پیشِ نظر رہیں حضرت ابراہیمؑ کو جو حکم دیا گیا تھا اس میں مقاصد حج بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

وَاَذِّن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق (حج ۲۷، ۲۸، ۲۹)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو کہ لوگ ہمارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی، جو دور دراز راستوں سے وارد ہوں گی (یہ سفر اس لئے ہے) تاکہ لوگ اپنے لئے بہت سے فائدوں کا مشاہدہ کر لیں، مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں ان مویشیوں پر جو ان کو اللہ نے عطا کئے ہیں اس میں سے تم بھی کھاؤ اور ضرورتمند ناداروں کو بھی کھلاؤ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگ اپنی کثافت دور کریں، اپنے عہد کو پورا کریں، اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

سفرِ حج کا راہی طواف سے فارغ ہو کر چاہ زمزم پر آتا ہے اور شراب طہور سے سیراب ہوتا ہے مگر اس موقع پر بھی اس کی زبان پر اللہ کا نام ہے اور اس کی نگاہوں میں بیت اللہ کی تجلیاں ہیں، یہاں سے وہ عرفات گیا تو حکم ملا کہ۔

واستغفروا اللّٰہ ان اللّٰہ غفور رحیم (البقرہ ۱۹۹)

اپنے لئے اللہ سے معافی چاہو، اللہ معاف فرمانے والا اور بڑا رحیم ہے۔

رات مزدلفہ میں بسر ہوئی اور وہ بھی اللہ کے اس حکم کی روشنی میں:

فاذکروا اللّٰہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھداکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین (البقرہ ۱۹۸)

مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تم کو ہدایت کی ہے ورنہ اس سے پہلے تو تم بھٹکے ہوئے تھے۔

یہ مسافر منیٰ آیا تو شیطان سے نفرت کی علامت کے طور پر رمی جمرات کرتا ہے یعنی ایک خاص جگہ کنکریاں مارتا ہے۔ شیطان سے نفرت کے اظہار کے لئے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں اپنے قیاسی یا سیاسی دشمنوں کو شیطان قرار دے کر انھیں کے خلاف نعرے لگائے جانے ان کے فرضی مجسموں پر سنگ باری ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور دشمنوں میں جو لوگ نمایاں تھے ان کا نام لے کر مذمت اور لعنت کی تجویز پاس کی جاتیں مگر ان باتوں میں سے کچھ بھی نہ ہوا نہ عہد نبوت میں اور نہ ہی اس کے بعد کسی اور زمانہ میں۔ مگر ہاں! ادھر چند برسوں سے اپنے خیالی شیطانوں کو نامزد کرنے اور ان کی مذمت کرنے پر اصرار کیا جاتا رہا ہے۔ مگر کہاں رمی جمرات اور کہاں یہ غارت گر حج طوفان بلیات۔

منیٰ میں رمی جمرات کا یہ مقصد نہ تھا کہ تسبیح کے تمام دانوں پر شیطان ہی کا نام پڑھ کر دل و دماغ میں اسی کی تصویر کو آویزاں کرایا جائے مقصد یہ تھا کہ یہ مسافر اس طرف سے ہوشیار رہے مگر دھیان میں اللہ کو بسائے رہے چنانچہ رمی جمرات کے انھیں دنوں میں سختی سے تاکید کی جاتی ہے کہ

واتقوا اللّٰہ واعلموا انکم

اور دھیان اللہ ہی کا رہے اور یہ

الیہ تحشرون

(البقرۃ ۲۰۳)

یقین رکھو کہ ایک دن اس کے حضور تم سب کو پیش ہونا ہے ۔

حرم کے حدود میں شکار ملے تو یہ حکم ہے کہ اسے اپنے لئے حلال نہ سمجھو (مائدہ : ۱) اس کا شکار مت کرو (مائدہ : ۹۵) کوئی کوتاہی ہو جائے تو فدیہ کے طور پہ روزہ یا صدقہ یا قربانی (بقرہ ۱۹۶) کا حکم دیا گیا ۔ ان کارگذاریوں سے منع کیا گیا جن کی وجہ سے حجاج بیت اللہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی ہو جائیں (مائدہ : ۲) حج کے دوران میں تجارت کی تو اجازت دی گئی (بقرہ ۱۹۸) مگر بار بار یاد الٰہی کی تلقین کی گئی یہاں تک کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد ہی یہ حکم دیا گیا کہ "جب تم حج کے ارکان ادا کر چکو تو جس طرح پہلے اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے تھے اسی طرح اب اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (بقرہ : ۲۰۰) ، سفر حج کے دوران میں ایسی کوئی حرکت نہ ہو جس سے شعائر الٰہی کے ساتھ بے ادبی ہوتی ہو چنانچہ ارشاد الٰہی ہے ۔

"اے مومنو ! اللہ کی مقدس نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو " نہ ہی محترم مہینوں کی بے حرمتی کرو ۔ نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جنکی گردنوں میں نذر خداوندی کے طور پہ پٹے پڑے ہوئے ہیں اور نہ ان لوگوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالو جو اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں بیت اللہ کی طرف جا رہے ہیں (المائدہ : ۲) جو لوگ عبادت الٰہی کی ان یادگاروں کا احترام کرتے ہیں تو وہ اپنے دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں " (حج : ۳۲)

قرآن مجید میں حج کے فرائض و واجبات کے ساتھ ہی ان باتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی وجہ سے ایک عازم حج ، رحمت الٰہی سے محروم رہ جاتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

الحج اشھر معلومات

فمن فرض فیھن الحج

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال

(البقرہ ۱۹۷)

حج کے مہینے معروف ہیں ان میں جو شخص حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہیئے کہ حج کے دوران میں شہوانی باتیں نہ ہوں ، فسق یعنی اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور نہ ہی بحث و جدال ہو ۔

عربوں نے حج کو عبادت کے بجائے ایک سیاسی وسماجی میلہ بنا رکھا تھا جس میں وہ زیادہ تر وقت بے حیائی کی باتوں میں گزار دیتے، ہمارے زمانہ میں بھی ایک طبقہ حج کے دنوں میں اپنی سماجی حیثیت کو بلند کرنے اور اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وقتی نکاح کے حربہ کو استعمال کرتا ہے۔ عبادت کے ماحول میں فحاشی کی یہ ترغیبیں مذہب کے نام پر جاری ہیں۔

عربوں نے حج کو باہمی تفاخر اور بحث وجدال کا ایک سنہرا موقع سمجھ رکھا تھا چنانچہ وہ مشعر حرام کے پاس قیام کرتے اور ایک دوسرے سے لڑتے اور بحث وجدال کرتے، ایک گروہ کہتا کہ ہم حق پر ہیں تو دوسرا گروہ اس کی تردید کرتا اور اپنے کو حق بہ جانب ثابت کرتا (تفسیر ابن کثیر) اس زمانہ میں بھی حج کے مبارک دنوں میں بحث وجدال کی کیفیت پیدا ہونے لگی ہے۔ حج کے لیے جانے والے مسلمانوں میں باہم کفر وایمان کا اختلاف تو ممکن ہی نہیں کیونکہ اہل کفر وشرک کو حرمین میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے جو مسلمان شریک حج ہوں گے ان کے درمیان اختلافات کی نوعیت یا تو شخصی ہوگی اور یا پھر مزاج وطبیعت کے فرق کی وجہ سے سیاسی اور فقہی اختلافات رونما ہوں گے حج کے دنوں میں کفر وایمان میں فرق کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ خالص کتاب وسنت کی روشنی میں ایسے نو واردوں کے کفر وایمان کا فیصلہ کرے اور جو لوگ کتاب وسنت کی روشنی میں اسلام سے منحرف ثابت ہوں حرمین شریفین میں ان کے داخلہ کا سدباب کرے۔ لیکن اختلافات کی نوعیت اگر سیاسی یا فقہی ہو تو حکومت کا فرض ہے کہ ان کے اظہار کو موسم حج میں ممنوع قرار دے اور ایسے انتظامات کرے جن کی وجہ سے مناسک حج کی ادائیگی پر امن ماحول میں ہو اور شر پسند خلل انداز نہ ہو سکیں۔

حج کے دنوں میں فسق یعنی معصیت سے بھی خاص طور پر باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے دور جاہلیت میں عرب طرح طرح کی نافرمانیوں اور فاسقانہ حرکتوں کا ارتکاب کرتے، ایک دوسرے کی تحقیر وتذلیل کرتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت کو ختم فرمایا اور باہمی اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کو سب وشتم کرنے کو فسق قرار دیا اور فرمایا۔

سباب المسلم فسوق (۱)
مسلمان کے بارہ میں بدزبانی فسق ہے

---

(۱) اس حدیث شریف کو بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں کئی کئی طریقوں سے نقل کیا گیا ہے

سلف صالحین اور خاص طور پر صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بدکلامی تو بہت بڑا گناہ اور فسق عظیم ہے۔ قرآن مجید میں ان کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں اس لئے ان کے ساتھ گستاخی ایمان بالقرآن کے بھی منافی ہے اور کفر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو یا آپ کی صاحبزادیوں کو سب وشتم کا نشانہ بنانا گناہ عظیم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو یار غار بنایا، جن کی بیٹیوں کو اہل بیت میں شامل فرمایا جن کو جنت کی بشارت دی، جن کو اپنی دو صاحبزادیاں دیں، جن کو نماز کا، حج اور جہاد کا امیر بنایا، جن کو مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ یا دوسرے شہروں کا حاکم بنایا، یا دوسری ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں جن کے ذریعہ فتوحات اسلام ہوئیں جنھوں نے مصر و شام وایران اور روم وفلسطین کو فتح کیا جن کے ذریعہ ہند وسندھ میں اسلام کی شمع روشن ہوئی جنھوں نے ملکوں کو فتح کیا، قوموں کو اسلام میں داخل کیا اور جنھوں نے بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ" اقامت صلوۃ کی، زکوٰۃ کا نظام قائم کیا، روزہ اور حج کے انتظامات کئے (نہج البلاغہ) ان کو سب وشتم کرنا یقیناً فسق عظیم ہے۔ یہ صحابہ کرام بعض بعض مسائل میں اپنی بصیرت اور اجتہاد کی بنا پر باہم مختلف رائے بھی رکھتے تھے تاہم وہ بہر حق تھے مخلص تھے، عادل تھے، اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی اور جاں نثار تھے، ان کی قربانیوں کی وجہ سے ہم تک پورا دین پہنچا اور مختلف قوموں اور ملکوں میں اسلام کی اشاعت ہوئی اس لئے اپنے مزاج و ذوق کے خلاف صحابۂ کرامؓ کے کسی طرز عمل کو دیکھ کر ان پر سب وشتم کرنا ایک فاسقانہ عمل ہے جس سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا

لا تسبوا اصحابی ۔ میرے صحابہ کو بدگوئی کا نشانہ مت بناؤ۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حج کے تقدس کو باقی رکھنے کے لئے دوران حج میں بھی مذکورہ بالا فسق عظیم سے اور فسق ونافرمانی کی ہر ایک قسم سے اجتناب ضروری ہے۔

ایک گمراہ کن تجویز حج کے تقدس کو مجروح کرنے کے لئے ایک تجویز یہ پیش کی گئی ہے کہ "حجاز مقدس" میں عالم اسلام کی نمائندہ حکومت قائم کی جائے اور وہی حکومت حج کے امور کی بھی نگرانی کرے، مگر یہ ایک شرپسندانہ تجویز ہے جس کے پس پردہ دشمنان اسلام کا ذہن

کارفرما نظر آتا ہے۔

حجاز مقدس کی نمائندہ حکومت کے لئے دنیا کی مسلم حکومتوں سے ارکان واعیان لئے جائیں تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب یہی مسلم حکمراں آپس میں متحد نہیں ہیں تو ان کے نمائندے حجاز مقدس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ کس طرح حکومت کرسکیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عالم اسلام کے مسلم حکمرانوں کے بجائے وہاں کے مسلمانوں کے عوامی نمائندے حجاز مقدس کی حکومت کا انتظام سنبھالیں مگر یہ عوامی نمائندے جو اپنے اپنے ملکوں میں بھی اختیار واقتدار کے مالک نہ ہوں وہ حجاز مقدس کی حکومت میں کس طرح بااختیار اور خود مختار رہ کر کام کرسکیں گے۔

حکومت حجاز کے کارکن، عالم اسلام کے حکمراں طبقہ سے لئے جائیں یا ان کے عوام میں سے منتخب ہوں دونوں صورتوں میں ہمارے سامنے ایک دشواری تو یہ ہوگی کہ حکومت حجاز میں کس ملک کو کس قدر نمائندگی دی جائے دوسرا اہم مسئلہ یہ درپیش ہوگا کہ حکومت حجاز کے اعیان وارکان کے انتخاب کے لئے مسلم حکمرانوں یا وہاں کے مسلمانوں میں الیکشن کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے جن ملکوں میں سنت نبوی کو رد کر دیا گیا ہے۔ یا سبز انقلاب لاکر، قرآن مجید کو طاق نسیاں میں جگہ دیدی گئی ہے یا سرخ آندھی کے فریب یا شکنجہ میں آکر وہاں اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا گیا ہے اور مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے کیا ایسے حکمرانوں یا ان کے ایجنٹ مسلمانوں کو بھی نمائندگی دی جائے گی، کیا مسلم عوام یا حکمرانوں میں سے حکومت حجاز کے کارپردازوں کا انتخاب کرنے کے لئے وہی دھاندلی، عیارانہ پروپیگنڈہ اور سیاسی ہیر پھیر ہوگا جس کا اکثر ملکوں کے الیکشن میں تجربہ ہو رہا ہے، کیا ہر ایک ملک اپنے ایجنٹوں کو حکومت حجاز پر قبضہ کی ٹریننگ دے کر نہیں بھیجے گا؟ حکومت حجاز میں یہ مختلف ملکوں کے ایجنٹ کیا معجزانہ طور پر باہم متفق اور یک رنگ ہو جائیں گے یا حجاز مقدس کو اپنی سیاست کا اکھاڑا بنالیں گے۔؟

شر پسندانہ تجویز پر مزید غور کیجئے تو ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حجاز مقدس میں مسلمانان عالم کی بین الاقوامی حکومت قائم ہوگئی تو اس چھوٹی سی مملکت میں کتنی بڑی فوج ہوگی لاکھوں حجاج اگر فوجی ٹریننگ لے کر پہنچے جیسا کہ اس بار تجربہ ہوا ہے تو کیا زیر بحث حجازی گورنمنٹ کی محدود اور معمولی فوج ان پر قابو پالے گی؟ حجاز مقدس میں بین الاقوامی حکومت

کے قیام کی جو تجویز منظم شرپسندوں کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس کا مقصد تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کمزور اور غیر مستحکم حکومت قائم کر دی جائے جہاں ہر سال ایک انقلاب آتا رہے اور جب امن و امان ختم ہو جائے تو بدامنی کا حیلہ بہانہ کر کے عالم اسلام کو حج سے روک دیا جائے۔

مذکورہ بالا تجویز دراصل حجاز مقدس کو ایک بین الاقوامی حکومت کے بجائے ایک بین اقوامی جنگ کا میدان بنانا چاہتی ہے اور اسی لئے وہ ایمان و اسلام کا واسطہ دیکر، اتحاد بین المسلمین کے نام پر، اپنے غلط اور بے پناہ پروپیگنڈہ کے ذریعہ، حج کے تقدس کو برباد اور حجاز مقدس کی عظمت کو تہہ و بالا کرنا چاہتی ہے۔

آخری گذارش حکومت سعودی عرب کو اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کا خادم بنایا ہے اور اس نے اب تک اس خدمت کو اپنے لئے شرف و سعادت سمجھ کر انجام دیا ہے اس لئے اس کا اور تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے نام سے حجاز مقدس اور خصوصًا حرمین شریفین میں داخل ہونے والوں پر کڑی نظر رکھیں، ان میں سے جو لوگ قرآن مجید اور سنت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں بے ایمان ثابت ہوں اس سرزمین مقدس میں ان کا داخلہ بند کر دیا جائے اور جو اہل ایمان ہوں ان کو فحاشی اور فسق و جدال سے روک دیا جائے، سعودی گورنمنٹ ایسے انتظامات کرے کہ پھر کوئی گروہ تقدس حج کو پامال نہ کر سکے اور موسم حج تمام عالم اسلام کے لئے امن و امان اور سعادت و برکت کا ذریعہ بنا رہے۔

مولانا محمد حنیف ملی
شیخ الحدیث معہد ملت مالیگاؤں

چین کا ایک دعوتی سفر

نقوش و تاثرات

(پہلی قسط)

[۱۹۸۶ء میں مالیگاؤں سے ایک جماعت چین گئی تھی، اس جماعت میں مالیگاؤں کے ممتاز دینی ادارے معہد ملت کے شیخ الحدیث فاضل گرامی مولانا محمد حنیف ملی بھی تھے، مولانا ایک پختہ مشق صاحب قلم بھی ہیں ـــــ واپس آکر مولانا نے اپنے اس سفر کے کچھ نقوش و تاثرات قلمبند فرمائے تھے، جو پہلے تو معہد ملت کے ترجمان "گلشن" میں شائع ہوئے اور اب کتابی شکل میں شائع ہو گئے ہیں۔ مولانا حال میں لکھنؤ تشریف لائے تو اس کتاب کا ایک نسخہ از راہ محبت راقم الحروف کو بھی عنایت فرمایا، راقم نے جب کتاب ہاتھ میں لی تو پھر پوری پڑھے بغیر کتاب کو ہاتھ سے رکھ نہ سکا، راقم نے الفرقان کے قارئین کو بھی کتاب سے استفادہ میں شریک کرنا ضروری سمجھا، اسی خیال سے کتاب کے چند اوراق ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں آئندہ بھی شاید اس کی ایک دو قسطیں مزید پیش کی جائیں، خدا کرے کہ چین کے ان احوال و کوائف کو سن کر ہمارے اندر بھی اپنی پراگندہ حال امت کی شیرازہ بندی کے لئے اور اسے اپنے مقصد حیات کے لئے سرگرم عمل کرنے کے لئے مشرق و مغرب میں جانے کا اور اس راہ میں جان و مال اور جاہ و منصب کی قربانیاں دینے کا جذبہ پیدا ہو جائے ـــــ مدیر]

...... ایک ہفتہ قیام کے بعد ہمیں لنزو سے لنشا جانا تھا، ہم اس فکر میں تھے کہ سواری حاصل کریں لیکن یہاں کے دوستوں نے ہمیں اس زحمت میں نہیں ڈالا اور از راہ خدمت گذاری ایک مستقل میٹاڈور جس میں کچھ حاجی صاحبان بھی جانے والے تھے، ریزرو کرلی، اس طرح ہمارا یہ سفر خیر و عافیت بلکہ یمن و برکت کے ساتھ شروع ہوا اور ہم بار برداری سے نجات پا گئے۔

لنشا ریلوے لائن پر نہیں ہے، سفر کافی لمبا، سارا راستہ کوہستانی، سردی غضب کی۔ خدا نے سرکاری بس سے بچایا اور بے سروسامانی کے عالم میں ایسی مدد آئی جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، ہمارے ساتھ لنشا کے کچھ مسلمان تاجر بھی تھے جو بڑی عقیدت سے کہتے رہے کہ یہ ہماری سعادت ہے کہ ہم آپ کے کام آ رہے ہیں۔

ہم دن میں دس بجے کے قریب یہاں سے روانہ ہوئے پورا سفر قدرتی مناظر سے معمور اور دونوں طرف سے فصیل نما پہاڑوں سے گھرا ہوا پر پیچ راستہ اور راستے کے بغل سے دریا کی روانی ایمان کی تازگی اور قدرت خداوندی پر یقین کا سامان بہم پہنچا رہے تھے، اس منظر کو دیکھ کر زبان سے بے ساختہ "ماابدع صنع الواحد القھار" (خدا کی کاریگری کیسی دلکش ہے) نکل رہا تھا ـــــ

بس میں جو مسلمان ساتھ تھے، ان میں بعض بزرگ معمولی عربی جانتے تھے، اس لئے میں کبھی ان سے اور وہ کبھی مجھ سے بعض باتیں دریافت کرتے رہے۔ دو گھنٹہ مسلسل چلنے کے بعد ظہر کی نماز کا وقت آ پہونچا۔ ہم نے راستے میں واقع مسجد فیجا میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔
یہ مسجد شاندار چینی طرز تعمیر کا نمونہ ہے اس کا مینارہ کشتی نما ہے جو یہاں کی مسجدوں کا امتیاز ہے۔ امام صاحب اور مسجد سے ملحق مدرسہ میں معصوم صورت چینی بچوں سے بھی ملاقات ہوئی جو اس مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ مختصر سے ناشتہ کے بعد امام صاحب نے قیام کے لئے کافی اصرار کیا مگر تنگی وقت اور منزل کی دوری کی وجہ سے ہم نے معذرت کی اور لنشا کی طرف روانہ ہوگئے۔

مزید ڈیڑھ یا دو گھنٹے کے بعد جب ہم اس شہر کے میونسپل حدود میں داخل ہوئے تو سڑک کے دونوں جانب بیس پچیس ہزار مسلمان مرد و زن اور خورد و کلاں اپنے حجاج کے استقبال کے لئے کھڑے تھے لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ دیوستان ہند کے کچھ دیوانے مسلمان تجارت و سیاحت کے لئے نہیں بلکہ محض اسلام کی نشر و اشاعت اور دین مبین کی تبلیغ کے لئے اپنے چینی مسلم بھائیوں سے ملنے کے لیے پہونچ رہے ہیں تو مسلم عوام نے ان حجاج کو چھوڑ کر ہماری طرف رخ کیا ـــــ

سواری پر سوار دوستوں نے کوئی دو میل دور عوام کے جذبات کے پیش نظر ملاقات کے لئے

نیچے اتار دیا، بس پھر کیا تھا، ہم تھکے ہارے ساتھی تھے اور مسلمانوں کا جنگل تھا چین کے مسلمانوں کے اس جم غفیر نے جوش عقیدت اور سچی نیازمندی کے ساتھ ہمیں نہ صرف مبارکباد کہا بلکہ باری باری ایک ایک مسلمان سلام کر کے مصافحہ کرتا رہا اور یہ عمل تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ چلتا رہا، حکومت کی مشنری اور محکمہ سی آئی ڈی حرکت میں تھا، ان کی جیپ کار سڑک کے نیچے سے دوڑ رہی تھی کہ یہ کہاں کے لوگ آپہنچے ہیں کہ پورا ان شاء اللہ امڈ پڑا ہے۔

مسلم خواتین کا یہ عالم تھا کہ فرط عقیدت میں ہندی گنہ گاروں کے دامن کو پیچھے سے پکڑ کر اپنے ہاتھ اور چہروں پر ملتی رہیں جس کی وجہ سے ہمیں آگے بڑھنے میں دشواری ہوتی رہی بلکہ ننھے اور شیرخوار بچوں تک کے سروں اور چہروں پر بھی بطور خیر و تبرک ہمارا دامن ملتی رہیں۔

اس مجمع میں ایسے عمر دراز بزرگ بھی نظر آئے جن کے لئے چلنا پھرنا اور کھڑے رہنا بھی مشکل تھا اور یہ دل افروز منظر بھی دیکھا کہ ہم سیاہ کاروں سے ملنے کے شوق میں مارے خوشی اور جذبہ اخوت میں ان کی آنکھیں اشکبار ہیں، اور آنسو ان کے چہروں پر موتی کی طرح ڈھلک رہے ہیں۔

ان نرم دل، بے زبان اور سادہ لوح چینی مسلمانوں کی اس حمیت کو دیکھ کر خود مجھ جیسے سنگدل سے بھی ضبط اشک نہ ہو سکا، اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہتا رہا۔ بخدا اس والہانہ عزت افزائی پر وہ تمام تکان دور ہو گئی جو اس لمبے سفر سے ہو رہی تھی اور پیدل چل کر جو لذت انتہائی محسوس ہو رہی تھی اسے میں بلا مبالغہ خدا کی نعمت بے بہا سمجھتا ہوں، بلا شبہ یہ قدر افزائی اور استقبال ہم گنہ گاروں کا نہیں بلکہ اس عظیم اور انمول نسبت کا ہے جسے قرآن نے "انما المومنون اخوۃ" اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "المسلم اخو المسلم" کہہ کر ظاہر فرمایا ہے۔

یہ استقبال ان چینی مسلمانوں کے دلوں کی دردمند آواز اور صدائے دل نوازی تھی۔ جو عالم اسلام کے مسلمانوں کو دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں، اس ایمان افروز اور روح پرور منظر کو دیکھ کر بے ساختہ زبان رب کریم کے احسانات یاد کر کے اس کا شکر ادا کرتی رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی خواہش اور تیاری کے مرحبا اور مبارکباد کہنے کے لئے میری آنکھوں نے آج تک اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا تھا۔ آخر اس مجمع کو ہم سے کیا لینا تھا ایک اخلاص اور کریمانہ نیازمندی کے سوا۔ اس مجمع کو دیکھ کر چینی مسلمانوں کی دینی بیچینی اور غیرت اسلامی کا بھی اندازہ ہوتا ہے

ان کے دل نرم، جذبات گرم دینی حوصلے بلند اور طبیعت انتہائی سادہ۔ ان کے اس اخلاص سے معمور جم غفیر میں ہمارا جو حال تھا وہ ظاہر ہے تاہم دل کی گہرائی سے مسرتوں کی موجیں اٹھ کر دل ودماغ کو جو تازگی بخش رہی تھیں بخدا اس کی معنوی کیفیت بیان کرنے کے لیے میں قدرت نہیں پاتا، اگر ان بے چین چینی مسلمانوں پر صحیح رخ سے دینی بنیادوں پر خوب محنت ہوجائے تو یہ ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں سے بھی اتباع سنت میں اور شرعی امور میں بہت پیش پیش ہونگے

ہم لوگ اس مجمع میں گھنٹوں لوگوں سے مصافحہ اور ملاقات کی وجہ سے اب چاہتے تھے کہ کسی طرح یکسوئی اور سکون حاصل ہو، اتنے میں محمد مسعود نامی ایک خوبصورت نوجوان مل گیا جس کی عربی غنیمت تھی، اس نے مصافحہ اور سلام کے بعد مجھ سے کہا — انا ماھر فی اللغۃ العربیۃ وانا دلیل لک " مجھے اچھی عربی آتی ہے اور میں آپ کا گائڈ ہوں، میں نے اس سے کہا کہ پہلے ہمیں عصر کی نماز پڑھنی ہے، وقت تنگ ہو رہا ہے، مسجد کہاں ہے؟ اس نوجوان کی کوشش سے کسی طرح مجمع سے نکلے اور سرراہ واقع ایک خوبصورت اور وسیع مسجد میں ہم نے عصر کی نماز ادا کی جو بہت پہلے سے نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔

یہاں قاعدے کے مطابق ایک سرکاری ہوٹل میں قیام رہا جو نسبتاً سستی تھی پہلے یہاں کے ایک آسودہ نوجوان محمد ہارون نے اپنے بڑے اور کشادہ ہوٹل میں قیام کا نظم کیا، لیکن یہاں کی پولیس نے ہمیں اس پرائیوٹ ہوٹل میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی اور ہمیں عشار کے بعد گورنمنٹ کے ہوٹل میں منتقل ہوجانا پڑا۔

لن شا چین کے ان مقامات میں بڑی اہمیت رکھتا ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی دوسرے شہروں سے زیادہ ہے یہ علاقہ بھی کوہستانی ہے۔ قدرتی مناظر، آبشار، سبزپوش بلند وبالا پہاڑیاں اور طبعی مناظر دیکھ کر بے ساختہ اللہ اکبر یاد آتا ہے زمین انتہائی شاداب اور زرخیز ہے پورے علاقے میں نہروں اور کیاریوں کی دلربا قطاریں دل کو لبھانے کے لئے کافی ہیں۔

خدا نے چین کے ان علاقوں کو ہر طرح کی ظاہری نعمتوں سے نوازا ہے یہاں کے مسلمان خوش حال اور دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں زیادہ آسودہ ہیں، مکانات کشادہ اور قرینے سے

بنے ہوئے ہیں، ہر مکان مختلف کمروں پر مشتمل ہے۔ اللہ نے انھیں بھی خوب نوازا ہے، ہر مکان کے ساتھ اچھا خاصا باغ موجود ہے جس میں اخروٹ، سیب، انگور، زرد آلو اور مختلف قسم کے میوہ جات کے درخت موجود ہیں، پھلوں سے لدے ہوئے جیسے "تاتی اُکلھا کل حین یعنی سدا آسودہ اور پھل دار ـــــ

یہاں کے مسلمانوں کی دردمندی کے ساتھ جذبہ ضیافت و خدمت کا احاطہ تو اس قلم سے ممکن نہیں ہے۔ دستر خوان پر دسیوں قسم کی نعمتیں اور بے شمار کھانے موجود ہیں اور مسلم میزبان کی خواہش ہے کہ خورد و نوش کا یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے لطف کی بات تو یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ گھر کی عورتیں اور بچے سب کے سب اس خدمت کو سعادت سمجھ کر دل وجان سے آرام پہونچانے میں لگ جاتے ہیں اور رخصت ہوتے وقت مصافحہ کرتے اور بغل گیر ہوتے وقت زار و قطار روتے ہیں، اگر ان پیاسوں کے سامنے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت سلیقے سے آجاتی ہے تو اس کو اپنانے اور قبول کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔

لن شا چین کے جنوب مغرب میں واقع تمام شہروں میں بہت زیادہ دین دار ہے، مسلمانوں کی آبادی پچاس ہزار سے زیادہ ہے، مسجدیں بھی تیس کے قریب ہیں، خدا کے فضل سے دینی بیداری کی وجہ سے مسجدیں خوب آباد ہیں، یہ دینداری ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلم خواتین کے سروں پر مختصر سی خمار پردہ کے طور پر ہوتی ہے۔ عمر دراز خواتین خصوصاً اس کا اہتمام کرتی ہیں، نوجوان لڑکیاں بھی بغیر خمار کے نظر نہیں آئیں

دوسروں سے قرآن کریم سننے کا بے پناہ شوق اور غیر معمولی شغف ہے، مجھے یہاں چینی مسلمانوں کی خواہش پر بیسیوں مرتبہ قرآن کریم سنانے کا موقعہ ملتا رہا، انھیں قرآن کریم سے عشق کی حد تک دلچسپی ہے، آپ پڑھتے رہیں تو وہ نہ گھبرانے والے ہیں اور نہ اٹھ کر جانے والے۔ میری چشم گنہ گار نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قرآن کریم سن کر بے اختیار رو پڑتے ہیں، گھروں میں بچیوں کو مخصوص سورتیں یاد کرنے کا عام طریقہ ہے اور یہ دین داری، قرآن کریم سے شغف ان علماء کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے جو چینی حکومت کے مظالم سہتے سہتے اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر گئے، اور جو زندہ ہیں وہ دین کی حفاظت کے لئے سرگرم ہیں۔

یہاں کی مسجدیں کشادہ، سادہ اور دیدہ زیب ہیں، ہر مسجد کے لیے کشتی نما پرشکوہ فلک بوس مینار اور اذان خانہ ہے جہاں سے موذن لاوڈ اسپیکر سے اذان دیتا ہے، مسجدوں کے اکثر ائمہ علماء ہیں جن کی توجہ اور قربانیوں نے دین کی نشر و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے

اماموں کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ملت کا کوئی کام ان کے مشوروں کے بغیر انجام نہیں پاتا، ادب و احترام کا یہ عالم ہے کہ سنت نفل اور وتر نمازیں ادا کرنے میں بھی اپنے امام کے پابند ہیں اور ساری نمازیں انفرادی طور پر اجتماعیت کے ساتھ ادا ہوتی ہیں اور اخیر میں اجتماعی دعا ہوتی ہے، یہاں مجھے اس مسئلہ سے کوئی بحث نہیں کہ اخیر میں اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ لیکن ان کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اماموں کے احترام کے ساتھ عملی اتحاد کا ایک خوشگوار مظاہرہ جس کی طرف "واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا" سے اشارہ قرآن میں ملتا ہے۔

ہر نماز کے بعد پیش نماز (امام) با آواز بلند بڑے اہتمام سے سورہ اخلاص، معوذتین اور آیۃ الکرسی تجوید کے ساتھ پڑھتا ہے، اس کے بعد اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ کلمات اذان سنتے ہی اپنی جگہ ادب سے کھڑے رہ جانا ان کی دینی زندگی اور اسلامی فکر کا نشان ہے۔

یہاں مسجد کے اکثر اماموں کی قرأت انتہائی دلنشیں ہے، مخارج حروف اور صحت ادائیگی کا خاص اہتمام ہوتا ہے، مجھے ایسے چند ہی امام ملے جو ترتیل و تجوید کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، ان اماموں کی تربیت میں جو بچے زیر تعلیم ہیں وہ بھی اصول و ضوابط قرأت سے واقف ہیں، میرے نزدیک بعض اماموں کی عدم صحت اور تجوید سے نہ پڑھنے کی وجہ ان کی پیچ پیچ زبان اور ثقیل لب و لہجہ ہے، ورنہ یہ حقیقت ہے کہ وہ بھی قرآن شریف صحت کے ساتھ پڑھنے کی غیر معمولی کوشش کرتے ہیں۔

میں نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ کم سن چینی بچوں کو سورہ یٰسین پڑھتے سنا، جس سے غیر معمولی دلی مسرت ہوئی اور یہ امید ہو چلی کہ انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا، جب چین کا مسلمان دین کے میدان میں قابل ذکر خصوصیت کا مالک ہوگا۔

اسی دینی شعور کا نتیجہ ہے کہ اکرام مسلم اور ضیافت و مہمان نوازی میں بھی یہ لوگ

بہت آگئے ہیں، انکا دستر خوان اتنا وسیع ہے کہ غریب سے غریب چینی مسلمان بھی دسیوں قسم کے تیکھے، پھیکے اور میٹھے کھانے اپنے مہمانوں کے لیے نہ صرف چنتا ہے اور ترتیب دیتا ہے بلکہ مارے خوشی کے چشم پر نم اور آبدیدہ ہو کر اپنی خوش بختی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ کھلانے کے بعد منت سماجت کی حد تک اپنے آراستہ کمروں میں مہمان کو آرام کرنے کے لیے حد سے زیادہ اصرار بھی کرتے ہیں

ایک غریب چینی مسلمان کی مہمان نوازی تو دل پر نقش ہے اس نے بڑی دور سے اپنے گھر چلنے کے لیے اصرار کیا اور حد سے زیادہ اکرام کے ساتھ اس نے ہم لوگوں کو روتے روتے کھانا کھلایا معمولی قسم کے مکان میں رہنے والا یہ چینی مسلمان بھی پر تکلف کھانا پیش کرنے میں کسی آسودہ مسلم سے کم نہیں ہے اور یہ سب نتیجہ ہے بیداری کا جو خدا کی نعمت ہے۔

اکرام واحترام میں اپنے مہمان کو پیدل چلنے کی زحمت دینا ان کے لئے بڑی سوء ادبی ہے، وہ کسی طرح بھی اپنے مستقر پر جانے کے لئے مہمان کی راحت رسانی کے جذبے سے سواری کا انتظام کرتے ہیں، ان کی مہمان نوازی کا یہ عالم ہے کہ بس مہمانوں کی چشم و ابرو کی جنبش اور حرف تمنا کے مشتاق ہوتے ہیں، آپ خواہش فرمائیں وہ اس کی تکمیل کے لئے دوڑ پڑتے ہیں اور ہاں یہ ان چینی مسلمانوں کے فرط احترام، غایت عقیدت اور وفور نیازمندی کا عالم ہے جو دراصل اکرام کی فضیلت سے واقف نہیں ہیں میں بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں کہ ہندوستانی مسلمان اکرام آدمیت اور اکرام مسلم کی فضیلت کو جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی عملی میدان میں چینی مسلمانوں سے بہت زیادہ پیچھے ہیں اور جس روز یہ چینی مسلمان اکرام مسلم اور احترام آدمیت کی فضیلتوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جان لیں گے تو انشاء اللہ انسانی اوصاف میں یہ بھی عربوں کی طرح دنیا کے امام ہوں گے۔

چین کے اس خود ساختہ فیشن ایبل ماحول میں جہاں عریانیت اور بے پردگی کا شباب ہو مسلم خواتین کا نستعلیق پردے کا اہتمام، سر پر پردہ نما دوپٹہ، اور نمازوں، تلاوت قرآن وغیرہ سے شغف ایک اچھے اور خوشگوار مستقبل کا انشاء اللہ نشان ہوگا۔

(جاری)

مولانا نسیم احمد فریدی

الی رحمۃ اللہ

مولانا محمد حیات سنبھلی

حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی بانی و شیخ الحدیث جامع حیات العلوم مراد آباد نے بتاریخ ۴/ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷/ نومبر سنہ ۱۹۸۷ء بروز سہ شنبہ اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ۔ دوسرے دن ۵/ ربیع الاول کو دفن ہوئے ۔

حضرت مولانا محمد حیات اکابر و اسلاف کی ایک عظیم یادگار تھے تقریباً سو سال سے کچھ زیادہ کی عمر پائی (ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں کئی روایتیں ہیں) ان کی زندگی کے تقریباً ۵۰ سال درس و تدریس میں گذرے ۔ آپ نے اپنے وطن سنبھل میں حافظ جلال الدین صاحب سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا اور منشی امام الدین صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھیں یہیں پر حضرت مولانا عبد الوحید سنبھلیؒ سے میزان و منشعب پڑھی ۔ پھر مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں صرف و نحو کی کتابیں حضرت مولانا عبد الوحید سنبھلیؒ اور حضرت مولانا نور احمد مظاہری امرتسری سے پڑھیں ۔۔۔ بعدہٗ مولانا عبد الوحید صاحب کے ساتھ مدرسہ یوسفیہ مینڈھو ضلع علیگڑھ جا کر شرح جامی، قطبی وغیرہ کتب درسیہ پڑھیں ۔

سنہ ۱۲۹۹ھ میں مولانا عبد الوحید صاحب کے ساتھ مظاہر علوم سہارنپور میں آئے اور مختلف اساتذہ سے منقول و معقول کی کتابیں پڑھیں اور سنہ ۱۳۲۱ھ میں محدث شہیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ اور دیگر اساتذہ حدیث سے دورہ حدیث پڑھا ۔ فارغ ہو کر لاہور، رنگون، امیر گڈھ، بریلی، مدرسہ شاہی مراد آباد، مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں ہر علم و فن کی کتابوں کا درس دیا ۔ سنہ ۱۳۶۷ھ میں محلہ پیرزادہ مراد آباد میں جامعہ حیات العلوم کی بنیاد رکھی اور اسی میں آخر وقت تک درس حدیث دیتے رہے ۔ جامعہ حیات العلوم میں بخاری شریف کا ختم بڑے اہتمام سے ہوتا تھا حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ کئی سال تقریب ختم بخاری میں تشریف لائے اور اپنے درسی افادات سے طلبا کو مستفیض فرمایا ۔ کئی سال سے حضرت مولانا مرحوم خود ہی

بخاری شریف کے آخری سبق کو پڑھاتے تھے۔ گذشتہ سال امام بخاریؒ کے حالات اور انکی کتاب پر مفصل اور سیر حاصل تقریر کر کے بخاری کی آخری حدیث کی نہایت دلنشیں انداز میں تشریح کی جس میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوئے۔

جب میں حاضر خدمت ہوتا تو بہت خوش ہوتے اور بزرگانہ شفقت سے پیش آتے۔ ختم بخاری کے موقع پر شعبان سنہ ۱۴۰۷ھ میں میری ان سے آخری ملاقات ہوئی حد سے زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔

آپ سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالمالک نقشبندی مجددی بہاولپوری کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت ہو کر بالآخر ان کے خلیفہ و مجاز ہوئے۔

مولانا سید محمد شاہد سلمہٗ نبیرۂ شیخ الحدیث نے "علماء مظاہر علوم" میں مولانا کے مفصل تذکرے کے ضمن میں ان کی ۲۸ تالیفات و تراجم کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض کتابوں کا مختصر تعارف کرایا ہے ان میں سے زیادہ تر مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ چند کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ حاشیہ جلالین عربی ۲۔ ترجمہ تفسیر حسینی اردو ۳۔ تعلیقات علی سنن ابی داؤد ۴۔ تعطیر المشام ترجمہ اردو بلوغ المرام ۵۔ ترجمہ بخاری شریف اردو مکمل ۶۔ ترجمہ طحاوی چہار جلد ۷۔ شرح حجۃ اللہ البالغہ اردو ۸۔ نظم الدرر خلاصۃ نخبۃ الفکر ۹۔ شرح نور الانوار ۱۰۔ ترجمہ و شرح مسلم الثبوت ۱۱۔ ترجمہ شامی جلد اول اردو ۱۲۔ ترجمہ نور الایضاح ۱۳۔ ترجمہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ۱۴۔ مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی ۱۵۔ شرح تلخیص المفتاح اردو ۱۶۔ تحفۃ المبلغین ۱۷۔ سعیدیہ شرح اردو کافیہ ۱۸۔ حاشیہ پنج گنج اردو ۱۹۔ حاشیہ علم الصیغہ اردو ۲۰۔ حاشیہ شرح تہذیب اردو ۲۱۔ شذرات شرح مرقات (منطق) ۲۲۔ شرح سبعہ معلقہ اردو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تدریسی و تصنیفی خدمات کے لئے وقف مولانا کی زندگی کو قبول فرمائے اور مغفرت و قبولیت کا خاص معاملہ فرمائے، ناظرین الفرقان بھی مولانا کے لئے دعاؤں اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

ALFURQAN MONTHLY
31, NAYA GAON WEST
LUCKNOW-226 018 (INDIA)
Phone : 45547

Regd. No. LW/NP-62
Vol. 56 No. 3
March, 1988

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
ماہنامہ
الفرقان
لکھنؤ
مدیر
خلیل الرحمن سجاد ندوی
قیمت
3/50

جلد ۵۶ شمارہ ۴
اپریل ۱۹۸۸ء
مطابق
شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ

فہرست مضامین

نگاہ اولیں • مدیر	۲
روزہ کی حکمت اور ماہ رمضان کے فضائل وآداب ـ ازافادات • حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	۱۰
زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ پر تحقیقی نظر اور نظریہ تعمیم کا علمی جائزہ ـ • مولانا عتیق احمد بستوی	۲۴
الی رحمۃ اللہ • حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	۳۸

سالانہ چندہ
اندرون ملک ـــــ ۲۵/=
بنگلہ دیش ـــــ ۴۰/=
پاکستان ـــــ ۸۰/=
دیگر ممالک ذریعہ بحری ڈاک ۹/= یا ۶/= پونڈ
• ہوائی ڈاک ۱۸/= یا ۱۰/= پونڈ

اگر اس دائرہ میں ⬤ سرخ نشان ہے تو
اس کا مطلب ہے کہ آپکی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کیلئے سالانہ چندہ ارسال کریں ـــــ یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا۔

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ
ادارہ اصلاح و تبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور

ہمارا پتہ: ماہنامہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

محمد حسان نعمانی پرنٹر پبلشر نے نامی پریس میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا

نگاہ اولیں

مدیر

شیعہ اثنا عشری مذہب کے جن بنیادی عقائد کی بنا پر علماء اسلام نے اسے منافی اسلام قرار دیا ہے گذشتہ ۴-۵ سال کے دوران الفرقان کے صفحات میں اور ادارہ الفرقان کی دو اہم اور تاریخی اہمیت کی حامل مطبوعات "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" اور "شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں اکابر اہل علم و فتویٰ کا متفقہ فیصلہ" میں وہ عقائد تفصیلی حوالوں کے ساتھ پیش کئے جا چکے ہیں ــــ اور ہمارا احساس ہے کہ معقول علمی بنیاد پر اب نہ اس بارے میں کسی تردد کی گنجائش باقی رہ گئی ہے کہ اس مذہب کے بنیادی عقائد یہ ہیں اور نہ اس بارے میں کہ جس مذہب کے عقائد یہ ہوں وہ منافی اسلام اور اس کے پیروکار خارج از اسلام ہیں،

جہاں تک اس پہلو کا تعلق ہے کہ موجودہ حالات میں اس مسئلہ کو چھیڑنا زیادہ مفید ہے یا اس بارے میں سکوت کا رویہ اختیار کرنا بہتر ہے، تو اس بارے میں بھی الفرقان کے صفحات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ تاہم ہمارا خیال ہے کہ ابھی اس پہلو پر مزید روشنی ڈالی جا سکتی ہے ہمیں یقین ہے کہ مذہب شیعہ کے نئے علمبرداروں کی سازشوں کے نتیجہ میں حالات و خطرات کا جو واقعی رخ ہے اس کے صحیح طور پر سامنے آنے کے بعد کسی بڑے سے بڑے مثبت مزاج کے حامل کو شیعیت اور اس کے علمبرداروں کے بارے میں فیصلہ کن موقف کے اظہار و اعلان میں تردد نہیں رہے گا، بلکہ اس کا داعیہ خود ان لوگوں کے دل میں پیدا ہو جائے گا جو ابھی تک اس بارے میں منشرح نہیں ہیں بشرطیکہ کوئی داخلی یا خارجی مصلحت ان کے لئے مانع نہ ہو، اور واقعةً دل و دماغ میں اللہ و رسول، دین اور امت کے عوام و خواص کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ تمام دوسری جذبوں اور مصلحتوں پر غالب ہو ــــ ہم آج کی صحبت میں شیعیت کی طرف سے اسلام اور امت مسلمہ

اور حرمین شریفین کو درپیش حالات وخطرات پر مزید روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ شیعہ امل ملیشیا، پاکستان

عالم اسلام کے حالات سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے حضرات لبنان کی شیعہ امل ملیشیا سے ضرور واقف ہوں گے۔ بلاد عربیہ، بالخصوص لبنان شام اور ایران کے شیعوں کو منظم کرنے اور انھیں دہشت گردی کی تربیت دینے والی یہ تنظیم اس صدی کی ساتویں دہائی میں قائم ہوئی تھی، پچھلے دنوں اس تنظیم کے "مجاہدوں" نے یہودی اور عیسائی دہشت گردوں کے ساتھ مل کر فلسطینی مسلمانوں کا جس بے رحمی کے ساتھ قتل عام کیا ہے اور ان پر جتنے سخت مظالم کئے ہیں اب ساری دنیا ان سے واقف ہو چکی ہے ـــــ ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کو، خاص کر برصغیر کے اہل علم کو باخبر کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ اس تنظیم کی ایک شاخ کئی مسلم ملکوں میں قائم ہو چکی ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت اس تنظیم کی پاکستانی شاخ کا منشور ہے جو ایک دردمند مسلمان نے ہمیں بھیجا ہے یہ پورا منشور ہم ان صفحات میں شائع نہیں کر سکتے، اس کی چند دفعات ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں۔

"اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد اور تائید" کے پرکشش عنوان کے تحت شق ۴-ء میں کہا گیا ہے:۔

"امام خمینی کے ارشاد کی تنظیم میں عظیم اہمیت قرار دی گئی ہے، ان کے حکم کو "حکم نائب امام" قرار دیا گیا ہے" شق ۶-ء میں کہا گیا ہے۔ "ایران کے اسلامی انقلاب کی تائید کی جاتی ہے اور ایسے ہی انقلاب کا تصور پاکستان میں پیش کرنے پر زور دیا جاتا ہے"۔

مقاصد کے ذیل میں شق ۱-ء میں کہا گیا ہے "اس تنظیم کے قیام کا اولین مقصد دنیا بھر اور بالخصوص پاکستان میں شیعہ قوم کو اس تباہی سے بچانا ہے جو اس پر بعض اسلام دشمن عناصر اور اقوام مستقبل قریب میں مسلط کرنا چاہتی ہیں" ـــــ اور شق ۲-ء میں کہا گیا ہے: "شیعہ قوم کے حقوق کا مکمل تحفظ کرنا اور اس تحفظ کے لئے بے دریغ قربانی دینا اور انھیں اغیار سے پامال ہونے سے بچانا" شق ۶-ء میں کہا گیا ہے۔ "شیعہ مذہب وملت میں شامل بھائیوں اور بہنوں کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی۔ شق ۷-ء میں کہا گیا ہے کہ تنظیم ... صرف شیعہ دین کے لئے سرگرم عمل ہوگی اور دین کی عظمت کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر ممکن اقدام کے لئے ہمہ وقت تیار ہوگی۔

شیعہ اہل ملیشیا پاکستان کے اس منشور میں اس تنظیم کے "کمانڈوز" (مسلح دستوں) کے مقاصد بھی صراحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ جن میں سے چند ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

"آج کے بعد آپ (یعنی شیعہ فرقہ کے لوگ) عزاداری امام حسین علیہ السلام ہر مقام پر اپنی مرضی سے منعقد کریں گے۔ اس میں حکومت وقت کی کوئی دخل اندازی برداشت نہیں کی جائے گی، مجالس امام حسین اور جلوس وزیارات کی حفاظت ہمارے مسلح کمانڈوز کریں گے"۔

"تنظیم سمجھتی ہے کہ وقت آگیا ہے کہ شیعہ مذہب کو بچانے کے لئے اور اپنے حقوق کی پامالی کو دیکھتے ہوئے کلاشنکوف (مشین گن) کا سہارا لیا جائے۔ تنظیم کے کمانڈوز کی تربیت بیرون مسلم دوست ممالک میں ہوگی"

اس منشور میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ :-

تنظیم میں شامل ہونے والے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل زبان اور عمل سے یہ یقین رکھتا ہو کہ :-

ا ۔ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ب ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔

ج ۔ حضرت علی علیہ السلام امام اول ہیں اور وصی رسول ہیں۔

۲۔ تنظیم، شیعہ اہل ملیشیا لبنان کی طرز حکمت پر ہے۔ اس تنظیم کو لبنان شیعہ اہل ملیشیا کی شفقت مکمل طور پر حاصل ہے۔

۳۔ تنظیم ایسی ٹیمیں اور کمیٹیاں تیار کرے گی جو ان افراد سے بات چیت کریں گی جو شیعیت سے دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ اجتماعی سطح پر مثبت صورتحال پیدا ہو سکے اور جلد از جلد اسلامی نظریاتی انقلاب برپا ہو جائے۔

شیعہ اہل ملیشیا پاکستان کے اس منشور اور اس کی مذکورہ بالا دفعات پر ہم کسی تبصرہ کی بالکل ضرورت محسوس نہیں کرتے، اندرون خانہ شیعہ مذہب کے لوگ، خاص کر اس کے قائدین، جن خطوط پر سوچتے ہیں، وہ وہی خطوط ہیں جن سے اس منشور کا تانا بانا بنا گیا ہے — یہ خیال کہ ملت اسلامیہ ہندیہ چونکہ اپنے بعض مسائل کے سلسلہ میں مشترکہ جدوجہد میں مصروف ہے، اور

چونکہ پاکستان خارجی ریشہ دوانیوں اور اندرونی انتشار کا ہدف ہے اس لئے فی الحال شیعیت کے بارے میں ہیں فیصلہ کن موقف کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے پوری امت اصل دین اور حرمین شریفین کے ساتھ تعلق کی مطلوب سطح سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس سے "امت پنے" کے فقدان اور محدود علاقائی لیڈرانہ ذہنیت کی لو آتی ہے اور یہ طرز فکر کم از کم اہل علم حاملین دعوت اور محافظین دین کے شایان شان نہیں ہے۔

آئندہ حج کے موقع پر پھر فتنہ وفساد کی تیاریاں

گذشتہ سال حج کے موقع پر ایرانیوں نے جو کچھ کیا تھا، اس سے ان کے ارادے بالکل عیاں ہو گئے تھے اور یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ خمینی کی قیادت میں دنیا کے شیعہ حرمین شریفین پر قبضہ کے لئے بیتاب اور سرگرم عمل ہیں ــــــ گذشتہ حج میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ناپاک کوشش کی ناکامی کے بعد سے برابر خبریں آرہی ہیں کہ آئندہ سال حج کے موقع پر اسی کوشش کے دوہرانے کی تیاریاں ایران میں بہت بڑے پیمانے پر ہو رہی ہیں۔ ــ اس سلسلہ کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ "ایران میں خمینی کے اشاروں پر قربان ہونے والی عورتوں کا ایک خودکشی دستہ زیر تربیت ہے۔ جن کا تعلق لبنان، پاکستان، بنگلہ دیش اور خلیجی ریاستوں کے شیعہ گھرانوں سے ہے ــــ یہ دستہ حج کے موقع پر نہایت مہلک قسم کا آتش گیر مادہ اور بم وغیرہ لے کر پہنچے گا، اور طے شدہ وقت پر مقررہ طریقہ کے مطابق بم پھٹیں گے، اور ہزاروں لاکھوں آدمی ہلاک ہو جائیں گے ــــ خبر کے مطابق اس دستہ کی قیادت ایرانی وزیر اعظم مسٹر حسین موسوی کی اہلیہ کر رہی ہیں" ــــ یہ خبریں برطانوی اخبار "آبزرور" وغیرہ کئی بین الاقوامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ ہمارے یہاں کے بعض اردو اخبارات نے بھی یہ خبر شائع کی ہے۔

ایران میں سنی مسلمانوں کا حال زار

[حال ہی میں ہمیں ایرانی سنیوں کی تنظیم "سازمان جہانی مجاہدین اہلسنت" کے دفتر سے ایک رپورٹ موصول ہوئی ہے جس میں ایران کے سنی مسلمانوں کا موجودہ حال زار بیان کیا گیا ہے ــ ذیل میں ہم اس رپورٹ کا ایک حصہ بعینہ پیش کر رہے ہیں۔ اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ شیعہ مذہب کے پیروکاروں کے حقیقی جذبات کیا ہیں ــــ]

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایران میں کم سے کم ۳۰ فیصد اہلسنت رہتے ہیں، اگر حقیقت بین آنکھوں سے دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اصل میں ایران ایک سنی ملک ہے کیونکہ شیعہ رہنماؤں کے اعتراف اور تاریخ کی شہادت کی رو سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسمٰعیل صفوی کی حکومت سے قبل ایران کی اکثریت سنی تھی، اور سب سے پہلے اسمٰعیل صفوی نے بزور شمشیر اور مکر و فریب سے اہلسنت کے نام ونشان کو ایران سے مٹانے کی کوشش کی اس مقصد کے لئے انھوں نے لاکھوں سنی مسلمان اور دانشور حضرات کو تہ تیغ کر دیا، مظلوم سنیوں نے اپنے جان کی حفاظت کے لئے دور دراز اور خشک دبے آباد پہاڑی علاقوں کا رخ کیا اور وہاں موت وحیات کی حالت (کشمکش) میں سانس لینے لگے یہاں تک کہ زمانہ گزرتا گیا اور ان کی مسلسل اور پیہم اور انتھک جدوجہد سے ان پہاڑی علاقوں میں چھوٹے چھوٹے شہر اور بستیاں وجود میں آگئیں، یہی وجہ ہے کہ آجکل ایران کے چاروں طرف دور دراز علاقوں میں اہلسنت رہائش پذیر ہیں اور ان کے شہر اتنے آباد اور بارونق نہیں ہیں، اب خمینی حکومت کی نظر انہی شہروں پر جمی ہوئی ہے، خمینی انقلاب تک اہلسنت تو خاموشی اور آرام سے سانس لے رہے تھے اگرچہ سابق شاہ کے دور میں بھی اہلسنت اپنے تمام حقوق سے محروم تھے لیکن تمام محرومیت اور مظلومیت کے باوجود اپنے نجی اور مذہبی امور میں بالکل آزاد تھے لیکن جب سے اسلام کے نام پر خمینی انقلاب وہاں آیا تو جوں جوں وقت گزرتا رہا حکومت نے سنیوں کو مٹانے اور پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ شیعہ اسلام اور مسلمانوں کے وفادار نہ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں میں اب یہ شعور نہیں رہا جس کے باعث اب وہ دشمن کو بھی اپنا دوست سمجھ لیتے ہیں اسی نمائشی دوستی اور ہمدردی کے پردے میں خمینی حکومت عالم اسلام کو ہضم کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے اور مسلمانان عالم خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایران میں اہلسنت کی کیا حالت ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ اور وہاں کے مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور بخوبی نہیں جانتا اور ہمارے لئے بھی یہ آسان نہیں ہے کہ تفصیل سے وہاں کے حالات کو عالم اسلام کے مسلمانوں تک پہنچا سکیں لیکن ہم تمام مسلمانوں تک یہ بات پہنچانا چاہتے ہیں کہ ایران میں مسلمانوں کی حالت زار ناگفتہ بہ ہے۔ خمینی حکومت اس پر تلی ہوئی ہے کہ قرآن وسنت کی شعاعوں کو سرزمین ایران سے مٹا دے اور مسلمانوں کے نام ونشان کو ایران سے ختم کر دے اس لئے انھوں

نے ان آٹھ سالوں میں جہاں تک ان سیاسی مفادات نے اجازت دی سنی علماء کو دبانے اور ختم کرنے کی کوشش کی اور بہت سے سنی مسلمانوں کو خود ساختہ بہانوں سے شہید کر دیا گیا ہے اور انکے لاتعداد دینی مراکز و مدارس اور مساجد کو مختلف حیلوں سے مٹا دیا ہے اور مزید مٹا رہے ہیں اب تک جو کچھ سنیوں پر ہوا ہے اگر تفصیلاً ذکر کیا جائے تو مثنوی ـــــ بن جائے گی اس لئے ہم تفصیل میں جانے کی بجائے چند باتیں عرض کرتے ہیں خمینی حکومت نے سنی مراکز کو مٹانے اور بند کرنے کے ساتھ ساتھ سنی اکثریتی صوبوں اور شہروں میں شیعی مدارس و مراکز قائم کئے ہیں اور کر رہے ہیں یہاں تک کہ ان علاقوں میں جہاں کوئی ایک بھی شیعی گھرانا نہیں ہیں وہاں بھی حکومت نے شیعی مسجد، مدرسہ اور کتب خانہ کا انتظام کیا ہے اور سنی علاقوں کے سکول و کالجوں میں زیادہ تر شیعہ اساتذہ کا تقرر کیا جاتا ہے اور جہاں بھی ایک سنی سکول ٹیچر ہوگا اس کو بھی یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ دین و مذہب سے متعلق کچھ باتیں عرض کرے۔ اور اگر یہ پتہ چل جائے کہ کوئی سنی ملازم یا ٹیچر مذہبی ذہنیت رکھتا ہے بالفور اس کو ملازمت سے نکال دیتے ہیں اسی طرح سنی اکثریت کے صوبے اور شہروں میں بڑی تیزی سے شیعوں کو رشوت و لالچ دے کر اور تمام تر سرکاری سہولتیں مہیا کر کے لائے جا رہے ہیں اور اس طریقے سے سنی تشخص کو ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں:

سال جاری میں جہاں اور بہت سے سنی علماء و طلباء اور تعلیم یافتہ طبقہ کو خمینی حکومت نے پابند سلاسل کر دیا ہے وہاں ان عظیم مسلمان زعماء اور مذہبی رہنماؤں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے جو کسی وقت میں خمینی صاحب سے بھی علمی اور سیاسی میدان میں فوقیت رکھتے تھے ان میں سے ایک آیت اللہ العظمیٰ برقعی تہرانی حفظہ اللہ ہیں، یہ وہی معروف شخصیت ہیں جنھوں نے آیت اللہ شریعتمداری کے ساتھ خمینی کے سرٹیفکٹ (سند فراغت) پر دستخط کئے تھے اور یہی وہ شخصیت ہیں جو ایک زمانے تک ایرانی شیعوں کے پانچ مجتہدین میں سے ایک تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل و کرم کر کے ان کو صراط مستقیم کی ہدایت کی اور انھوں نے شیعہ مذہب سے برائت کا اعلان کیا اس انقلابی اقدام پر گذشتہ سال شیعہ انقلابی گارڈ کے غنڈوں نے ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بچالیا۔ اب تین مہینہ سے زائد عرصہ ہو رہا ہے کہ خمینی حکومت نے بہ جرم قبول حق اور اشاعت قرآن ان کو گرفتار کر کے جیل کوٹھری میں بند کر دیا ہے اسی طرح "اصفہان"

معروف علمی و دینی شخصیت جناب حجۃ الاسلام والمسلمین رضا زنگنہ کو اسی نوعیت کے جرم میں گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا ہے ان پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ اصفہان شہر میں قرآن وسنت کی شیعی نقطۂ نظر کے خلاف اشاعت کرتے ہیں اور وہاں کے مخلص مسلمانوں کے لئے مسجد بنانے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ اسی طرح جناب مولانا قریشی مدظلہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی کو ایرانی حکومت نے حراست میں لے کر ہزاروں مسلمانوں کو ان کی دینی تعلیمات و فیوضات سے محروم کر رکھا ہے۔ بہر حال ایران کی موجودہ شیعی حکومت کی یہ کوشش ہے کہ ہر ندائے حق کا گلا گھونٹ کر کے توحید وسنت کی شمع فروزاں کو بجھا دے " یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون "

خمینی صاحب کا ایک تازہ فرمان

حال ہی میں بین الاقوامی اخبارات و رسائل میں ایران کے صدر خامنئی کے نام خمینی صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں خمینی صاحب نے صدر خامنئی کی ایک تقریر کے بعض مشتملات پر اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ ہمارے سامنے اس خط کا مکمل انگریزی متن ہے جو " امپیکٹ انٹرنیشنل " نے ۱۲ تا ۲۵ فروری کے شمارہ میں شائع کیا ہے۔ اس خط میں خمینی صاحب نے لکھا ہے:

> " میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ " حکومت " جو رسول خدا (ص) کی مکمل نیابت کا ایک حصہ ہے اسلام کے بنیادی احکام میں سے ہے اور اسلام کے تمام دوسرے ثانوی احکام پر یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی اسے ترجیح حاصل ہے۔" اگر ضرورت ہو تو حاکم مسجدوں کو بند بھی کر سکتا ہے..... ..حکومت کو نماز، روزہ جیسے عبادتی یا غیر عبادتی ہر حکم کو معطل کر دینے کا حق بھی حاصل ہے، اگر ان احکام کی ادائیگی اسلام کی مصالح کے خلاف ہو... حکومت عارضی طور پر حج کو بھی روک سکتی ہے۔....."

فکر ونظر کے میزان کے ایک پلڑے میں شیعیت اور اس کے علمبرداروں کے ان ارادوں اور ان جذبات وخیالات کو، بلکہ ان کی ان جارحانہ کارروائیوں کو رکھئے جن کا نشانہ ہماری یہ پراگندہ حال امت حرمین شریفین اور دین اسلام بن رہا ہے، اور دوسرے پلڑے میں اس "اندیشہ" کو رکھئے کہ اگر ہم نے اس وقت شیعیت کے بارے میں صحیح موقف کا اظہار کھل کر کر دیا تو اس سے فلاں مسئلہ کے سلسلہ میں چلائی جانے والی مہم کو نقصان پہنچ جائے گا..... اور پھر خود دیکھ لیجئے کہ ترازو کا کون سا پلڑا جھکتا چلا جا رہا ہے!!

جب تک ٹھوس حقائق، اور خیالی دنیا کے اندیشوں کے درمیان کا فرق ہم پر عیاں نہیں ہوگا اور جب تک "اپنوں" کے علاوہ "دوسروں" کے نقطۂ نظر کو بھی سمجھنے اور مثبت انداز سے اس پر غور کرنے کی ہماری عادت نہیں پڑے گی، توازن واعتدال اور انصاف وجامعیت کی حقیقت ہم سے دور ہی رہے گی۔ اور بہت بعد میں معلوم ہوگا کہ ؂

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

ایک ضروری اعلان

یہ شمارہ شعبان ۱۴۰۸ھ (اپریل ۸۸ء) کا شمارہ ہے، اگلا شمارہ رمضان وشوال کا مشترکہ شمارہ ہوگا جو جون (شوال) میں انشاء اللہ شائع ہو کر آپ تک پہنچے گا، اس مشترکہ شمارہ میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں حضرت والد ماجد مدظلہ کے استفتار کے جواب میں وہ فتاویٰ شائع ہوں گے جو نمبر کی اشاعت تک ہی موصول نہیں ہو پائے تھے۔ اور حضرت والد ماجد مدظلہ کے قلم سے ایک مقدمہ بھی ہوگا۔ یہ مشترکہ شمارہ نمبر کا حصۂ دوم ہوگا جسے بعد میں اگر ضرورت محسوس ہوئی تو کتابی شکل میں بھی شائع کیا جائے گا۔

قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مئی میں الفرقان کا انتظار نہ کریں۔

از افادات
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
ترتیب وتلخیص
خلیل الرحمن سجاد ندوی

روزہ کی حکمت اور ماہ رمضان کے فضائل و آداب

روزہ کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانیت اور حیوانیت کا یا دوسرے الفاظ میں کہئے کہ ملکوتیت اور بہیمیت کا نسخۂ جامعہ بنایا ہے، اس کی طبیعت اور جبلّت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں ہوتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ہے جو ملاءِ اعلیٰ کی لطیف مخلوق فرشتوں کی خاص دولت ہے انسان کی سعادت کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کا یہ روحانی اور ملکوتی عنصر بہیمی اور حیوانی عنصر پہ غالب اور حاوی رہے اور اس کو حدود کا پابند رکھے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ بہیمی پہلو روحانی اور ملکوتی پہلو کی فرماں برداری اور اطاعت شعاری کا عادی ہو جائے اور اس کے مقابلے میں سرکشی نہ کر سکے ــــــ روزہ کی ریاضت کا خاص مقصد و موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ایمانی و روحانی تقاضوں کی تابعداری و فرمانبرداری کا خوگر بنایا جائے اور چونکہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لئے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزہ کا حکم رہا ہے۔ قرآن مجید میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے ــــــ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ تم کو اس لئے دیا گیا ہے) تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

(البقرہ - ع ۲۳)

بہرحال روزہ چونکہ انسان کی قوت بہیمی کو اس کی ملکوتی اور روحانی قوت کے تابع رکھنے اور اللہ کے احکام کے مقابلہ میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوت کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالنے کا خاص ذریعہ اور وسیلہ ہے، اس لئے اگلی امتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا۔ اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا ــــــ اس آخری امت کے لئے جس کا دور دنیا کے آخری دن تک ہے سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے گئے ہیں اور روزے کا وقت طلوع سحر سے غروب آفتاب تک رکھا گیا ہے۔ اور بلاشبہ یہ مدت اور یہ وقت مذکورۂ بالا مقصد کے لئے اس دور کے واسطے مناسب ترین اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے، اس سے کم میں ریاضت اور نفس کی تربیت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور اگر اس سے زیادہ رکھا جاتا۔ مثلاً روزے میں دن کے ساتھ رات بھی شامل کر دی جاتی، اور بس سحر کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہوتی یا سال میں دو چار مہینے مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہوتا، تو انسانوں کی اکثریت کے لئے ناقابل برداشت اور صحتوں کے لئے مضر ہوتا ــــــ بہرحال طلوع سحر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور سال میں ایک مہینے کی مدت اس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت و تربیت کے مقصد کے لئے بالکل مناسب اور معتدل ہے۔

پھر اس کے لئے جو مہینہ مقرر کیا گیا ہے آیئے ذرا دیکھیں کہ اس کی عظمت و فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں کیا فرمایا گیا ہے۔

ماہ رمضان کی عظمت اس مبارک مہینہ کی سب سے بڑی اور اصولی فضیلت تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ اس میں اللہ کا مقدس کلام اور آخری پیغام نازل ہوا، جس نے ہمیشہ کے لئے نجات کی راہ اور حق کے راستہ کو روشن کر دیا اور جس کے ذریعہ لوگوں پر سعادت کے دروازے کھول دیئے گئے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۝

بہرحال رمضان مبارک کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ خدا کی رحمت کی آخری اور مکمل قسط، نجات و فلاح کا دستور اور حیات ابدی کا قانون بن کر، قرآن کی شکل میں اسی مبارک مہینہ میں نازل کی گئی یعنی اس ماہ مبارک میں اس کا نزول شروع ہوا[ع]۔ اب احادیث میں اس مہینہ کی جو اور برکتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب درحقیقت اسی بنیاد پر مبنی ہیں، یعنی ان برکتوں اور فضیلتوں کے ساتھ اس مہینے کو اسی واسطے خاص کیا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔

اور چونکہ قرآن کا نزول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، اور آپ ہی اس نعمت الٰہی کی پوری طرح قدر پہچاننے والے تھے اس لئے رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا احساس بھی آپ کو بے حد و حساب ہوتا تھا جس کا کچھ اندازہ آپ کے اس ارشاد سے کیا جا سکتا ہے کہ "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے"

(ترغیب وترہیب" بحوالہ ابن خزیمہ، بیہقی وابو الشیخ)

اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک کے فضائل اور اس کی خصوصیات کے بیان کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ ذیل میں اس سلسلہ کے آپ کے چند ارشادات پیش کئے جاتے ہیں

رمضان کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمومی خطاب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث کی متعدد کتابوں میں منقول ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے عمومی طور پر ایک تقریر فرمائی جس میں آپ نے فرمایا:-

"اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے

ع کما رواہ البیہقی واختارہ، ابن اسحٰق راجع فتح الباری

(یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستّر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے ـــــ آپ سے عرض کیا گیا کہ:۔ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ نے فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تاآنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا ـــــ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا ـــــ (شعب الایمان للبیہقی)

ـــــ اس خطبہ نبویؐ کا مطلب و مدعا واضح ہے، تاہم اس کے آخر میں یہ جو فرمایا کہ "رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے

اس عاجز کے نزدیک اس کی راجح اور دل کو زیادہ لگنے والی توجیہ اور تشریح یہ ہے کہ رمضان کی برکتوں سے مستفید ہونے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں، ایک وہ اصحاب صلاح وتقویٰ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے تو اسی وقت توبہ و استغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں، تو ان بندوں پر تو شروع مہینہ سے ہی بلکہ اس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو ایسے متقی اور پرہیزگار تو نہیں ہیں لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں، تو ایسے لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمال خیر اور توبہ استغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت و مغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں، تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے ــــــ اور تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں (جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے) اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتا ہے ــــــ اس تشریح کی بنا پر رمضان مبارک کے ابتدائی حصے کی رحمتؔ، درمیانی حصے کی مغفرتؔ اور آخری حصے میں جہنّم سے آزادیؔ کا تعلق بالترتیب امّت مسلمہ کے ان مذکورۂ بالا تین طبقوں سے ہو گا۔ واللہ اعلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں ــــ (اور ایک روایت میں بجائے "ابواب جنت" کے "ابواب رحمت" کا لفظ ہے

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چونکہ طاعات وحسنات میں مشغول ومنہمک ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کے ذکر وتلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا واستغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار وبرکات سے متاثر ہو کر عوام مومنین کے قلوب بھی رمضان مبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں، تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقوے کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر وخباثت سے متنفر ہو جاتی ہیں، اور پھر اس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے، تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

اس تشریح کے مطابق ان تینوں باتوں (یعنی جنت و رحمت کے دروازے کھل جانے، دوزخ کے دروازے بند ہو جانے اور شیاطین کے مقید اور بے بس کر دیئے جانے) کا تعلق صرف ان اہل ایمان سے ہے جو رمضانِ مبارک میں خیر وسعادت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتے اور رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لئے عبادات وطاعات کو اپنا شغل بنا لیتے ہیں ـــــ باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور وہ خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ، جو رمضان اور اس کے احکام وبرکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے اور نہ اس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں انھوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر وہ مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لئے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں۔

روزہ کی قیمت اور اس کی تاثیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (روزہ کی فضیلت اور قدر وقیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس امت مرحومہ کے اعمال خیر کے متعلق عام قانون الٰہی یہی ہے کہ ایک نیکی کا اجر اگلی امتوں کے لحاظ سے کم از کم دس گنا ضرور عطا ہوگا اور بعض اوقات عمل کرنے والے کے خاص حالات اور اخلاص وخشیت وغیرہ کیفیات کی وجہ سے اس سے بھی بہت زیادہ عطا ہوگا، یہاں تک کہ بعض مقبول بندوں کو ان کے اعمال حسنہ کا اجر سات سو گنا عطا فرمایا جائے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس عام قانون رحمت کا ذکر کر کے فرمایا) مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :۔ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لئے ایک تحفہ ہے، اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر وثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا) روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں :۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک ومولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرف باریابی کے وقت ـــــ اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے (یعنی انسانوں کے لئے مشک کی خوشبو جتنی اچھی اور جتنی پیاری ہے اللہ کے ہاں روزہ دار کے منھ کی بو اس سے بھی اچھی ہے) اور روزہ دنیا میں شیطان ونفس کے حملوں سے بچاؤ کے لئے اور آخرت میں آتش دوزخ سے حفاظت کے لئے ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شور وشغب نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوج یا جھگڑا ٹنٹا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(۲) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے جس

کو "باب الریان" کہا جاتا ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، ان کے سوا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوسکے گا اس دن پکارا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ بندے جو اللہ کے لئے روزے رکھا کرتے تھے (اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھایا کرتے تھے) وہ اس پکار پر چل پڑیں گے ان کے سوا کسی اور کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہوسکے گا۔ جب وہ روزہ دار اس دروازے سے جنت میں پہونچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر کسی کا اس سے داخلہ نہیں ہوسکے گا۔ —— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

روزہ میں جس تکلیف کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور جو روزہ دار کی سب سے بڑی قربانی ہے وہ اس کا پیاسا رہنا ہے، اس لئے اس کو جو صلہ اور انعام دیا جائے اس میں سب سے زیادہ نمایاں اور غالب پہلو سیرابی کا ہونا چاہیے۔ اسی مناسبت سے جنت میں روزہ داروں کے داخلہ کے لئے جو مخصوص دروازہ مقرر کیا گیا ہے اس کی خاص صفت سیرابی و شادابی ہے۔ "ریَّانُ" کے لغوی معنی ہیں "پورا پورا سیراب" یہ بھرپور سیرابی تو اس دروازہ کی صفت ہے جس سے روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، آگے جنت میں پہونچ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کے انعامات ان پر ہوں گے ان کا علم تو بس اس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جس کا ارشاد ہے کہ :۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ — بندہ کا روزہ بس میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا صلہ دوں گا۔

——

روزہ کے حقوق و آداب

جو چیز جس قدر مفید اور قیمتی ہوتی ہے، اسی قدر نازک اور حساس بھی ہوتی ہے۔ احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا عمل بھی بہت سی نزاکتیں رکھتا ہے اور اس کے آداب کی پوری رعایت اس کی افادیت و تاثیر کے ظہور کے لئے اولین شرط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور ان کی حدود و آداب کو اچھی طرح پہچانا اور ان سب امور کی رعایت رکھی جن کی رعایت روزہ دار کے لئے ضروری ہے تو رمضان کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔"
(صحیح ابن حبان، سنن بیہقی)

پہلی شرط ایمان واحتساب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے ان کے بھی سب گذشتہ گناہ بخشدیئے جائیں گے" ——— (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں رمضان کے روزوں اور اس کی راتوں کے نوافل کے موجب مغفرت ہونے کو ایمان واحتساب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے ——— یہ دو خاص دینی اصطلاحیں ہیں اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی عبادت اور کوئی نیک کام اس یقین کے ساتھ کیا جائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا جو اجر وثواب تبلایا گیا ہے وہ بالکل برحق ہے اور بشرط قبولیت اس کا ملنا یقینی ہے اور پھر وہ عمل اس ثواب موعود ہی کی امید اور رضا الٰہی کی طمع ہی میں کیا جائے بس ان دو کیفیتوں ہی کا نام ایمان واحتساب ہے، انہی سے اعمال میں روح پڑتی ہے اور انہی کے ذریعہ ہمارے اعمال کا ربط وتعلق اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے اور ان کے بغیر جو عمل کئے جائیں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی شاندار کیوں نہ ہوں لیکن درحقیقت وہ صرف "رسوم" اور بے روح ڈھانچے ہیں جن کی اللہ کے یہاں اور قیامت میں اور آخرت میں کوئی قیمت نہیں، اگرچہ وہ جہاد جیسا سرفروشانہ عمل ہی کیوں نہ ہو ——— افسوس اس چیز کی طرف سے آجکل بڑی غفلت ہے۔ حالانکہ یہ سارے دین کا گویا مغز ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں تمھارے جسموں اور تمھارے ظاہری عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور تمھاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

پس جو لوگ محض ماحول اور سوسائٹی کی عام فضا کی وجہ سے روزے رکھتے ہیں یا بادل ناخواستہ محض اس وجہ سے تراویح میں شریک ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو کم ہمت نہ سمجھیں یقیناً ان کے روزے اور ان کی تراویح بالکل بے حاصل ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے۔

کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں اور کتنے ہی راتوں کو نمازیں پڑھنے والے ہیں کہ ان کی نمازوں کا حاصل رات کے جاگنے کے سوا کچھ نہیں (یعنی ان کو اپنے روزوں اور اپنی رات کی نمازوں کا کوئی اجر و ثواب ملنے والا نہیں) (ابن خزیمہ وحاکم عن ابی ہریرہ)

الغرض اعمال خیر کے فضائل میں ایمان واحتساب کی شرط ہر جگہ پیش نظر رہنی چاہیئے اعمال کی فضیلتیں اسی سے وابستہ ہیں۔ فانما الاعمال بالنیات وانما لامرءٍ مانوی (حدیث) اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے قصد اور اس کی رضاجوئی کی نیت اور ثواب اخروی کی طلب و طمع کے بغیر ہر عمل کھوکھلا اور بے جان ہے۔

دوسری شرط معصیتوں اور لغو کاموں سے پرہیز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی کا روزہ ہو تو فحش اور بے ہودہ باتیں بالکل نہ کرے اور شور وشغب کا بھی مرتکب نہ ہو، اور اگر کوئی دوسرا اس کو گالیاں بھی دے یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں" (صحیح بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی اس بارہ میں ایک دوسری حدیث یہ بھی مروی ہے کہ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (روزہ رکھتے ہوئے) جھوٹ اور بیہودہ باتیں اور غلط اور بیہودہ اعمال نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں" (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

معصیتوں اور لغو کاموں سے پرہیز کی ایک تدبیر

یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا بھی انشاء اللہ مفید ہوگا کہ خانۂ خالی را دیو می گیرد" کے مصداق رمضان کے اوقات اگر ذکر وعبادت اور رمضان سے مناسبت رکھنے والے

اعمال خیر میں مشغول نہیں ہوں گے تو لغو کاموں اور معصیتوں سے بچنا بہت مشکل ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں رمضان مبارک میں چار کاموں کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے جس میں غالباً یہ مصلحت بھی مقصود ہے کہ ان کی برکت سے لغو کاموں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ وہ چار کام یہ ہیں :-

۱۔ کلمہ لاالہ الا اللہ کے ذکر کی کثرت۔

۲۔ اپنے لئے اللہ سے استغفار کی کثرت۔

۳۔ جنت کی دعا۔

۴۔ دوزخ سے نجات کی دعا۔

قیام رمضان یا تراویح :-

رمضان میں دن کے فرض روزوں کے علاوہ دوسری شبینہ عبادت "قیام لیل" (گویا تراویح) کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کو اگرچہ فرض نہیں کیا گیا ہے مگر ایک اعلیٰ درجہ کی اور بڑی برکت والی عبادت ہے، جن دلوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت اور اس کے ساتھ تعلقِ عبدیت کا کچھ حصہ ملا ہے وہی اُس لذت اور سرمستی ومحویت کو کچھ جان سکتے ہیں جو سارا دن بھوک پیاس کے مجاہدہ میں کاٹنے کے بعد دربار خداوندی کی اس حضوری میں ان کو حاصل ہوتی ہے

خوشا وقتے وخرم روزگارے

کہ یارے برخورد از وصل یارے

گویا دن کا روزہ عاشقانہ جذب وخودفراموشی کا ایک مظاہرہ اور طالب صادق کا مجاہدہ تھا کہ کھانا پینا بھی بھلا دیا گیا تھا، اور رات کی یہ طویل قیام وقراءت والی نماز اس عارفانہ سکون اور عابدانہ عجز ونیاز کی صورت ہے جو اس مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا ہی چاہیئے۔ اس نماز کی فضیلت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ملاحظہ کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں کی نماز کی خاص طور سے ترغیب دیا کرتے تھے مگر سختی کے ساتھ حکم نہیں فرماتے تھے۔ اور ترغیب کے سلسلہ میں آپ

ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نوافل پڑھے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

شب قدر

رمضان مبارک کے متعلق حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ایک مفصل خطبہ شروع میں نقل ہو چکا ہے اس میں گزر چکا ہے کہ" اس رمضان کے مہینہ میں شب قدر ہوتی ہے اور شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔

شب قدر کی عظمت اور اہمیت کا ذکر قرآن مجید میں بلکہ اس کی ایک پوری سورت میں بھی کیا گیا ہے اور اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا اس کی عظمتیں ہمارے بیان بلکہ ہمارے فہم وادراک کی حدود سے بھی باہر ہیں، یہ بیان فرمانے کے بعد کہ قرآن کو ہم نے شب قدر میں نازل فرمایا (انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) ارشاد فرمایا گیا ہے (وما ادراک مالیلۃ القدر (تمھیں کیا پتہ لیلۃ القدر کیا ہے)

پھر فرمایا گیا ہے لیلۃ القدر خیرٌ من الف شھر (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) پھر اس کی برکات اور اس کی روحانی رونقوں کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے

تنزّل الملٰئکۃ والروح	فرشتے اور روح (الروح الامین
فیھا باذن ربھم من کل	حضرت جبرئیل) اس رات میں اپنے مالک
امرٍ سلام ھی حتی	کے حکم سے تمام فیصلے کر اترتے ہیں
مطلع الفجر ہ	سراسر سلامتی کی رات ہے طلوع صبح

صادق تک (برکتوں اور روحانی رونقوں کا یہ سلسلہ قائم رہتا ہے)

لیلۃ القدر کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں قرآن مجید کے اس بیان کے علاوہ احادیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ کھڑا ہو (یعنی اس رات میں نوافل پڑھے) تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے (بخاری ومسلم)

لیلۃ القدر کے بارہ میں ایک حدیث اور بھی یاد رکھنے کی ہے ـــــ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا کہ حضرت! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو میں اللہ سے کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یہ عرض کرو کہ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ　　اے میرے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے بھی معاف فرمادے۔

(احمد ابن ماجہ ترمذی، مشکوٰۃ)

رمضان کی آخری رات

ـــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ رمضان کی آخری رات میں آپ کی امت کے لئے مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:۔ شب قدر تو نہیں ہوتی، لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کر دے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے ـــــ (مسند احمد)

ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان مبارک کی آخری رات بھی خاص مغفرت کے فیصلہ کی رات ہے لیکن اس رات میں مغفرت اور بخشش کا فیصلہ انہی بندوں کے لئے ہوگا جو رمضان مبارک کے عملی مطالبات کسی درجہ میں پورے کر کے اس کا استحقاق پیدا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتکاف

ـــــ رمضان مبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے ـــــ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ سے لو لگا کے اس کے در پہ (یعنی کسی مسجد کے کونہ میں) پڑ جائے، اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اسی کے ذکر و فکر میں مشغول رہے، یہ خواص بلکہ اخص الخواص کی عبادت ہے۔ اس عبادت کے لئے بہترین وقت رمضان مبارک اور خاص کر اس کا آخری عشرہ ہی ہو سکتا تھا اس لئے اسی کو اس کے لئے انتخاب کیا گیا۔

روح کی تربیت و ترقی اور نفسانی قوتوں پر اس کو غالب کرنے کے لئے پورے مہینے رمضان کے روزے تو تمام افراد امت پر فرض کئے گئے، گویا کہ اپنے باطن میں ملکوتیت کو غالب اور بہیمیت کو مغلوب کرنے کے لئے اتنا مجاہدہ اور نفسانی خواہشات کی اتنی قربانی تو ہر مسلمان کے لئے لازم کردی گئی ہے کہ وہ اس پورے محترم اور مقدس مہینے میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اسکی عبادت کی نیت سے دن کو نہ کھاوے نہ پیوے، نہ بیوی سے متمتع ہو، اور اسی کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں بلکہ فضول باتوں سے بھی پرہیز کرے اور یہ پورا مہینہ ان پابندیوں کے ساتھ گزارے ـــــ بس یہ تو رمضان مبارک میں روحانی تربیت و تزکیہ کا عوامی اور کمپلسری کورس مقرر کیا گیا، اور اس سے آگے تعلق باللہ میں ترقی اور ملاء اعلیٰ سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کے لئے اعتکاف رکھا گیا۔ اس اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کے اور سب سے ہٹ کے اپنے مالک و مولا کے آستانے پر اور گویا اسی کے قدموں میں پڑ جاتا ہے اس کو یاد کرتا ہے، اسی کے دھیان میں رہتا ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے، اس کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے، اور رحیم و کریم مالک سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے، اس کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے، اسی حال میں اس کے دن گزرتے ہیں اور اسی حال میں اسکی راتیں ـــــ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، بلکہ ایک سال ایک دینی سفر کی وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال آپ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا ـــ

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال کے رمضان میں بھی آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا یہ بیس دن کا اعتکاف غالباً اس وجہ سے فرمایا تھا کہ آپ کو یہ اشارہ مل چکا تھا کہ عنقریب آپ کو اس دنیا سے اٹھالیا جائے گا اس لئے اعتکاف جیسے اعمال کا شغف بڑھ جانا بالکل قدرتی بات تھی ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد!

مولانا عتیق احمد بستوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

زکوٰۃ کے مصرف "فی سبیل اللہ" پر تحقیقی نظر اور نظریہ تعمیم کا علمی جائزہ

زکوٰۃ کی اہمیت

اللہ جل شانہ نے قرآن وسنت کے ذریعہ ہمیں عبادات کا مکمل اور جامع نظام عطا فرمایا ہے اس نظام عبادات کی ایک اہم کڑی زکوٰۃ ہے۔ قرآن پاک میں بار بار نماز قائم کرنے کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں زکوٰۃ کو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شمار کیا گیا ہے زکوٰۃ اسلامی نظام حیات کا ایک بنیادی عنصر ہے، اس کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اسی لئے خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کا حکم دیا۔

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد خود زکوٰۃ دینے والے کے باطن کا تزکیہ اور اس کے مال کی تطہیر ہے، تزکیہ باطن سے مراد بخل، حرص، حب مال وغیرہ کا ازالہ اور غریبوں، معذوروں کے ساتھ ہمدردی، غمخواری، تعاون اور انفاق کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ بلاشبہ زکوٰۃ اسلامی اقتصادیات کا ایک اہم ستون بھی ہے، اس کے ذریعہ قوم کے اس ضعیف اور بے سہارا طبقہ کی پرورش بھی ہوتی ہے جو اپنی ضروریات مہیا کرنے سے معذور ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ یتیم بچوں، بیوہ عورتوں، اپاہج اور معذور مرد عورتوں، فقیروں مسکینوں کی کفالت بھی ہوتی ہے لیکن یہ سب اس کا ثانوی مقصد ہے اولین اور اہم ترین مقصد زکوٰۃ دینے والے کا تزکیہ و تطہیر ہے، ارشاد ربانی ہے:۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم — ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کر لو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی)

بھا وصل علیھم	پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو
ان صلوٰتک سکن لھم	اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری
واللّٰہ سمیع علیم ؕ[1]	دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے ۔۔ اور
	خدا سننے والا اور جاننے والا ہے ۔

زکوٰۃ مالی عبادت ہے جس طرح نماز اور روزہ جسمانی عبادت ہیں، زکوٰۃ کے عبادت ہونے کی وجہ سے قرآن وسنت میں اس کے احکام ومسائل بہت واضح کر دیئے گئے ہیں، اس کی جزئی تفصیلات بھی قرآن وسنت میں محفوظ کر دی گئی ہیں، زکوٰۃ کی آمد وصرف کا معاملہ اسلامی حکومت کے اختیار تمیزی پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ خود خالق کائنات نے اس کی ضروری تفصیلات واضح فرما دیں ۔

زکوٰۃ کے مصارف

سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کلمۂ حصر کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ آٹھ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کا استعمال وصرف کسی اور مد میں جائز نہیں ۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر صدقات (زکوٰۃ) کے مال میں سے مانگا ۔ آپ نے فرمایا: صدقات کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالہ نہیں کی، بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصارف متعین فرمائے اگر تم ان آٹھ میں داخل ہو تو تمھیں دے سکتا ہوں[2]"

سورۂ توبہ کی وہ آیت جس میں مصارف زکوٰۃ کا بیان ہے درج ذیل ہے ۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ	صدقات (یعنی زکوٰۃ) تو مفلسوں اور
الْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ	محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے
عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ	اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب
وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ	منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے

---

[1] سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳ ع

[2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ

وفی سبیل اللہ وابن السبیل
فریضۃ من اللہ واللہ
علیم حکیم [1]

میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے)
میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی
مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے
یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیے
گئے ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت
والا ہے۔

فی سبیل اللہ کا مصداق عہد نبوی سے لے کر عہد حاضر تک اسی آیت کی روشنی میں زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ہوتی رہی، اسلامی حکومتیں اور مسلم اغنیا انھیں مصارف میں زکوٰۃ صرف کرتے رہے۔ اس آیت کی روشنی میں زکوٰۃ کا ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے، جمہور مفسرین وفقہا کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد راہ خدا میں جہاد وقتال کرنے والے لوگ ہیں، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ وتابعین سے بھی اسی مفہوم کی تائید وتعیین ہوتی ہے، بعض صحابہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ حجاج بیت اللہ بھی فی سبیل اللہ کے دائرہ میں شامل ہیں، فی سبیل اللہ کی یہی دو تفسیریں صحابہ وتابعین، مفسرین ومجتہدین سے منقول ہیں، غزوہ وحج کے علاوہ دوسرے نیک کاموں کا فی سبیل اللہ میں شامل نہ ہونا قرون اولیٰ میں اجماعی رہا، جیسا کہ آگے آنے والی تفصیلات سے واضح ہوگا۔

ایک نیا تفسیری رجحان

تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں دوسرے فاسد رجحانات کی طرح یہ رجحان بھی پروان چڑھا کہ احادیث وآثار، متقدمین کی تفاسیر سے قطع نظر صرف لغت اور عربی ادب کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کی جائے تفسیر کے سلسلہ میں یہ منحرف رجحان بعض گمراہ فرقوں میں ماضی میں موجود تھا، انیسویں صدی میں زور پکڑنے والی "مغربی عقلیت" نے اس مردہ رجحان کو نئی زندگی بخشی، مغربی فکر وفلسفہ کی سحر انگیزی کے زمانہ میں بیسویں صدی کے بعض

[1] سورہ التوبہ آیت ۶۰

قابل قدر مفسرین بھی غیر شعوری طور پر اس رجحان سے متاثر ہوئے۔

فی سبیل اللہ کی نئی تفسیریں

اس رجحان کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا کہ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کے مصداق و مراد کی تعیین محض لغت وادب کے ذریعہ کی جانے لگی اور اس سلسلے میں امت کا اجماعی موقف ترک کرنے کی دعوت دی جانے لگی، بعض لوگوں نے تو بے تکلف لکھ دیا کہ فی سبیل اللہ میں ہر کار خیر داخل ہے، اس لئے ہر نیک کام میں زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے، مساجد و مدارس کی تعمیر، لاوارث مُردوں کی تکفین و تدفین، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر غرضیکہ ہر کار خیر اور ہر رفاہی مد میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اسی طرح ہر طرح کے اسلامی ادارے دعوتی و اسلامی تنظیمیں، تصنیفی مراکز زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ میں آتے ہیں کچھ دوسرے "محققین" کو اجماع امت کا خیال آیا، انھوں نے فی سبیل اللہ کو بالکل عام کر کے خرق اجماع کا ارتکاب پسند نہیں کیا اس لئے انھوں نے تعمیم کی دوسری راہ نکالی اور تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور مجاہدین ہیں لیکن جہاد سے صرف جنگ وقتال مراد نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق ان تمام کوششوں پر ہوتا ہے جو کلمۂ کفر کو پست اور کلمۂ خدا کو بلند کرنے اور اللہ کے دین کو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے قائم کرنے کے لئے کی جائیں خواہ وہ دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مرحلے میں ہوں یا قتال کے آخری مرحلے میں، زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ سے مراد جہاد کی تمام شکلیں ہیں خواہ وہ دعوتی جہاد ہو یا قلمی جہاد، تعلیمی جہاد ہو یا فکری جہاد، سیاسی جہاد ہو یا معاشی جہاد۔

محاسبہ و تنقید

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فی سبیل اللہ کی ان جدید تفاسیر پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں" لفظ فی سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں، جو کام اللہ کی رضاجوئی کے لئے کئے جائیں وہ سب اس عام مفہوم کے اعتبار سے فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و بیان اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر محض لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ "فی سبیل اللہ"

دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں مساجد، مدارس، شفاخانوں، مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر، کنویں اور پل اور سڑکیں بنانا، اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انھوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دیدیا جو سراسر غلط ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے، صحابہ کرام جنھوں نے قرآن کو براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور سمجھا ہے ان کو اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں، ان میں اس لفظ کو حجاج اور مجاہدین کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے ۔۔۔۔ ائمہ اربعہ وفقہائے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاہ عام کے اداروں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات مصارف زکوٰۃ میں داخل ہیں بلکہ اس کے خلاف ان کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مال زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں

ائمہ تفسیر اور فقہائے امت کی مذکورہ تصریحات کے علاوہ اگر ایک بات پر غور کر لیا جائے تو اس مسئلہ کے سمجھنے کے لئے بالکل کافی ہے وہ یہ کہ اگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں اتنا عموم ہوتا کہ تمام طاعات و عبادات اور ہر قسم کی نیکی پر خرچ کرنا اس میں داخل ہوتو پھر قرآن میں ان آٹھ مصرفوں کا بیان نعوذ باللہ فضول ہو جاتا ہے[1]

ایک معاصر اہل قلم کا مضمون زیر نظر صفحات میں ہم زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا تحقیقی جائزہ لینا چاہتے ہیں اور فی سبیل اللہ کی تعمیم کے سلسلہ میں پیش کردہ دلائل کو تحقیق و انصاف کی میزان میں تولنا چاہتے ہیں، فی الحال اس مضمون کا محرک یہ ہوا کہ چند ماہ قبل ماہنامہ برہان دہلی میں ایک معروف اہل قلم کا مضمون "اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اسلامی اداروں کا اس میں حصہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کو عام کر دینے کی پر زور وکالت کی ہے فاضل مضمون نگار نے اپنا مذکورہ بالا مضمون مستقل کتابچے کی صورت میں بھی شائع کر دیا ہے، انھوں نے اپنے مضمون میں اپنی "تحقیق" پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ علماء، مفتیان کرام، ارباب مدارس کو مشورہ دیا ہے کہ ان کی گذارشات کی روشنی میں اپنے فتاویٰ میں تبدیلی اور اصلاح کریں یعنی فی سبیل اللہ کے عام ہونے اور تملیک کی شرط ختم کرنے کا فتویٰ دیدیں۔

---

[1] معارف القرآن ج ۴ ص ۴۰۱، ۴۰۲

علماء کی کردار کشی

پورا مضمون پڑھ کر بہت مایوسی ہوئی، میرے خیال میں فاضل مضمون نگار کا زیرِ بحث مضمون خود ان کی دوسری تحریروں کے معیار سے بہت پست ہے، تحقیق واستدلال ہی کے پہلو سے نہیں بلکہ زبان واسلوب کے نقطۂ نظر سے بھی ـــــ اگر موصوف نے مستقل مضمون لکھنے کے بجائے شیخ یوسف القرضاوی کی بحث کا سلیقہ مندی سے ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہوتا تو تعمیم کا نظریہ زیادہ علمی انداز میں قارئین کے سامنے آتا۔ فاضل مضمون نگار زیرِ بحث مضمون میں اپنی سنجیدگی ودر متانت بھی برقرار نہیں رکھ سکے ہیں، انھوں نے اس مضمون میں علماء اور مفتیانِ کرام کی کردار کشی کی ہے اور رکیک حملے کئے ہیں، ایک پیراگراف ملاحظہ ہو

"آج جو رواج ہو گیا ہے اس کی رو سے زکاۃ یا تو کسی بھکاری کو دی جاتی ہے یا پھر ایسے مدرسے کو جس میں "کھانے والے" طلبہ موجود ہوں اور عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر زکاۃ ادا ہی نہیں ہو سکتی اور اس میں مدرسے والوں کی کوتاہیاں بھی شامل ہیں جنھوں نے محض اپنے مفاد کی خاطر عوام کے ذہنوں میں یہ غلط تصور بٹھا دیا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں بعض مکتب چلانے والوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں کھانے والے طلبہ موجود ہیں، کیونکہ اس کے بغیر انھیں چندہ یا زکاۃ نہیں ملتی...
... معلوم نہیں کہ یہ مسئلہ کہاں سے نکالا گیا ہے جو عوام کے ذہنوں سے پوری طرح چپک گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ بھی علماء ہی کی کوتاہی ہے جو محض اپنے مفاد کے لئے عوام کو صحیح مسائل سے آگاہ نہیں کرتے گویا کہ حالات سے سبھی نے طوعاً وکرہاً ایک طرح سے سمجھوتہ کر لیا ہے[1]"

اس پیراگراف کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مضمون نگار کو علماء اور اصحابِ افتاء سے بدگمانی ہے کہ یہ لوگ فتویٰ دینے اور مسائل بتانے میں اپنے مفادات کا بڑا لحاظ رکھتے ہیں اور محض اپنے مفاد کے لئے عوام کو غلط مسائل بتایا کرتے ہیں۔ اسی لئے جب مضمون نگار نے

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی جلد ۱۰۰ شمارہ ۳ صفحہ ۲۹، ۳۰

فی سبیل اللہ کو عام قرار دینے کے سلسلہ میں علماء اور مفتیان کرام کو آمادہ کرنا چاہا تو علماء کی اس مفاداتی حس کو بیدار کرنے کے لئے لکھا "ہمارے علماء کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس صورت میں خود ان کا فائدہ ہے، کیونکہ اس طرح طلبہ کے ساتھ وہ خود بھی مستحق زکوٰۃ بن سکتے ہیں[1]

میرے لئے یہ باور کرنا مشکل ہے کہ کوئی شخص ہوش و حواس کی درستگی کی حالت میں خالص ایک علمی فقہی اور قانونی بحث میں ایسی رکیک اور اہانت آمیز باتیں نوک قلم پر لا سکتا ہے ۔ خدا بدگمانیوں کا برا کرے ۔ اگر صاحب مضمون کی بدگمانیوں کے جواب میں کوئی قاری یہ گمان کرنے لگے کہ موصوف اپنی اکیڈمی کو زکوٰۃ سے مالا مال کرنے کے لئے "دادِ تحقیق" دے رہے ہیں اور فی سبیل اللہ کے تعمیم کی زور وکالت کر رہے ہیں تو اس کی موصوف کیا صفائی پیش کر سکتے ہیں جب کہ ان کے مضمون میں جابجا "مفاداتی جذبہ" کی آنچ بہت تیز محسوس ہوتی ہے ۔ (کاش ہم کو نہ لکھنا پڑتا)

نظریۂ تعمیم کے جائزہ کی ضرورت

میرے نزدیک ماہنامہ برہان میں شائع شدہ مضمون ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ اس کا علمی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے، لیکن فی سبیل اللہ کو عام قرار دینے کا نظریہ مسلسل پروپیگنڈے اور بعض تحریکوں اور جماعتوں کے اپنا لینے کی وجہ سے پھیلتا جا رہا ہے کوئی خیال و نظریہ خواہ دلائل کے اعتبار سے کتنا کمزور ہو اگر اس کی پشت پر پروپیگنڈہ کی طاقت ہو اور نفس کے لئے باعث کشش بھی ہو تو اسے فروغ حاصل ہو ہی جاتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی پوری تحقیق کی جائے اور تعمیم کے مؤیدین کے دلائل کا بھرپور تجزیہ کیا جائے ۔

علامہ ابن تیمیہ کا بصیرت افروز انتباہ

تنہا لغت و ادب کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرنے والے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اور بھیانک گمراہیوں میں بھٹکنے لگتے ہیں، احادیث و آثار اور قدیم تفاسیر سے بے نیاز ہو کر تفسیر قرآن کے میدان میں ایک قدم سلامتی کے ساتھ چلنا ممکن نہیں۔

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی جلد ۱۰۰ شمارہ ۳ صفحہ ۳۳

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بڑی پتے کی بات لکھی ہے ۔

وفی الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئا فی ذلك، بل مبتدعا وان كان مجتهدا مغفورا له خطؤه، فالمقصود بيان طرق العلم وادلته وطرق الثواب ونحن نعلم ان القرآن قرأه الصحابة والتابعون وتابعوهم وانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذی بعث الله به رسوله فمن خالف قولهم وفسر القرآن بخلاف تفسيرهم فقد اخطأ فی الدليل والمدلول جميعا[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے مذاہب اور ان کی تفسیر کو ترک کرکے مخالف مذہب اور تفسیر اختیار کرنے والا خطاکار بلکہ بدعت کا ارتکاب کرنے والا ہے اگرچہ ایسا شخص مجتہد ہی ہو جس کی خطا معاف ہے ۔ یہاں پر مقصود علم کے طریقوں اور دلیلوں نیز ثواب کی راہوں کا بیان ہے ۔ ہمیں اس بات کا علم و یقین ہے کہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے قرآن پڑھا اور یہ لوگ قرآن کی تفسیر اور معانی سے سب سے زیادہ واقف تھے جس طرح یہ لوگ اس سچائی سے سب سے زیادہ واقف تھے جس کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے ، لہذا جس شخص نے ان کے قول کی مخالفت کی اور ان کی تفسیر کے خلاف قرآن کی تفسیر کی اس نے دلیل اور مدلول دونوں میں غلطی کی

حافظ ابن تیمیہؒ کے اس چشم کشا، بصیرت افروز ہدایت نامہ اور انتباہ کے بعد آئیے زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی تحقیق کریں، فی سبیل اللہ کے بارے میں احادیث و آثار کتب تفسیر و فقہ کا مطالعہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سبیل اللہ کی لغوی تحقیق کر

---

[1] مقدمہ فی اصول التفسیر صہ ۲۴ مطبوعہ دار الآثار الوطنیہ دمشق

کرلی جائے ۔

سبیل اللہ کا لغوی مفہوم

علامہ ابن الاثیر اپنی شہرۂ آفاق کتاب النہایہ فی غریب الحدیث میں لکھتے ہیں :۔

السبیل فی الاصل : الطریق وسبیل اللہ عام یقع علی کل عمل خالص سلک به طریق التقرب الی اللہ عزوجل باداء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا اطلق فهو فی الغالب یقع علی الجهاد ، حتی صار لکثرة الاستعمال کانه مقصور علیه[1]	سبیل کا اصل معنی راستہ ہے اور سبیل اللہ عام ہے جو ہر اس عمل خالص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہو مثلاً فرائض ونوافل کی ادائیگی مختلف قسم کے نیک کام اور جب سبیل اللہ مطلق بولا جائے تو عموماً اس سے مراد جہاد ہوتا ہے ، حتی کہ کثرت استعمال کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے گویا سبیل اللہ جہاد ہی میں محصور ہے ۔

النہایہ کی مذکورہ بالا عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) لغت کے اعتبار سے سبیل اللہ کا اصل معنی ہر اس عمل خالص کو شامل ہے جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہو ، لہذا اس میں تمام نیک کام شامل ہو گئے خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی (۲) سبیل اللہ کو جب مطلق بولا جاتا ہے قرآن کے بغیر تو اس سے عموماً جہاد مراد ہوتا ہے ، جہاد کے مفہوم میں کثرت استعمال کی وجہ سے "سبیل اللہ" گویا جہاد ہی کے معنی میں محصور ہو گیا علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار[2] میں ابن الاثیر کی تحقیق کی تائید کی ہے ۔

مشہور لغوی علامہ ابن منظور نے اپنی مستند ترین کتاب "لسان العرب" میں سبیل کے تحت لکھا ہے :

---

[1] النہایہ فی غریب الحدیث ص ۱۵۶ ج ۲ مطبوعہ قاہرہ مصر [2] مجمع بحار الانوار ص ۲۰ ج ۳

وکل ما امر اللّٰہ بہ من الخیر فھو من سبیل اللّٰہ واستعمل السبیل فی الجھاد اکثر لانہ السبیل الذی یقاتل فیہ علی عقد الدین وقولہ فی سبیل اللّٰہ ارید بہ الذی یرید الغزو ولا یجد ما یبلغہ مغزاہ فیعطی من سھمہ[1]

اللہ تعالیٰ نے جن نیک کاموں کا حکم دیا ہے سب سبیل اللہ میں شامل ہیں لیکن زیادہ تر سبیل اللہ کا استعمال جہاد کے معنی میں ہوا ہے کیوں کہ جہاد ہی وہ راستہ ہے جس میں دین کو برپا کرنے کے لئے قتال کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول فی سبیل اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو قتال کا ارادہ کرتے ہیں اور میدان جنگ تک پہنچنے کیلئے وسائل نہیں پاتے تو انھیں فی سبیل اللہ کے حصہ میں سے دیا جائے گا

قرآن میں سبیل اللہ کے استعمالات

ماہنامہ برہان کے فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب فقہ الزکوٰۃ کی بہت تعریف کی ہے اور ان کے مضمون کا زیادہ تر انحصار ہی یوسف القرضاوی کی بحث پر ہے۔ شیخ یوسف القرضاوی نے قرآن مجید میں "سبیل اللہ" کے استعمالات پر اچھی بحث کی ہے، اس کا خلاصہ یہاں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

" قرآن پاک میں "سبیل اللہ" کا استعمال کبھی عن کے ساتھ آتا ہے اور کبھی فی کے ساتھ فی کے ساتھ سبیل اللہ کا استعمال زیادہ ہوا ہے، عن کے ساتھ استعمال ہونے کی صورت میں اس سے پہلے یا تو فعل صدّ استعمال ہوا ہے یا اضلال، فی سبیل اللہ کے ساتھ یہ افعال استعمال ہوتے ہیں (۱) انفاق (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) قتال (۵) قتل

---

[1] لسان العرب جلد ۲، صفحہ ۹۱ ترتیب جدید مطبوعہ دار لسان العرب - بیروت

(۶) ضرب (۷)، مخمصہ وغیرہ ــــ سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ میں "فی سبیل اللہ" کا استعمال مذکورہ بالا کسی فعل کے ساتھ نہیں ہوا ہے لیکن صدقۃ سے انفاق کا مفہوم پیدا ہوتا ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ گویا انفاق کے ساتھ "فی سبیل اللہ" کا استعمال ہوا ہے۔

قرآن پاک میں انفاق کے ساتھ "فی سبیل اللہ" کے استعمالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر سبیل اللہ سے مراد کبھی عام معنی ہوتا ہے جس میں ہر کار خیر اور ہر طرح کی طاعات داخل ہیں اور کبھی خاص طور پر جہاد مراد ہوتا ہے، کلام کے سیاق و سباق اور قرائن ہی سے یہ دونوں معانی ایک دوسرے سے متمیز ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ کی آیت میں "فی سبیل اللہ" سے عام معنی مراد لینا درست نہیں کیونکہ اس عموم سے تو "فی سبیل اللہ" کے دائرے میں اتنی وسعت ہو جائے گی کہ اس کے افراد کا شمار کیا ہوتا اس کے اصناف کا شمار ممکن نہ ہو گا اور یہ عموم مصارف زکوٰۃ کے آٹھ میں محصور کرنے کے منافی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ معنی عام کے اعتبار سے "فی سبیل اللہ" کے دائرے میں فقراء مساکین اور زکوٰۃ کے تمام مصارف آجائیں گے، پھر ساتویں مصرف "فی سبیل اللہ" اور اسکے ماقبل اور مابعد کے مصارف میں فرق کیا رہا؟ قرآن مجید سراپا بلاغت و اعجاز ہے اسے اس بے فائدہ تکرار سے پاک رکھنا ضروری ہے، لہٰذا اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ "فی سبیل اللہ" سے معنی خاص مراد لیا جائے تاکہ زکوٰۃ کا یہ مصرف دوسرے مصارف سے جدا ہو سکے، زمانہ قدیم سے اسی نکتہ کو سمجھ کر ہمارے مفسرین اور فقہاء نے "فی سبیل اللہ" سے جہاد مراد لیا اور کہا کہ جب "فی سبیل اللہ" مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد جہاد ہی ہوتا ہے بہت سی احادیث صحیحہ کے استعمالات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ "سبیل اللہ" کا معنی متبادر جہاد ہے ...... یہ قرائن اس بات کی ترجیح کے لئے کافی ہیں کہ مصارف زکوٰۃ کی آیت میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے[1]"

فی سبیل اللہ حدیث نبوی کی روشنی میں

سبیل اللہ کی لغوی بحث سے فارغ ہونے کے بعد آیئے احادیث و آثار اور قدیم تفاسیر کی طرف رجوع کریں۔

---

[1] فقہ الزکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۶۵۲ تا ۶۵۷

فی سبیل اللہ کا مصداق متعین کرنے کے سلسلے میں ہمیں ایک حدیث نبوی سے پوری رہنمائی ملتی ہے یہ حدیث زکوٰۃ ہی کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور فن حدیث کی مستند کتابوں میں مذکور ہے، ناقدین حدیث نے اسے صحیح قرار دیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی سعید الخدری	حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
علیہ وسلم لا تحل الصدقہ	صدقہ صرف پانچ قسم کے اغنیاء کے لئے
لغنی الا لخمسۃ لعامل علیھا	حلال ہے (۱) عاملِ صدقہ (۲) جس
او رجل اشتراھا بمالہ	شخص نے اپنے مال کے بدلے میں
او غارم او غاز فی سبیل اللہ	صدقہ کا مال خریدا (۳) مقروض شخص
او مسکین تصدق	(۴) راہ خدا میں جہاد کرنے والا (۵)
علیہ منھا فاھدی	کسی مسکین کو صدقہ کا مال دیا گیا۔ اس
لغنی منھا لہ	مسکین نے اس میں سے کسی مالدار کو
	ہدیہ کر دیا۔

اس حدیث کو متعدد محدثین نے صحیح اور قابل احتجاج قرار دیا ہے، اس حدیث میں فی سبیل اللہ کے ساتھ غازی کی قید لگا کر زبان نبوت نے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی مراد واضح کر دی، اسی لئے فی سبیل اللہ پر بحث کرتے ہوئے عموماً مفسرین نے اس حدیث کو سند میں پیش کیا ہے۔

فی سبیل اللہ اور مفسرین اسلام جمہور مفسرین کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد دین کی سربلندی کے لئے کفار سے قتال ہے اور فی سبیل اللہ کے مصداق راہ خدا میں غزوہ و قتال کرنے والے مجاہدین ہیں، قدیم تفاسیر میں مستند ترین تفسیر

لہ یہ حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، مستدرک حاکم وغیرہ میں آئی ہے۔

ابن جریر طبری کی جامع البیان مانی جاتی ہے، جامع البیان بعد میں لکھی جانے والی تمام تفاسیر کا بنیادی ماخذ ہے، طبری کا دستور یہ ہے کہ آیت کی تفسیر میں اگر اختلاف ہوتا ہے تو عموماً مختلف اقوال کو ذکر کر کے کسی قول کو ترجیح دیا کرتے ہیں، لیکن انھوں نے فی سبیل اللہ کے بارے میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ابن جریر کی تفسیر درج ذیل ہے۔

اما قوله وفی سبیل الله فانه یعنی وفی النفقه فی نصرة دین الله وطریقه وشریعته التی شرعها بعباده بقتال اعداءه وذلك هو غزو الكفار وبالذی قلنا فی ذلك قال اهل التاویل .... حدثنی یونس قال اخبرنا وهب قال قال ابن زید فی قوله "وفی سبیل الله" قال الغازی فی سبیل الله[۲]

"فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے دشمنوں یعنی کفار سے قتال کر کے اللہ کے دین، راستے اور اللہ کی شریعت کی نصرت کی راہ میں خرچ کرنا ہے، غرضیکہ اس سے مراد کفار سے جنگ کرنا ہے ہم نے فی سبیل اللہ کی جو تفسیر بیان کی ہے وہی تفسیر دوسرے علماء تفسیر نے بھی بیان کی ہے۔ مجھ سے یونس نے بیان کیا کہ انھیں ابن وہب نے خبر دی کہ ابن زید نے فرمایا "فی سبیل اللہ" کا مصداق راہ خدا میں جہاد کرنے والا شخص ہے۔

اس کے بعد ابن جریر نے دو احادیث درج کی ہیں جن سے اس تفسیر کی تائید و تعیین ہوتی ہے قرآن کی کوئی بھی مستند تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ہر ایک میں آپ کو یہی ملے گا کہ جمہور مفسرین ومجتہدین کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد راہ خدا میں غزوہ وقتال کرنے والے مجاہدین ہیں ہاں صحابہ کرام میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور مجتہدین میں احمد بن حنبلؒ، محمد بن حسن شیبانی کا یہ قول کتب تفسیر وفقہ میں ملتا ہے کہ حج کرنے والے افراد بھی "فی سبیل اللہ" کے دائرے میں شامل ہیں

---

[۲] جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۶ جزء ۱۰ صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر[1]، تفسیر کبیر[2] للرازی، البحر المحیط[3]، مدارک التنزیل[4]، الجامع لاحکام القرآن[5] للقرطبی، احکام القرآن للجصاص الرازی[6]، احکام القرآن[7] لابن العربی المالکی۔

فی سبیل اللہ مجتہدین کی نظر میں مشہور فلسفی و فقیہ ابن رشد (متوفی ۵۹۵ھ) نے فی سبیل اللہ کے بارے میں مجتہدین امت کے مذاہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

واما فی سبیل اللہ فقال مالک: سبیل اللہ مواضع الجهاد والرباط وبه قال ابو حنیفة وقال غیره الحجاج والعمار وقال الشافعی: هو الغازی جار الصدقة[8]

"فی سبیل اللہ" کے بارے میں امام مالکؒ نے فرمایا اس سے مراد جہاد و رباط کی جگہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے بعض دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد حج اور عمرہ کرنے والے لوگ ہیں، امام شافعی نے فرمایا: اس کا مصداق وہ غازی ہے جو صدقہ نکالنے کی جگہ کا رہنے والا ہو۔

(جاری)

الفرقان کے ان صفحات میں گنجائش نہ رہنے کی وجہ سے اس مضمون کی یہ قسط ان ہی سطروں پر ختم کی جا رہی ہے۔ آگے محترم مضمون نگار نے اپنے موقف کے استدلال میں امت کے فقہا و مجتہدین کے جو اقوال و ارشادات پیش کئے ہیں اور جو دلائل سپرد قلم کئے ہیں۔ وہ انشاء اللہ ناظرین کرام اس سلسلہ کی آئندہ قسطوں میں ملاحظہ فرمائیں گے (مرتب)

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۳۶۴ ج۲ طبع دار الاندلس بیروت [2] تفسیر کبیر الجزء السادس عشر ص۱۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت [3] البحر المحیط ص۶۰ ج۵ دار الفکر بیروت [4] مدارک التنزیل ص۱۰۱ ج۲ المطبعۃ الحسینیہ مصر [5] الجامع لاحکام القرآن ص۱۸۵-۱۸۶ ج۸ دار الکاتب العربی قاہرہ [6] احکام القرآن ص۱۲۷ ج۳ دار الکتاب العربی بیروت [7] احکام القرآن ص۹۶۹ ج۲ [8] ہدایۃ المجتہد جلد اول ص۲۷۷ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر۔

الیٰ رحمۃ اللہ

حضرت مولانا قاری فخر الدین قاسمی گیاوی رحمۃ اللہ علیہ

راقم سطور حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں صرف اتنی ہی واقفیت رکھتا تھا کہ ہماری جماعت کے علماء صالحین اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خواص خلفاء و مجازین میں سے ہیں۔ ان کے حادثۂ رحلت کے ایک دو ہی دن بعد کسی نے اس کی اطلاع دی تھی اور یہ بھی تبلایا تھا کہ ٹیلی فون سے حادثہ کی اطلاع پاکر مولانا اسعد میاں مدنی ہوائی جہاز سے گیا کے لئے روانہ ہو گئے تھے — پھر چند روز کے بعد اس عاجز کے بنارس کے ایک مخلص مولانا احمد نصر صاحب کا مکتوب ملا جو قاری صاحب کے آخری غسل نماز جنازہ اور تدفین میں شریک تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی چند سطریں یہاں نذر ناظرین کر دی جائیں — حادثہ کی اطلاع اور مغفرت و رفع درجات کی دعا کے بعد لکھا ہے:

"حضرت قاری صاحب صوبہ بہار کی عظیم شخصیت تھے۔ بہار میں ۸۰ سے زیادہ دینی مدارس و مکاتب قائم فرمائے — ۹ رفروری کو اپنے مدرسہ قاسمیہ ہی میں انتقال فرمایا ۱۰ رفروری کی صبح غسل دیا گیا، چہرہ نورانی، جسم گلاب کی طرح تازہ و شاداب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۹ مرتبہ حج و زیارت کی سعادت عطا فرمائی، بہت ہی ذاکر شاغل تھے۔ نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کا اندازہ ۱۵ ہزار کا ہے۔ مولانا اسعد مدنی صاحب نے نماز پڑھائی۔ احقر کو غسل و تدفین میں بھی شرکت کی سعادت میسر ہوئی، حضرت قاری صاحبؒ کی برادر زادی احقر سے منسوب ہے۔ ان کی وفات کا مجھ پہ بہت اثر ہے میں اگرچہ تھانوی المشرب ہوں لیکن ان سے حد درجہ محبت تھی"، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین —

مرحوم ومغفور جناب ڈاکٹر وحید الزماں صاحب حیدر آبادی ثم المکی

ڈاکٹر صاحب موصوف حیدر آباد کے ممتاز ڈاکٹروں میں تھے، یاد آتا ہے کہ وہ نظام حیدر آباد عثمان علی خاں کے فیملی ڈاکٹروں میں تھے، اللہ تعالیٰ نے دنیوی وجاہت کے ساتھ دین کی دولت بھی بھرپور عطا فرمائی تھی، دینی دعوت کا وہ کام جو تبلیغ کے نام سے معروف ہوگیا ہے جب حیدر آباد پہونچا تو ڈاکٹر صاحب نے اس کو پوری طرح اپنا لیا، اپنے علاج معالجہ کی مشغولیت سے جو وقت نکال سکتے وہ دینی دعوت کے اس کام میں لگاتے، اس سلسلے میں اسفار بھی کرتے، اسی سلسلہ سے اس عاجز سے تعلق اور تعارف ہوا، داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت تھی اور غالباً ان سے بیعت بھی تھے، اب سے قریباً پچیس سال پہلے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور مشورہ سے مکہ معظمہ چلے گئے وہاں پہونچ کر جلد ہی حکومت کے محکمہ صحت سے وابستہ کرلئے گئے وہاں بھی دینی دعوت کے کام سے پورا تعلق رہا پچیس سال کی اس مدت میں جب کبھی بلد اللہ الحرام مکہ معظمہ کی حاضری نصیب ہوئی ڈاکٹر صاحب کو بہت ہی خوش بخت اور خوش اوقات پایا، چند ہفتے پہلے حیدر آباد کے ایک مخلص دوست عبد القادر صاحب کے خط سے ڈاکٹر صاحب کے حادثۂ رحلت کی اطلاع ملی یہ بھی ڈاکٹر صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ قیامت تک کے لئے مکہ معظمہ کی سرزمین ان کی آرامگاہ بنی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

ایک مخلص محسن قاری محمد سلیمان صاحب مکی علیہ الرحمہ

قاری صاحب کا اصل وطن ضلع سورت کا قصبہ ڈابھیل تھا ملک کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کے کچھ بعد وہ کراچی منتقل ہوگئے، پھر کسی وقت کراچی سے مکہ معظمہ منتقل ہوکر وہیں مقیم ہوگئے تھے، جہاں تک یاد ہے جب یہ عاجز ۱۳۶۳ھ میں حج کے موقع پر مکہ معظمہ حاضر ہوا تو قاری صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی، اس کے بعد سے ان کی طرف سے برابر غیر معمولی محبت وعنایت کا سلسلہ جاری رہا، پھر جب بھی حجاز مقدس کی حاضری نصیب ہوئی کچھ ہدیہ بھی باصرار عنایت فرماتے، اور ایک کرتا یا کرتے کا کپڑا اور لنگی بھی، چونکہ وہ خود پاجامہ نہیں لنگی ہی پہنتے تھے اس لئے مجھے بھی پاجامہ کے بجائے لنگی ہی عنایت فرماتے تھے اور اس کرتے اور

لنگی کے ساتھ چند ٹوپیاں بھی، پھر جب ادھر قریباً بارہ سال سے معذوری کی وجہ سے یہ عاجز حجازِ مقدس کا سفر نہیں کر سکا، تو ہر سال حج کے موقع پر کسی صاحب کے ذریعہ بڑی مقدار میں زم زم شریف میرے لئے بھیجتے، قاری صاحب کا جنوبی افریقہ سے بھی خاص تعلق تھا، ان کی ایک اہلیہ بھی جنوبی افریقہ کی تھیں جن سے کوئی اولاد نہیں تھی، دوسری اہلیہ ہمارے ایک مخلص دوست مبئی مہاجر محمد عادل صاحب کی صاحبزادی تھیں، معلوم ہوا ہے کہ اُن سے کئی بچیاں بھی ہیں۔

ابھی چند دن پہلے اچانک معلوم ہوا ہے کہ جنوبی افریقہ میں عنقریب دینی دعوت کے سلسلہ کا جو بڑا اجتماع ہونے والا ہے، وہ چند رفقاء کے ساتھ اس اجتماع کے سلسلے میں کام کرنے کے لئے جنوبی افریقہ گئے ہوئے تھے، صبح فجر کی نماز پڑھائی، پہلے سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں تھی، کچھ دیر بعد ہارٹ اٹیک (دل کا دورہ) ہوا اور تھوڑی دیر میں اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ○

امید ہے کہ دینی دعوت کے سلسلے میں ان کی یہ رحلت عند اللہ شہادت فی سبیل اللہ قرار پائیگی، اللہ تعالیٰ ان کو خاص رحمت سے نوازے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور انکی سرپرستی فرمائے۔

اہلیہ محترمہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ کی علالت کا سلسلہ کئی سال سے چل رہا تھا۔ ۳ شعبان ۱۴۰۸ھ (۲۳ مارچ ۸۸ء بروز بدھ) کو مالک حقیقی سے جا ملیں۔ مرحومہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں، ان کی پوری زندگی اس گھر میں گذری جہاں سے اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے بے شمار انسانوں کو رشد و ہدایت کی دولت ملی، اس میں کتنا حصہ انکی قربانیوں، صبر و ایثار اور دعاؤں کا ہے، اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔

بلاشبہ فکروں اور غموں کے ہجوم کام کے پھیلاؤ اور ضعف اور معذوریوں کے اس زمانہ میں ان کی رحلت حضرت مولانا مدظلہ کے لئے اور ان کے صاحبزادے مولوی محمد زبیر صاحب کے لئے سخت صبر آزما حادثہ ہے ہم ضعیف و عاجز مرحومہ کے لئے مغفرت و رحمت اور ترقی درجات کی اور حضرت مولانا، مولوی زبیر اور دوسرے متعلقین کے لئے صبر و اجر اور قوت و استقامت کی دعائیں ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو بھی اور سب اہل تعلق کو مرحومہ کے حق کے مطابق دعاؤں کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہ رمضان المبارک کے موقع پر
عام خریداروں کے لئے خصوصی رعایات

کم سے کم ۱۰۰ روپے کی خریداری پر 15٪ فیصد ۔ 300/ روپے کی خریداری پر 20٪ فیصد اور 500/ کی خریداری پر 25٪ فیصد ۔۔۔ اخراجات بہر صورت بذمہ خریدار ہوں گے ۔۔۔

آئندہ صفحات میں ہم ایک مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں ۔ آپ اپنی مطلوبہ کتب کا آرڈر جلد سے جلد ارسال فرمادیں ۔ یہ خصوصی رعایت صرف ۲۵ رمضان تک موصول ہونے والے آرڈروں پر ہی دی جائیگی ۔ ہر آرڈر کے ہمراہ چوتھائی رقم پیشگی آنا لازمی ہے ۔

مختصر فہرست الفرقان بکڈپو

قرآن پاک حمائلیں پارے و قاعدے

مصری قرآن مجید ع 326 عکسی حافظی ۱۵ سطری 35/=
مصری قرآن مجید ع 326 ۱۵ سطری 20X30/8 36/=
" " ع 53 ریگزین ۱۶ سطری 20X26/8 26/=
" " ع 126 حافظی ۱۵ سطری مجلد ریگزین 20X30/8 36/=
" " ع 62 ریگزین ۱۸ سطری سائز 20X26/8 23/=
" " ع ۱۰۰۰ (جلی قلم) ۱۱ سطری " 20X30/8 46/=
" " ع 303 (ورلڈ) ریگزین " 20X30/8 33/=
" " (اشاعت اسلام) جلی قلم " 20X30/8 44/=
" " ع 3 مجلد ریگزین ۱۳ سطری " 20X30/8 42/=
" " ع 203 " " " " 20X30/8 42/=
" " ع 55 (اشاعت حق) " 18X22/8 23/=
قرآن مجید ع ۱۰۱ ۱۵ سطری " 20X30/8 36/=
مصری حمائل ع 123 ریگزین 24/= پریس 36/=
" " ع 223 23/= " 31/=
" " ع ۱۱۹ پلاسٹک 20/=

مصری حمائل ع ۱۹ (پلاسٹک) ۸۵۰ صفحات 19/=
" " ع 347 " حافظی 15/=
" " ع 147 " پاکٹ سائز پریس 17/=
قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر ع ۸۱ مترجم مولانا اشرف علی تھانویؒ 55/= 60/=
" " " حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ 75/=
" " ع 326 مولانا فتح محمد مع تفسیر شاہ رفیع الدینؒ 50/=
" " ع 64 مترجم مولانا تھانویؒ 45/=
" " ع 146 مع تفسیر مولانا تھانویؒ 30/=
" " ع ۹۰ حضرت تھانوی کلاں سائز 200/=
حمائل شریف مترجم ع ۲ مع تفسیر مولانا تھانویؒ 30/=
" " ع 48 (پلاسٹک) مع تفسیر " 23/=
" " " " (پریس) " 24/=
پارہ عم پارے ع ۱ تا ع ۶ فی 1/= اردو کا قاعدہ (پلاسٹک) 2/50
قاعدہ بغدادی خورد (۱۶ صفحہ) 50/ ۔۔ کلاں (۸ صفحہ) 50/ -
" " پلاسٹک تختی 1/25
قاعدہ یسرنا القرآن خورد 1/50 کلاں 3/25
قاعدہ بغدادی پلاسٹک خورد 2/= کلاں 2/50

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

از : مولانا محمد منظور نعمانی

اسلام کیا ہے ؟ ——— ۱۰/-
دین و شریعت ——— ۱۵/-
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ؟ ۲۵/-
معارف الحدیث مکمل مجلد، جلدیں ۲۵۰/-
تذکرہ مجدد الف ثانیؒ ——— ۲۵/=
ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ ۱۰/=
شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف
پروپیگنڈہ ——— ۸/۵۰
تصوف کیا ہے ؟ ——— ۱۰/-
کلمہ طیبہ کی حقیقت ——— ۳/۵۰
نماز کی حقیقت ——— ۶/-
برکات رمضان ——— ۴/۵۰
نماز اور خطبہ کی زبان ——— ۳/۵۰
آپ حج کیسے کریں ؟ ——— ۱۰/۵۰
آسان حج ——— ۳/۵۰
منتخب تقریریں عکسی ——— ۱۸/-
آپ کون ہیں کیا ہیں اور آپکی
منزل کیا ہے ؟ ——— ۳/-
قرب الٰہی کے دو راستے ——— ۲/-
انسانیت زندہ ہے ——— ۳/-
مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت ۱۵/-

تبلیغی جماعت جماعت اسلامی اور
بریلوی حضرات ——— ۶/-
بوارق الغیب ——— ۲۲/-
فیصلہ کن مناظرہ ——— ۶/-
شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین اہل بدعت
کے الزامات ——— ۵/-
عقیدہ علم غیب قرآن و حدیث اور
ارشادات صحابہ کی روشنی میں ۳/-
قادیانی کیوں مسلمان نہیں ؟ ۸/-
قادیانیت پر غور کرنیکا سیدھا راستہ ۲/۵۰
کفر و اسلام کی حدود اور قادیانیت ۲/۵۰
مسئلہ حیات النبی کی حقیقت ۳/-
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت
اردو ۲۲/- انگریزی ۳۰/-
خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں
علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ۱۲/-

از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

تجلیات ربانی تلخیص و ترجمہ مکتوبات
مجدد الف ثانیؒ مکمل ۲ حصے ۴۵/-
مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ۲۰/-
تذکرہ خواجہ باقی باللہؒ مع خلفاء و صاحبزادگان ۱۲/-

تذکرہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ۴/=

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

صحبتے با اہل دل (دنیا عکسی ایڈیشن) ۲۸/-
تبلیغ دین کے لیے ایک اہم اصول ۱/۵۰

تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ
الفرقان کا حضرت جی نمبر ۱۵/-
تذکرہ شیخ الحدیث
الفرقان کا شیخ نمبر دوم ۱۶/=
تاریخ میلاد -
(مولانا حکیم عبد الشکور مرزا پوری) ۱۲/-
دربار نبوت کی حاضری مولانا مناظر احسن گیلانی ۵/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ مولانا محمد عارف سنبھلی ۱۲/-
انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت
مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ۸/-
رہنمائے تلاوت سید محمود حسن ایڈوکیٹ ۱۲/-
انیس نسواں بیگم سید اصغر حسین (زیر طبع)
قرآنی علاج مولانا اشرف علی تھانویؒ ۲/۵۰
معمولات یومیہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئی ۱/۵۰
صبح و شام کی دعائیں۔ مولانا عبد الغفور عباسی ۲/-
احکام نماز ——— قرآن اور احادیث
میں وارد بیس بیس احکام کا مجموعہ ۱/-

دوسرے اداروں کی مطبوعات

آپ بیتیاں

آپ بیتی حضرت شیخ الحدیث مکمل ۳ جلد ۱۵/-
آپ بیتی مولانا دریابادی ۲۵/-
طوفان سے ساحل تک ۲۳/-
کاروان زندگی اول ۳۵/-
" دوم ۳۰/-
" سوم ۳۵/-
لطیف کی کہانی ۷/-

آداب

آداب زندگی ۶/۵۰
آداب المتعلمین ۴/۵۰ آداب المعلمین ۲/۵۰
آداب القرآن ۲/-
آداب المعاشرت ۱/۲۵
آداب المساجد ۳/۵۰
آداب السلام ۳/-

اخلاق

اسوۃ الصالحین ۳۰/-
اسلامی اخلاق قرآن وسنت کی روشنی میں ۴/-
ام الامراض ۵/۵۰
اصلاح المسلمین از افادات مولانا تھانوی ۱۸/-
حیات المسلمین ۱۰/-
زبان کی نیکیاں ۵/-
سماج کی تعلیم وتربیت ۱۵/-

ادبی کتب

اردو غزل ۴۹/-
اردو زبان کی تمدنی اہمیت ۲۴/-
اقبال کامل ۲۸/-
انتخابات شبلی ۱۷/-
چند سوانحی تحریریں ۶/-
خیام ۴۵/-
ساز اودھی میں نغمۂ غالب ۱۸/-
شعر الہند مکمل ۶۶/-
کلیات شبلی ۱۳/-
معاصرین ۲۰/-
نقوش اقبال ۳۲/-

اسلامیات

احکام اسلام عقل کی نظر میں ۱۶/-
اسلام اور چھوت چھات ۲/-
اسلام کے چار رکن ۶/۵۰
اسلام مکمل دین مستقل تہذیب ۳۰/-
اسلام کا پیغام بنی نوع انسانی کے نام ۲/-
اسلامی فکر وتہذیب کا اثر ہندستان پر ۶/-
اسلامیات اور مغربی مستشرقین ۸/-
اسلام ہمارا رہنما ہے ۱۲/-
اسلام کے سائے میں ۲۵/-
اسلامی ثقافت ۶۵/-
اسلام اور عصری مسلمان ۷/-
اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ۳۵/-
اسلام اور غیر اسلامی تہذیب ۲۲/-
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مکمل دو حصے ۸۰/-
تعلیم ہدایت ۶/-
تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات ۱۸/-
دنیا کی حقیقت ۱۰/-
دنیا کا سفر ۸/-
شمع ہدایت ۷/-
مذہب وتمدن ۱۵/-
مساجد اور اسلام ۵/-
معرکۂ ایمان ومادیت ۱۸/-
منصب نبوت ۲۵/-

ایمان افروز واقعات، حکایات وقصے

آخرت کے تذکرے مندوں کے پچاس قصے ۴/-
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۸/-
اسلامی تاریخی کہانیاں ۷/-
اسلامی کہانیاں ۵/-
اللہ والوں کے پچیس قصے ۷۵/
ایک نہایت عجیب وعبرتناک واقعہ ۱/۲۵
بہترین کہانیاں ۵/-
بچوں کی قصص الانبیاء مکمل ۵ حصے ۳۲/-
بہترین لطیفے ۵/-
اللہ والوں کے قصے ۷/-
حکایات صحابہ ۱۱/-

تاریخ

اسلام اور عربی تمدن ۲۹/-
اسلام اور مستشرقین مکمل ۵ حصے ۱۳۹/-
ایک عالمی تاریخ ۶/-
بزم تیموریہ مکمل (۳ حصے) ۴۹/-
بزم مملوکیہ ۲۵/- بزم صوفیہ ۴۲/-
تاریخ اسلام (ڈاکٹر شاہ نجیب آبادی)
مکمل مجلد ۳ جلد عکسی ۱۵۰/-
تاریخ اسلام مکمل ۴ جلد ۱۱۸/-
تاریخ الاحکام ۲۵/-
تاریخ اندلس ۳۲/-
تاریخ بیت المقدس ۲۵/-
تاریخ تفسیر ومفسرین ۶۰/-
تاریخ حرمین شریفین ۳۲/-

تاریخ دولت عثمانیہ مکمل ۲ حصے ۶۶/-
تاریخ صقلیہ مکمل ۲ حصے ۷۱/-
تاریخ مدینہ ۲۰/-
تاریخ فرشتہ ۱۶۰/-
تاریخ الخلفاء ۵۵/-
صلیبی جنگ ۴/-
غزوات اسلام ۹/-
ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی
مذہبی رواداری مکمل ۳ حصے ۸۴/-
ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں
مکمل ۲ حصے ۳۴/-
ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک ۲۷/-
ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے
تمدنی کارنامے ۲۵/-
ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام ۳۳/-
ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ
کے تعلقات پر ایک نظر ۱۸/-
ہندستان کے مسلمان حکمرانوں کے
تمدنی جلوے ۴۳/-
ہندوستان کی کہانی ۸/-
ہماری بادشاہی ۱۵/-
یاد ایام عکسی ۱۵/-

تبلیغ

ایک مطالعہ یا ایک مغالطہ ۴/-
ایک تبلیغی جماعت کی کارگذاری ۴/-
امریکہ میں اسلام کے علمبردار ۳/-
ایک اہم دینی دعوت ۴/-
تبلیغ دین حلشی ۱۳/۵۰
تبلیغی تحریک کے بنیادی اصول ۹/-
تبلیغ دین کے لئے ایک اہم اصول ۱/۵۰
تبلیغی نصاب ایک مطالعہ کا جواب ۱۵/-
جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ۱۲/-
حضرت جی کی یادگار تقریریں ۸/-
حضرت مولانا الیاس اور انکی دینی دعوت ۱۵/-
روشنی مکمل دو حصے ۸۰/-
فضائل اعمال یا تبلیغی نصاب اول ۳۵/-
" " دوم ۴۰/-
کتب فضائل پر اشکالات کے جوابات ۱۰/-

تجوید و قرأت

آسان تجوید ۱/۲۵
احکام الضاد ۱/-
تسہیل التجوید ۴/-
جمال القرآن ۳/-
زینۃ القاری ۶/
ضیاء القرأۃ ۳/-
فوائد مکیہ ۲/۵۰
مظہر التجوید ۳/۵۰
معرفۃ التجوید ۱/-
معین التجوید ۲/-
مفتاح التجوید ۳/-
نزہتہ القاری ۲/۵۰

تذکرے

پرانے چراغ مکمل ۲ حصے ۵۰/-
تذکرۃ المحدثین حصہ اول ۲۹/- دوم ۳۲/-
تذکرہ ائمہ اربعہ ۱۶/-
تذکرہ مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب ۳۰/-
تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ۸/-
تذکرہ مولانا محمد اویس نگرامی ۱۰/-
تذکرۃ المصنفین ۲۱/-
حیات المصنفین و تذکرۃ الفنون ۱۶/-
دس بڑے مسلمان ۳۰/-
کاروان ایمان و عزیمت ۱۲/-
مختصر تذکرہ خلفائے راشدین ۶/-
وفیات ماجدی ۱۵/-

تصوف

احیاء العلوم مکمل ۴ جلدیں ۳۵۰/-
ارشاد الملوک ۱۴/-
اکابر کا تقوی ۱۰/-
اکابر کا سلوک و احسان ۶/۵۰
انفاس العارفین ۴۸/-
انفاس عیسیٰ ۵۰/-
بہجۃ القلوب ۴/-
تاریخ مشائخ چشت ۱۵/-
تالیفات مصلح الامت ۴۵/-
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک ۲۰/-
خلاصہ تسہیل قصد السبیل ۵/-
سلوک سلیمانی اول و دوم ۷۱/-
شریعت و طریقت ۲۵/-
صراط مستقیم ۲۴/-
غنیۃ الطالبین ۵۵/-
فتوح الغیب ۱۳/-
فیضان محبت ۲۳/-
فیض شیخ ۶/-
کشف المحجوب ۴۰/-
کلیات امدادیہ ۲۰/-
مکتوبات تصوف ۱۶/-
معارف شیخ ۱۲/-

تفاسیر

ام الکتاب (تفسیر سورہ فاتحہ) ۳۲/-

تفسیر ابن کثیر مکمل ۴ جلد ۳۵۰/-
تفسیر الفوز الکبیر اردو ۱۰/-
تفسیر بیان القرآن ۲۵۰/-
تفسیر معارف القرآن ۶۰۰/-

تقاریر و خطبات

اصلاحی تقریریں ۶/-
پا جا سراغ زندگی ۱۸/-
تحفۂ کشمیر ۱۲/-
تحفۂ مشرق ۶/-
تحفۂ دکن ۸/-
خطبات مدراس کلاں ۱۶/-
طوبیٰ ۵۰/-
خطبات حکیم الاسلام عکسی مکمل مجلد چار جلد ۱۵۰/-
گلدستۂ تقریر ۲/۵۰
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں ۱۸/-
مسلمانان ہند سے صاف صاف باتیں ۴/-
مواعظ حسنہ ۲۵/-
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں ۱۵/-

حج

آپ حج کیسے کریں؟ ۱۰/۵۰
آسان حج ۲/۵۰
حج اور اس کی دعائیں ۱/۵۰
حج کے چند مشاہدات ۳/-
حج کی باتیں ۴/-
حج کی شرعی حیثیت ۳/-
خواتین کا حج وعمرہ ۵/-
سفر حجاز ۴۰/-
طریقۂ حج ۹/-

کاروان مدینہ ۱۸/-
معلم الحجاج ۱۵/-

حدیث و علوم حدیث

ابن ماجہ شریف ۶۰/-
الابواب والتراجم عربی مکمل ۲ حصے ۳۰۰/-
بخاری شریف مترجم ۲۵۰/-
تجرید بخاری ۳۵/-
تفہیم البخاری شرح بخاری مکمل ۵ جلد ۴۵۵/-
ترمذی شریف اردو مکمل ۹۰/-
" " مترجم ۱۸۵/-
تنظیم الاشتات مکمل ۱۲۰/-
درس ترمذی عکسی اول ۵۰/- دوم ۴۵/-
ریاض الصالحین عربی ۵۰/-
ریاض الصالحین اردو ترجمہ ۴۵/-
زاد سفر مکمل دو حصے ۵۰/-
شمائل ترمذی مع خصائل نبوی ۲۰/-
صحیح مسلم شریف اردو مکمل ۶۰/-
" " مترجم ۳۰۰/-
موطا امام محمد اردو ۷۵/-

حقوق

اسلامی حقوق و فرائض ۱۲/-
پڑوسی کے حقوق ۲/-
جانوروں کے حقوق ۳/-
حقوق البیت ۳/-
حقوق الوالدین ۶/۵۰
حقوق العلم ۷/-
حقوق زوجین ۵/-
حقوق والدین ۳/-
میاں بیوی کے حقوق ۳/-

دعائیں اوراد و ظائف

الحزب الاعظم عکسی مترجم رنگین ۸/-
صبح و شام کی ماثورہ دعائیں (اور فضیلت) ۲/-
پنج سورہ مترجم ۵/-
حصن حصین ۱۵/-
حل مہمات ۱/-
دلائل الخیرات مترجم ۱۴/-
دعائیں ۳/-
دعائیں اور اسلامی آداب ۵/-
رسول اللہؐ کی دعائیں ۸/-
مسنون و مقبول دعائیں ۳/-
مسنون دعائیں ۴/-
مناجات مقبول حضرت تھانویؒ ۱۵/-
مناجات مقبول مولانا دریابادی ۸/-

رد شرک و بدعت اور شیعیت

آپ خود فیصلہ کریں ۱/۵۰
اصلاح المسلمین ۸/-
اعلیحضرت کا دین ۶/-
البراہین القاطعہ ۲۷/-
الشہاب الثاقب ۱۵/-
باطل شکن ۳/-
بدعات محرم اور تعزیہ ۴/۵۰
بلاغ المبین ۱۰/۵۰
تعارف مذہب شیعہ ۱۵/-
تعزیہ علماء کی نظر میں ۱/۵۰
تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ۳۳/-
تقویۃ الایمان خورد ۷/-

- تکفیر کے پردے میں ۱۰/-
- توحید کا خنجر ۱۴/-
- چالیس بدعتیں ۳/-
- حسین و یزید ۲/۵۰
- حضرت تھانویؒ اور اعلیحضرت ۶/-
- حق پر کون ہے ۴/-
- خمینیت عصر حاضر کا عظیم فتنہ ۱۰/-
- دو بھائی ۸/-
- دیوبند سے بریلی تک ۱۰/-
- دو متضاد تصویریں ۱۲/-
- رضاخانی ترجمہ و تفسیر ایک نظر میں ۲۰/-
- رضاخانیت کا تنقیدی جائزہ ۱۲/-
- زلزلہ در زلزلہ ۱۲/-
- شب برات ۱/-
- شریعت یا جہالت ۵۰/-
- شہید کربلا ۱۵/-
- شیعہ اور قرآن ۲۰/-
- صداقت ۶/-
- فتح حقانی ۸/-
- قاتلان حسین کی خانہ تلاشی ۷/-
- قرآن پر ظلم ۲/۵۰
- وہابی کی پہچان ۱/-
- وہابی کون ہے ۳/۵۰
- ہدایۃ الشیعہ ۳/۵۰

سیرۃ النبیؐ

- آخری رسولؐ ۱۸/-
- اصح السیر ۴۰/-
- النبی الخاتم ۱۲/-
- پیغمبر عالم ۲۲/-
- پیغمبر اعظم و آخر ۶۰/-
- رحمت عالم ۱۰/-
- رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ ۳۵/-
- رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ۳۵/-
- رسول رحمت ۹۵/-
- رسالتمآب ۶۰/-
- سیرت طیبہ ۱۸/-
- سیرت النبی — (علامہ شبلی)
  - مکمل، ۷ حصے غیر مجلد ۲۰۱/-
  - " " " مجلد ۳۵۰/-
- سیرت النبی مکمل (ابن ہشام) مترجم ۱۶۰/-
- نفحۂ عنبریہ بذکر میلاد خیر البریہ ۸/-
- نبی خاتم اور دین کامل ۴/-

سیر و سوانح

- اسوۂ صحابہ مکمل ۲ حصے ۵۲/-
- اسوۂ صحابیات ۸/-
- اصحاب رسول ۳۵/-
- اصحاب کہف ۸/-
- الفاروق ۲۰/-
- الغزالی ۱۵/-
- امام رازی ۲۸/-
- امام اعظم ابوحنیفہ ۲۵/-
- اہل کتاب صحابہ و تابعین ۱۵/-
- جب ایمان کی بہار آئی ۱۶/-
- حیات سلیمان ۴۴/-
- حیات شبلی ۵۸/-
- حیات حضرت امام ابوحنیفہ ۶۵/-
- حیات الصحابہ مکمل ۱۵۰/-
- حیات حکیم الامت ۳/-
- خلفائے راشدین ۲۸/-
- حیات مصلح الامت ۵۰/-
- سوانح عبدالقادر رائے پوریؒ ۲۰/-
- سیرت ائمہ اربعہ ۴۵/-
- سیرت خدیجۃ الکبریٰ ۵/-
- سیرت عبدالرحمٰن بن عوف ۵/-
- سیرت زینب، رقیہ، ام کلثوم ۵/-
- سیرت حضرت یوسف ۱۱/-
- سیر انصار مکمل ۵۳/-
- سیر الصحابیات ۱۵/-
- سیرت سید احمد شہیدؒ مکمل ۱۲۰/-
- سیرت خلفاء راشدین ۱۲/-
- سیرت عمر بن عبدالعزیز ۶/-
- سیرت مولانا محمد علی مونگیری ۲۰/-
- سوانح شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ ۳۰/-
- مہاجرین مکمل ۲ حصے ۵۶/-
- مقام محمود ۴۰/-
- ولادت نبویؐ ۹/-
- ہمارے اسلاف ۱۰/-
- ہادی اعظمؐ ۵/-

علوم قرآنی

- تعلیم القرآن ۸/۵۰
- فقہ القرآن ۴۰/-
- قاموس القرآن ۴۰/-
- قرآن ایک نظر میں ۳۵/-
- مطالعہ قرآن حکیم ۳۵/-
- مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی ۱۵/-

عملیات و طب

- اعمال قرآنی ۸/- و ۱۰/-

پریشانیوں کا شرعی علاج -/۷
پھلوں سے علاج -/۱۲
حل المشکلات -/۷
دوا اور دعا سے علاج -/۵
سبزیوں سے علاج -/۱۲
شہد ۴/۵۰
طب روحانی -/۱۲
طب نبوی -/۱۵
مشکل کشا -/۱۰
منزل (کلاں) -/۱

عورتوں کیلئے کتابیں

امت کی مائیں -/۵
امت مسلمہ کی مائیں -/۷
انیس نسواں -/۴
بہشتی زیور -/۴۰
بنات اربعہ -/۳۵
بہادر خواتین اسلام -/۱۱
پاک دستر خوان -/۱۲
حسن معاشرت ۴/۵۰
سیرت حضرت عائشہؓ -/۲۵
خواتین اور دین کی خدمت -/۴
دختران اسلام -/۱۲
ذائقہ ۴/۵۰
رضیہ کا شاہی دستر خوان -/۱۰
رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں -/۶
عورت اور پردہ ۲/۵۰
عورتوں کی نماز مع ضروری مسائل -/۴
عورت کیا کچھ کر سکتی ہے ۷/۵۰
مسلمان بیوی -/۵

مسلمان عورت -/۲۰

فقہ وفتاویٰ

اسلامی فقہ اول -/۴۰
اصول الفقہ -/۲۰
امداد الفتاویٰ مکمل -/۳۶۵
جدید فقہی مسائل مکمل ۲ حصے -/۳۷
جواہر الفقہ مکمل ۳ جلدیں -/۱۲۰
دین و دنیا -/۴۰
سپریم کورٹ کا فیصلہ -/۱۰
علم الفقہ -/۶۰
فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل -/۳۸۰
فتاویٰ رشیدیہ -/۳۶
فتاویٰ عبدالحیٔ فرنگی محلی -/۵۰
مسلم پرسنل لا اور اس کا عائلی نظام -/۳۵

لغات وڈکشنریاں

اردو عربی ڈکشنری -/۲۵
قاموس القرآن -/۴۰
القاموس الجدید (عربی اردو) خورد -/۳۰
" اردو عربی متوسط -/۸۵
" " خورد -/۲۷
القاموس الاصطلاحی -/۳۵
المعجم الوسیط -/۱۲۰
المنجد (عربی اردو) -/۱۵۰
بیان اللسان -/۴۵
جامع اردو لغات جیبی سائز -/۱۵
فیروز اللغات کلاں -/۱۰۵
" " متوسط -/۳۰
لغات فیروزی -/۲۷

مصباح اللغات مکمل مجلد -/۱۱۵

موت اور اس کے بعد

احوال برزخ -/۴
اہم سفر -/۵
جنت اور دوزخ -/۵
حالات جہنم -/۶
خدا کی جنت -/۶
دوزخ کا کھٹکا -/۱۰
سفر آخرت -/۶
شیطان کا فریب ۲/۵۰
قبر کی پہلی رات -/۱۲
قیامت کا منظر -/۸
مرنے کے بعد کیا ہوگا -/۱۵
موت کی یاد -/۴
موت کا منظر مختصر ؍ مکمل -/۲۰
میدان حشر -/۸

مسائل

اتحاد و اختلاف کے شرعی حدود -/۳
احکام المیت ۷/۵
احکام اسلام عقل کی نظر میں -/۱۴
ارکان اربعہ -/۴۰
ارکان اسلام -/۸
اسلامی قانون وراثت -/۱۲
اشرف الجواب -/۴۲
اصلاح انقلاب امت مکمل ۲ جلد -/۳۶
بہشتی ثمر مکمل ۲ حصے -/۱۲
تعلیم الاسلام مکمل مجلد ۷/۵۰
تراویح کی بیس رکعتیں یا آٹھ ۴/۵۰

ٹیلی ویژن وی سی آر شریعت کی نظر میں ۱۲/-
جدید مسائل کے شرعی احکام ۳/۵۰
جدید میڈیکل مسائل ۱۰/-
داڑھی کی قدر و قیمت ۳/-
داڑھی کا فلسفہ ۱/-
داڑھی کا وجوب ۲/-
رمضان اور اس کے روزے ۱/۸۰
روزہ کی شرعی حیثیت ۲/-
زکوٰۃ کی اہمیت ۵/-
زکوٰۃ کی شرعی حیثیت ۲/-
مردوں اور عورتوں کے مخصوص مسائل ۵/-
مسائل قبور ۱/۵۰
مسئلہ ایصال ثواب ۱۲/-
معاشرتی مسائل ۲۳/-
نان نفقہ کا مسئلہ ۱۱/-

مکاتیب

اکابر کے خطوط ۱۵/-
تبرکات ۶/-
مفاوضات رشیدیہ ۶/-
مکاتیب رشیدیہ ۱۵/-
مکاتیب شبلی مکمل ۲ حصے ۴۶/-
مکتوبات شیخ مکمل ۲۷/-
مکتوبات ماجدی مکمل دو جلد ۹۰/-
مکتوبات مجدد الف ثانی ۱۰/-

ملفوظات و مواعظ

آئینہ ملفوظات ۲۵/-
احسن المواعظ ۱۶/۵۰
اشرف المواعظ ۱۵/-
افضل المواعظ ۱۶/-
اکرم المواعظ ۱۵/-
تسہیل المواعظ مکمل ۸۰/-
گنجینۂ اقوال ۸/-
ملفوظات فقیہ الامت مکمل ۲ حصے ۲۸/-
وعظ بے نظیر ۱۲/-

متفرقات

امثال عبرت ۱۲/۵۰
ازالۃ الاوہام ۳/-
انتخاب الہلال ۳۵/-
افکار و عزائم ۱۰۰/-
آپ اپنے بچوں کے نام کیا رکھیں ۶/-
اختلاف امت اور صراط مستقیم ۳۵/-
بصیرت ۱۶/-
بابری مسجد حقائق کے آئینہ میں ۲۱/-
بابری مسجد ۵/-
پیام امن ۱۵/-
تجارت اور اسلام ۴/-
تلبیس ابلیس ۳۵/-
جواہر علوم الشریعہ ۱۸/-
جہیز ایک سماجی لعنت ۱۲/-
رسول اکرمؐ کی ۵۵ وصیتیں ۴/-
رفیق سفر ۳/۵۰
سائنس اور اسلام ۶۰/-
شیخ کا رمضان ۳/-
شاہنامہ اسلام مکمل (۵ حصے) ۳۵/-
شوریٰ کی شرعی حیثیت ۴۰/-
عالم عربی کا المیہ ۱۳/-
علم جدید کا چیلنج ۲۲/-
فرقہ وارانہ فسادات اور مسلمان ۵/-
قیامت کب آئے گی ۵/-
گھریلو جھگڑے اور ان کا حل ۴/-
منہاج العابدین ۲۵/-
مجالس الابرار ۵۰/-
مشاہیر کے آخری کلمات ۲۰/-
مطالعہ فطرت اور ہمارا ایمان ۷/-
معجزات و کرامات ۴/-
ہندوستان اور نظام قضا ۵/-
ہدایت الحکمت ۷/۵۰

نماز

آئینہ نماز ۶/-
اپنی نمازیں درست کیجئے ۱۴/-
برکت نماز ۷/-
رسول اکرمؐ کا طریقۂ نماز ۳۵/-
شرعی نماز با تصویر ۲/۵۰
میری نماز ۶/-
نماز کیا ہے /۵۰
نماز کی باتیں ۶/-
نماز کی برکتیں ۱/-
نماز کی اہمیت ۱/۸۰
نماز کی اہمیت اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات ۸/-
نماز کی شرعی حیثیت ۴/-
نماز مترجم پاکٹ ۱/۵۰ کلاں ۲/۵۰

نعتیں و سلام

بادۂ وحدت ۱/۵۰
بہار حرم ۲/-

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
پھول ہی پھول	۱/۵۰	آئینہ نماز	۶/-	فضائل حج	۲۰/-
حمد و سلام اور منتخب نعتیں	۲/۵۰	ارکان اسلام	۹/-	قیامت کب آئے گی	۶/۵۰
درود و سلام	۲/-	اسلام اور چھوت چھات	۲/-	مدینے کی ڈگر	۱۵/-
رسول اللہ کی نعتیں و سلام	۱/-	اسلام کیا ہے	۲۰/-	مسلمان بیوی	۵/-
زمزمۂ نعت	۲/-	اعمال قرآنی	۹/-	مسلمان خاوند	۵/-
زاد السعید	۳/۵۰	بہشتی زیور	۵۰/-	موت کی یاد	۶/۵۰
فردوس	۲/-	تبلیغی نصاب (فضائل اعمال)	۵۰/-	مسنون دعائیں	۶/
گلدستۂ سلام	۲۵/-	ترکیب نماز	۲/-	میاں بیوی کے حقوق	۳/-
گلدستہ اہل ذوق	۱/۵۰	تعلیم الاسلام مکمل مجلد	۱۲/-	نبی رحمت	۵۰/-
لذت سحر ۸/-	۵/-	جنت کی کنجی	۱۶/-	نبیوں کے قصے	۲۰/-
نالۂ نیم شبی	۱۲/-	جگ کے محسن	۴/-	نماز کیسے پڑھیں	۲/-
نعتیں و سلام	۱/۵۰	چھ باتیں ۔خورد ۱/۴ کلاں	۵/-	نماز کا مہتو	۵/-
نور ہدایت	۱/۵۰	دستور حیات	۲۲/-	نماز مترجم	۱/۵۰
ہندی میں اسلامی کتابیں		دوزخ کا کھٹکا	۱۲/-	ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں	۱۵/-
آدرش شاسک	۱۰/-	رحمت عالم	۱۲/-	ہندی اردو ٹیچر	۶/-

۱۔ اس مختصر فہرست میں ہمارے اسٹاک کی چند ہی کتب کا تذکرہ آ سکا ہے۔ اس لئے دوسری کتابوں کے بارے میں واقفیت کے لئے آپ ۲/ روپے کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر ہماری مکمل فہرست کتب طلب فرمائیں۔ جس میں اس مختصر فہرست کے موضوعات پر اور ان کے علاوہ بعض دوسرے موضوعات پر بھی بے شمار کتابوں کے بارے میں آپ کو معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

۲۔ ایک ضروری بات نوٹ فرمالیں۔ مفصل فہرست کتب کی اشاعت کے بعد متعدد کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ خاص طور پر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ اور دار المصنفین اعظم گڈھ نے اپنی تمام مطبوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس لئے آرڈر کی سپلائی کے وقت کتاب کی جو قیمت ہوگی وہی چارج کی جائے گی۔ تصدیق کے لئے ناشر سے رجوع کیا جائے۔

۳۔ اپنا مکمل پتہ اردو کے ساتھ انگریزی میں بھی لکھیں۔

۴۔ یاد رکھئے ڈاکخانہ ۵ دن سے زیادہ وی پی پیکٹ امانت نہیں رکھتا اس لئے اطلاع ملتے ہی وی پی چھڑا لیجئے

مینجر: الفرقان بکڈپو

ہمارا پتہ: **الفرقان بکڈپو نظیر آباد۔ (۳۱ نیا گاؤں مغرب) لکھنؤ**

LFURQAN MONTHLY
NAYA GAON WEST
CKNOW-226018 (INDIA)
one : 45547

Regd. No. LW/NP-62
Vol. 56 No. 4
April, 1988

رکت مولانا محمد منظور نعمانی
ماہنا
فرقان
لکھنؤ
1984
56/8
مدیر
خلیل الرحمن سجاد ندوی
مت
3/5

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

از مولانا محمد منظور نعمانی

اسلام کیا ہے ——— -/10
دین و شریعت ——— -/15
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ -/25
معارف الحدیث مکمل مجلد جلدیں -/250
تذکرہ مجدد الف ثانیؒ -/25
ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ -/9
شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف
پروپیگنڈہ 8/50
تصوف کیا ہے؟ -/10
کلمہ طیبہ کی حقیقت 3/50
نماز کی حقیقت -/7
برکات رمضان 4/50
نماز اور خطبہ کی زبان 3/50
آپ حج کیسے کریں؟ 10/50
آسان حج 3/50
منتخب تقریریں عکسی -/18
آپ کون ہیں کیا ہیں اور آپ کی
منزل کیا ہے؟ -/3
قرب الٰہی کے دو راستے -/2
انسانیت زندہ ہے -/3

مولانا مودودی کے ساتھ میری
رفاقت کی سرگزشت -/15
تبلیغی جماعت جماعت اسلامی اور
بریلوی حضرات ——— -/6
بوارق الغیب ——— -/22
فیصلہ کن مناظرہ -/7
شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین
اہل بدعت کے الزامات -/5
عقیدہ علم غیب قرآن و حدیث
اور ارشادات صحابہ کی روشنی میں -/3
قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ -/8
قادیانیت پر غور کرنیکا سیدھا راستہ 2/50
کفر و اسلام کی حدود اور قادیانیت 2/50
مسئلہ حیات النبی کی حقیقت -/3
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت
اردو -/22 انگریزی -/30
خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں
علماء کرام کا متفقہ فیصلہ اول -/16 دوم -/13

از مولانا حکیم احمد فریدی امروہی

تجلیات ربانی تلخیص و ترجمہ مکتوبات
مجدد الف ثانیؒ مکمل ۲ حصے -/25
مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ -/20
تذکرہ خواجہ باقی باللہؒ مع خلفاء و صاحبزادگان -/12
تذکرہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ -/4

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

صحبتے با اہل دل (نیا عکسی ایڈیشن) -/28
تبلیغ دین کیلئے ایک اہم اصول 1/50
تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ
الفرقان کا حضرت جی نمبر -/15
تذکرہ شیخ الحدیث الفرقان کا شیخ نمبر دوم -/16
تاریخ میلاد (مولانا حکیم عبد الشکور مرزاپوری) -/12
دربار نبوت کی حاضری مولانا مناظر احسن گیلانی -/5
بریلوی فتنہ کا نیا روپ مولانا محمد عارف سنبھلی -/15
انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت
——— مولانا عتیق الرحمن سنبھلی -/8
رہنمائے تلاوت سید محمود حسن ایڈووکیٹ -/12
انیس نسواں بیگم سید اصغر حسین زیر طبع
قرآنی علاج مولانا اشرف علی تھانویؒ -/3
معمولات یومیہ حضرت ڈاکٹر عبد الحیؒ 1/50
صبح و شام کی دعائیں مولانا عبد الشکور فاروقیؒ -/2
احکام نماز نماز کی ۱۲۰ احادیث کا مجموعہ -/1

نوٹ:-
ہمارے یہاں ہندوستان کے
اکثر بڑے دینی اداروں کی مطبوعات
ملتی ہیں ان کے بارے میں واقفیت
کے لیے ہماری مکمل فہرست
-/2 کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں
ناظم ادارہ

الفرقان بکڈپو
۳۱، نیا گاؤں مغربی
نظیر آباد — لکھنؤ

جلد ۵۶ شمارہ ۸

اگست ۱۹۸۸ء

مطابق

ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

سالانہ چندہ

اندرون ملک ——— ۳۵/=

بنگلہ دیش ——— ۴۶/=

پاکستان ——— ۸۰/=

دیگر ممالک ذریعہ بحری ڈاک ۹۰/= یا ۵/= پونڈ

ہوائی ڈاک ۱۸۰/= یا ۱۰/= پونڈ

اگر اس دائرہ میں ⬤ سرخ نشان ہے تو

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کیلئے سالانہ چندہ ارسال کریں ——— یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغہ وی پی روانہ ہوگا۔

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ

ادارہ اصلاح و تبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور

ہمارا پتہ: ماہنامہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

نگاہ اولیں ——— مدیر ۲

معارف الحدیث ——— حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ۵

ولایت و کرامت کی حقیقت ——— جناب ڈاکٹر محمد حنیف پشاور ۱۶

زکوٰۃ کے مصرف "فی سبیل اللہ" پر تحقیقی نظر اور نظریہ تعمیم کا علمی جائزہ ——— مولانا عتیق احمد بستوی ۳۱

[illegible] رحمتہ اللہ ——— حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ۳۱

محمد حسان نعمانی پرنٹر پبلشر نے نامی پریس میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اولیں

مدیر

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

الحمد للہ تعالیٰ کہ اس سال لاکھوں فرزندان توحید نے مکمل امن وسکون اور اطمینان وعافیت کے ماحول میں فریضۂ حج ادا کیا ـــ اللہ ہی جانتا ہے کہ دنیا بھر میں اس کے کتنے بندے تھے جو دل وجان سے یہ دعائیں کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتنہ وانتشار سے حج ومقامات حج اور عازمین حج کو محفوظ رکھے، بہرحال اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے فضل فرمایا، اور فتنہ پردازوں اور شورش پسندوں کے دلوں میں ہیبت ڈالی حرمین شریفین کے ارباب حل وعقد کے حوصلے بلند فرمائے، دشمنان اسلام کی صفوں میں انتشار پیدا فرمادیا۔ اور ان کو آپس ہی میں مشغول فرمادیا ـــ جو لوگ صورتحال کی تمام تفصیلات سے واقفیت رکھتے ہیں وہ پورے یقین کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت کے طفیل ہوا ـ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد

جن لوگوں کو گذشتہ ۸ ـ ۱۰ سال کے دوران حج کرنے کی سعادت ملی ہوگی، انھوں نے دیکھا ہوگا کہ مناسک حج کے دوران ایرانی شیعہ کس کس طرح سے عام حاجیوں کو تکلیف پہنچا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے تھے، اس سال حجاج کرام کو اس تکلیف دہ تجربہ سے بھی نجات رہی ـ امید ہے کہ اس سال کے تجربہ سے حرمین شریفین کے ارباب حل وعقد کو اس بارے میں مستقل فیصلہ کن موقف اختیار کرنے میں مدد ملے گی کہ ان لوگوں کے ساتھ کون سا رویہ بہتر ہے نرمی کا یا سختی کا؟ اس دنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں جو نرمی اور شرافت کے رویہ کو شکست وبزدلی ہی کی علامت سمجھتے ہیں، اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ساتھ صبر وتحمل کے بڑے سے بڑے داعیوں وپیامبروں کو بھی

بالآخر سختی کا معاملہ کرنا پڑا ہے۔

بحث ونظر! خوش آمدید!

بہت دنوں سے ایک ایسے مجلّہ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جو خاص طور پر علمی وفقہی مباحث پر دستاویزی حیثیت کا حامل ہو ــــ مقام شکر ہے کہ پھلواری شریف پٹنہ سے امارت شرعیہ کے قاضی القضاۃ اور معروف عالم دین مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی ادارت میں ایک سہ ماہی رسالہ "بحث ونظر" کی اشاعت شروع ہوئی ہے ــــ امید ہے کہ یہ رسالہ اس ضرورت کی تکمیل کا سبب بنے گا۔

ہمارے سامنے بحث ونظر کا دوسرا شمارہ بابت، ماہ جولائی، اگست وستمبر ہے ــــ ــــ اس شمارے میں ایک نہایت اہم مسئلہ (EVTHANASIA) قتل بجذبۂ رحم کے بارمیں ہندوستان کے آٹھ اصحاب علم وفتوی کی تحقیق پیش کی گئی ہے اور پھر مولانا مجاہد الاسلام صاحب نے اپنے تبصرہ میں اپنی رائے پیش کی ہے۔

"قتل بجذبۂ رحم" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مریض جو سخت تکلیف میں مبتلا رہے اور اپنے تیمارداروں کے لئے بھی سخت زحمت وتکلیف کا باعث بن رہا ہے اور ماہر معالجوں کے نزدیک اس کے شفایاب ہونے کی کوئی امید نہیں تو کیا یہ جائز ہوگا کہ اسے کوئی دوا کھلا کر یا اس کی زندگی کو باقی رکھنے والی تدبیروں کو منقطع کر کے اسے اس تکلیف دہ زندگی سے نجات دلا دی جائے؟ یہ مسئلہ طب جدید کی ترقی، اور مغرب کے مشینی ومادی مزاج کے اثر سے عالمی بنتا جا رہا ہے۔ اور۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ ایک ملک کے مسلم ڈاکٹروں کی ایک تنظیم کی طرف سے یہ سوال ہندوستان کے بعض حضرات اہل علم کو بھیجا بھی گیا تھا ــــ

"بحث ونظر" کے تازہ شمارہ میں اس بارے میں علماء کرام کے جو جوابات پیش کئے گئے ہیں ان سے امید ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں شریعت اسلامی کے

حکم کی پوری وضاحت ہو جائے گی ۔

اس شمارہ کے دوسرے اہم مشتملات حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ مال رہن کی آمدنی سے استفادہ　　از حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی

۲۔ استصلاح　　مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

تحقیقاتی مضامین کے علاوہ الفتاوی اور القضایا کے دو مستقل عنوان بھی ہیں ۔ اول الذکر عنوان کے تحت فقہی استفسارات کے جوابات دیئے جاتے ہیں ۔ اور موخر الذکر عنوان کے تحت امارت شرعیہ کے دار القضا میں دائر ہونے والے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی کارروائی اور فیصلہ شائع کیا جاتا ہے ۔ ان دونوں عنوانات سے فقہ افتاء اور قضا کی خدمات انجام دینے والے حضرات اہل علم کے علاوہ عام طلبہ کو بھی بہت نفع ہوگا ——— "الفرقان" اسلامی اردو صحافت کے دائرہ میں اس اہمیتی اور مفید اضافہ کا صدق دل سے خیر مقدم کرتا ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول حسن عطا فرمائے ۔

ناظرین کرام کی خدمت میں کچھ ضروری باتیں

ماہنامہ "الفرقان" نصف صدی سے مسلسل شائع ہو رہا ہے اللہ ہی جانتا ہے کہ اس عرصہ میں اس نے اس رسالہ سے اپنا کتنا کام لیا ۔ اگر آپ کو یہ رسالہ پسند ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ مستقبل میں بھی یہ اسی طرح دین کی بنیادی دعوت کا ترجمان بنا رہے اور دینی فتنوں کے خلاف ہمیشہ شمشیر بے نیام رہے تو اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیجئے ۔ اس سلسلہ میں ہر خریدار سے کم سے کم ایک نیا خریدار بنانے کی گذارش ہے ۔

(۲) الفرقان اکثر ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو پوسٹ کیا جاتا ہے ۔ اندرون ملک کے ناظرین ۲۰ تاریخ تک ، اور بیرونی ناظرین ۲۸ تاریخ تاریخ تک رسالہ نہ ملنے پر اطلاع کریں انشاء اللہ تلافی کی جائے گی

(۳) کسی قسم کی مراسلت کرتے وقت یا چندہ بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نئے خریدار ہوں تو اس کی وضاحت ضرور کریں

(۴) پتہ کی تبدیلی کی اطلاع کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پرانا پتہ بھی ضرور لکھیں ۔

(۵) حال ہی میں شائع ہونے والا خاص نمبر "خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ" حصہ دوم کتابی شکل میں آ گیا ہے ۔ ... یہ نمبر رسالہ کے خریداروں کے لئے بھی محدود تعداد میں موجود ہے ۔ اس نمبر سے خریداری شروع کرنے کے خواہشمند حضرات ۴۰ روپے روانہ فرمائیں ۔ نمبر ان کی خدمت میں رجسٹرڈ بھیجا جائے گا ۔

—— ناظم ادارہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

کتاب المناقب و الفضائل (۱۶)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۱)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ"، فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ "اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ؟" فَقَالُوْا: هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ، "فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ" فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يا رسول اللّٰہ! اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ قَالَ: "اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ، وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ — رواہ البخاری ومسلم

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ پرچم ایسے ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرا دے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول کا محب اور محبوب ہو گا

— پس جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ سب امید اور تمنا رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرچم ان کو عطا فرمادیں گے — تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ انکی آنکھوں میں تکلیف ہے (اس لئے وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں) — آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجو — چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا آب دہن (تھوک) ڈال دیا تو وہ ایسے اچھے ہوگئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں — اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم ان کو عنایت فرمایا (یہ اس کا نشان تھا کہ آج لشکر کے سپہ سالار اور قائد یہ ہوں گے) تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں خیبر والوں سے اس وقت تک جنگ کروں کہ وہ ہماری طرح ہوجائیں (یعنی اسلام قبول کرلیں) تو آپ نے فرمایا کہ تم آہستہ روی کے ساتھ جاؤ، یہانتک کہ ان کی زمین اور ان کے علاقہ میں پہونچ جاؤ، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو بتلا دو کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہوگا — خدا کی قسم! یہ بات کہ تمھارے ذریعہ ان میں سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب ہوجائے تمھارے حق میں اس سے بہتر ہے کہ مال غنیمت میں سرخ اونٹ تم کو ملیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

(تشریح) خیبر مدینہ سے ایک سو چراسی کلو میٹر (قریبًا سوا سو میل) شمال میں واقع ہے یہ یہودیوں کی بستی تھی یہ وہ یہودی تھے جو کسی زمانے میں شام سے نکالے گئے اور یہاں آکر بس گئے تھے، یہ سب دولت مند اور سرمایہ دار تھے، یہاں انھوں نے بہت مضبوط قلعے بنا لئے تھے اور اس وقت کے معیار کے مطابق جنگی ساز و سامان کا اچھا ذخیرہ بھی رکھتے تھے، یہ علاقہ سرسبز و شاداب اور بہت زرخیز تھا۔

مدینہ منورہ کے قرب وجوار کے جن یہودیوں کو ان کی غداریوں اور شرارتوں کی وجہ سے نکالا اور جلا وطن کیا گیا تھا وہ بھی یہیں آکر بس گئے تھے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ رکھتے

اور سازشیں کرتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرہ اور مسلمانوں کا دارالحکومت تھا اس کیلئے خیبر کے یہ یہودی ایک مستقل خطرہ تھے۔

سنہ ۶ھ کے اواخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آکر اور قریش مکہ سے مصالحت، اور دس سال کے لئے ناجنگ معاہدہ کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، ذی الحجہ کا قریباً پورا مہینہ مدینہ ہی میں گذارا، محرم سنہ ۷ھ میں آپ نے خیبر کی خطرناک دشمن طاقت سے تحفظ اور مامون رہنے کے لئے صرف قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر خیبر کی طرف کوچ فرمایا خیبر کے قریب پہونچ کر جس جگہ کو لشکر کے قیام کے لئے مناسب سمجھا وہاں قیام فرمایا، حسب معمول آپ نے خیبر کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ کہ اگر وہ فی الحال اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو سیاسی ماتحتی قبول کر کے جزیہ ادا کیا کریں، اور اگر ان میں سے کوئی بات قبول نہ کی گئی تو ہم اللہ کے حکم کے مطابق جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کریں۔ یا جزیہ دینا منظور کریں۔

خیبر کے یہودی سرداروں نے کسی بات کے بھی قبول کرنے سے متکبرانہ انداز میں انکار کر دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے انھوں نے متعدد قلعے بنالئے تھے۔ جن میں سامان جنگ کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں کا بھی وافر ذخیرہ تھا، وہ مطمئن تھے کہ مسلمانوں کا لشکر کسی طرح بھی ان پر فتح نہ حاصل کر سکے گا۔ بہرحال جنگ شروع ہوئی اور کئی دن تک جاری رہی مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے ان کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا، لیکن ایک قلعہ جو بہت مضبوط اور مستحکم تھا اور اس کی حفاظت اور دفاع کا بھی غیر معمولی انتظام کیا گیا تھا بار بار کے حملوں کے باوجود وہ فتح نہ ہو سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ پرچم اور جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محب اور محبوب ہوگا، اور اللہ اس کے ہاتھ پر یعنی اس کے ذریعہ فتح مکمل کرا دے گا اور یہ آخری قلعہ بھی فتح ہو جائے گا اور اس طرح جنگ کا خاتمہ بالخیر ہو جائے گا، پھر یہاں کے یہودی یا تو اسلام قبول کریں گے یا سیاسی ماتحتی قبول کر کے جزیہ دینا منظور کر لیں گے۔

حضور نے اس شخص کو نامزد نہیں فرمایا جس کو آئندہ کل پرچم دینے کا آپ کا ارادہ تھا بس یہ

فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محب اور محبوب ہوگا اور اللہ اس کے ذریعہ یہ آخری قلعہ بھی فتح کرا دے گا، بلاشبہ بڑی فضیلت اور سعادت تھی اور بہت سے حضرات اس کے متمنی اور امیدوار تھے کہ کل پرچم ان کو عطا فرمایا جائے ــــ حضرت علی مرتضیٰؓ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے ــــ ــــ جب اگلی صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب کدھر ہیں؟ لوگوں نے تبلایا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے اس لئے وہ اس وقت یہاں حاضر نہیں ہو سکے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کسی کو بھیج کر ان کو بلواؤ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ ان کی دونوں آنکھوں میں تکلیف تھی حضورؐ نے اپنا آب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا فوراً تکلیف جاتی رہی اور وہ ایسے ہو گئے جیسے آنکھ میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اس کے بعد آپؐ نے پرچم (جھنڈا) ان کو عطا فرمایا، یہ اس بات کی علامت تھی کہ آج لشکر کی قیادت یہ کریں گے ــــ حضرت علی مرتضیٰؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لے کر حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا میں ان یہودیوں سے اس وقت تک جنگ کروں کہ وہ اسلام قبول کر کے ہماری طرح ہو جائیں؟۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرما دے اور اس کو ایمان کی دولت حاصل ہو جائے تو یہ تمھارے واسطے اس سے بہتر ہوگا کہ تم کو غنیمت میں بہت سے سرخ اونٹ مل جائیں (اس زمانے میں سرخ اونٹ عربوں کے لئے عزیز ترین دولت تھی) حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ ہماری جنگ کا مقصد دشمن پر فتح حاصل کر کے مال غنیمت سمیٹنا نہیں ہے اصل مقصد اور نصب العین بندگان خدا کی ہدایت ہے، جہاد اور قتال فی سبیل اللہ میں بس یہی نصب العین پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اسی کے تقاضے کے مطابق رویہ متعین کرنا چاہیئے

واضح رہے کہ صحیحین کی مندرجہ بالا حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں حاضرین مجلس اور اپنے مخاطبین کی خصوصیت یا کسی دوسرے وقتی تقاضے سے جنگ خیبر کا آخری مرحلہ کا صرف اتنا ہی واقعہ بیان کیا ہے جس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ خاص فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے محب اور محبوب ہیں ــــ ــــ یہ بھی بیان نہیں فرمایا کہ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ ہی کے ہاتھ پر یہودیوں کا آخری قلعہ بھی فتح ہوا اور خیبر کی فتح مکمل ہوئی۔

یہاں راقم سطور نے جنگ خیبر کے سلسلہ میں صرف اتنا ہی لکھنا مناسب سمجھا جس سے اس کا پس منظر اور کچھ اجمالی حال بھی معلوم ہو جائے، اس غزوۂ خیبر سے متعلق تفصیلات سیرت و تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس حدیث سے ضمنی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے بھی معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی دونوں آنکھوں میں سخت تکلیف تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا آب دہن ڈالا اور فوراً تکلیف دور ہو گئی اور وہ ایسے ہو گئے جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ——— دوسرا معجزہ یہ معلوم ہوا کہ آئندہ کل فتح مکمل ہو جانے کے بارے میں حضورؐ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی اس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ اللہ اور اس کے رسول کے محب و محبوب ہیں اور الحمد للہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ اور امت کے سواد اعظم کا یہی عقیدہ ہے ——— لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے سوا کسی دوسرے کو اللہ اور اس کے رسول کا محب و محبوب ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو اور اللہ رسول پر ایمان رکھنے والا ہر مومن صادق اپنے ایمانی درجہ کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کا محب و محبوب ہے، سورہ آل عمران کی آیت "قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم" بھی اس کی دلیل اور شاہد عدل ہے۔

عن زر بن حبیش قال قال علیؓ رضی اللّٰہ عنہ : والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھد النبی الامی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیّ ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق ——— رواہ مسلم

زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا قسم ہے اس پاک ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر پودا نکالتا ہے اور جس نے جانداروں کو پیدا فرمایا، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے مجھ سے فرمایا تھا کہ : مجھ سے وہی بندہ محبت کرے گا جو مومن صادق ہوگا اور وہی شخص مجھ سے بغض و عداوت رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وارضاہ کو جن عظیم انعامات اور دینی فضائل سے نوازا، مثلاً یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں ہیں اور مثلاً یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے اور حضور ان سے محبت فرماتے تھے اور یہ کہ آپؐ نے صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں دیکر دامادی کا شرف عطا فرمایا اور اکثر غزوات میں وہ حضورؐ کے ساتھ رہے اور بار بار میدان جہاد و قتال میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کارہائے نمایاں انجام دیئے، اور جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد و عمل سے یہ ظاہر فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے محب اور محبوب ہیں ——— الغرض ان اور ان جیسے ان کے دوسرے فضائل اور خداوندی انعامات کا یہ حق ہے کہ ہر مومن صادق ان سے محبت کرے اور ان سے بغض وکینہ رکھنے والوں کے متعلق سمجھا جائے کہ وہ ایمان کی حقیقت سے محروم اور نفاق کے مریض ہیں۔

البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ محبت سے مراد وہی محبت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک معتبر اور شریعت کے حدود میں ہو، ورنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں میں سب سے پہلا نمبر ان بدبختوں کا ہے جنھوں نے ان کو خدا مانا، یا پھر ان بدنصیبوں کا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ نبوت کے اصل مستحق حضرت علی مرتضیٰ تھے، اللہ نے جبرئیل کو انھیں کے پاس بھیجا تھا وہ غلطی سے محمد ابن عبداللہ کے پاس پہونچ گئے، اسی طرح شیعوں کے اسماعیلیہ ونصیریہ وغیرہ فرقے جو اپنے اماموں کے بارے میں یہ مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا کا روپ ہیں اور خداوندی صفات واختیارات ان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح وہ شیعہ اثنا عشریہ جو حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد میں گیارہ شخصیتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں رسولوں کی طرح نامزد امام معصوم مفترض الطاعۃ تمام انبیاء سابقین سے افضل کمالات میں ان سے فائق، صاحب وحی وکتاب وصاحب معجزات اور متصرف فی الکائنات ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ——— ظاہر ہے کہ یہ محبت ایسی ہی ہے جیسی محبت کا دعویٰ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کرتے ہیں جس نے ان کو مشرک اور جہنمی بنا دیا ——— الغرض حضرت

علی مرتضیٰ سے اس طرح کی محبت کرنے والے فرقے مشرک فی الالوہیت یا مشرک فی النبوۃ ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سے بری اور بیزار ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کے نزدیک مقبول محبت وہی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد کے بزرگانِ دین سے اہل السنۃ والجماعت کو نصیب ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والوں کو منافق فرمایا گیا ہے اس کا خاص مصداق خوارج و نواصب ہیں، جنھوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قرآنی ہدایت سے انحراف کا بہتان لگایا اور ان کو دینی حیثیت سے گمراہ قرار دیا، اور انھیں میں سے ایک بدبخت عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت کو شہید بھی کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خود صحابہ کرام میں اختلافات پیدا ہوئے اور جمل و صفین کی جنگوں کی بھی نوبت آئی، یہ اختلافات کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دینی حیثیت سے گمراہ سمجھ کر ان سے بغض نہیں رکھتا تھا یہ اجتہادی اختلاف تھا اور ہر فریق نے دوسرے فریق کے مومن و مسلم ہونے کا اظہار و اعلان فرمایا، اور بعد میں اس جنگ و قتال پر فریقین کو رنج و افسوس ہوا، اور اس سب کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ ہوا بغض و عداوت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اجتہادی اختلاف کی وجہ سے ہوا ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، "ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" (میرا یہ بیٹا عظیم المقام سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے تھے، کوئی گروہ بھی منافق نہیں تھا۔

آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صحیح مسلم شریف میں جہاں زر بن حبیش کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے اس سے پہلے متصلاً حضرت انسؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کے الفاظ صحیح مسلم میں یہ ہیں، حضورؐ نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا :

لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق من احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ ۔

انصار سے صرف وہی شخص محبت کریگا جو مومن صادق ہوگا اور وہی شخص بغض رکھے گا جو منافق ہوگا، جو انصار سے محبت کریگا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ اللہ کا مبغوض ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف اصحاب کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے، اور بلا شبہ اس بارے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے ، اللہ تعالیٰ اپنی اپنے رسول پاک اور اپنے تمام محبین و محبوبین کی محبت ہم کو نصیب فرمائے ۔

عن سعد بن ابی وقاص انّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی تبوک فاستخلف علیاً قال أتخلفنی علی الصبیان والنساء؟ قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ۔ رواہ البخاری ومسلم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا، تو انھوں نے عرض کیا کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں پر خلیفہ (اور نگراں) بنا کر چھوڑ رہے ہیں ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمھارا مرتبہ اور درجہ میری نسبت سے وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ و درجہ موسیٰ کی نسبت سے تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) غزوہ تبوک اور اس کی غیر معمولی اہمیت کا ذکر حضرت عثمانؓ کے فضائل کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے، یہ حضورؐ کا آخری غزوہ تھا اور بعض پہلوؤں سے سب سے اہم غزوہ تھا جس میں روایات کے مطابق تیس ہزار صحابہ کرام کا لشکر آپ کے ساتھ تھا، مدینہ منورہ کے سب ہی اہل ایمان جو آپ کے ساتھ جا سکتے تھے لشکر میں شامل تھے، بس وہ منافقین جن کو ایمان کی حقیقت نصیب نہیں تھی جھوٹے بہانے کر کے لشکر میں شامل نہیں ہوئے تھے (مومنین صادقین میں سے بھی دو چار ایسے تھے ... جو ساتھ چلنے کی نیت رکھنے کے باوجود ــــ کسی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکے تھے) ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اور صاحبزادی سیدہ فاطمہ طاہرہ اور ان کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں اور لشکر میں جانے والے سب ہی صحابہ کرام کے اہل و عیال مدینہ ہی میں چھوڑ دیئے گئے تھے ــــ چونکہ سفر دور دراز کا تھا، اندازہ تھا کہ واپسی طویل مدت میں ہو سکے گی، اس لئے آپؐ نے ضروری سمجھا کہ اس مدت کے لئے کسی کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا جائے تاکہ خدانخواستہ اگر کوئی خارجی یا داخلی فتنہ برپا ہو تو اس کی قیادت میں اس سے مدینہ میں رہ جانے والوں کی اور دین کی حفاظت کی کاروائی کی جا سکے ــــ ــــ اسی لئے آپؐ نے حضرت علیؓ کو زیادہ مناسب سمجھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ نہ چلیں بلکہ مدینہ ہی میں رہیں ــــ

روایات میں ہے کہ بعض بد باطن منافقین نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اس لئے ساتھ نہیں لیا کہ ان کو اس کا اہل نہیں سمجھا، بس بچوں اور عورتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا ــــ حضرت علی مرتضیٰؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اتخلفنی علی الصبیان والنساء؟" (کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ اور نگراں بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں؟) حضورؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا، "کیا تم اس پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ مجھ سے وہ ہو جو ہارون کا موسیٰ سے تھا) بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا"۔

سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۲ میں یہ واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تورات عطا فرمانے کے لئے طور سینا پر طلب فرمایا (تاکہ وہاں چالیس دن تک گویا اعتکاف

کریں اور عبادت و دعا و مناجات میں مشغول رہیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے غار حرا میں رہے تھے) تو موسیٰ علیہ السلام نے جاتے وقت اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر اپنی قوم بنی اسرائیل کی اصلاح و تربیت اور فتنوں سے حفاظت کا ذمہ دار بنا کر قوم کے ساتھ چھوڑ دیا تھا ـــــ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت علیؓ کو جواب دیا کہ میں تم کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر اسی طرح مدینہ میں چھوڑ رہا ہوں جس طرح اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام طور سینا جاتے وقت اپنی عدم موجودگی کے زمانے تک کے لئے ہارون کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر قوم میں چھوڑ گئے تھے ـــــ بلاشبہ حضرت علی کی یہ بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ سفر کے لئے انھیں کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا ـــــ اور یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت قریبہ اور بعض دوسرے وجوہ سے بھی جنکی تفصیل کی ضرورت نہیں اس کام کے لئے حضرت علیؓ ہی زیادہ موزوں تھے۔ (یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیخین اور دوسرے تمام ہی اکابر صحابہ لشکر میں حضورؐ کے ساتھ جانے والوں میں تھے اور حضور اہم معاملات میں مشورہ کے لئے بھی ان کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیعہ علماء و مصنفین غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل اور اس ارشاد کو اس بات کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت علیؓ ہی تھے اور آپؐ نے ان کو اپنی زندگی میں خلیفہ بنا کر اپنے بعد کے لئے خلافت کا مسئلہ بھی طے فرما دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس دلیل کی رکاکت اور غیر معقولیت سمجھنے کے لئے کسی خاص درجہ کی عقل و فہم کی ضرورت نہیں، ـــــ سفر وغیرہ کی محدود مدت کے لئے عارضی طور پر کسی کو اپنا نائب اور قائم مقام بنانے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے مستقل خلیفہ اور امت کی امامت عامہ میں جو فرق ہے اس کو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

پھر اگر ایسا ہوا ہوتا کہ حضرت موسیٰ کے بعد ان کے خلیفہ اور ان کی جگہ امت کے امام عام حضرت ہارون ہوئے ہوتے تب تو یہ واقعہ کسی درجہ میں دلیل ہو سکتا تھا ـــــ لیکن معلوم و مسلّم

ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں روایات کے مطابق حضرت موسیٰ کی وفات سے چالیس سال پہلے وفات پا گئے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ یوشع ہوئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کو جاتے وقت حضرت علی مرتضیٰؓ کو تو اپنی جگہ گویا مدینہ کا امیر و حاکم اور خلیفہ بنایا تھا لیکن مسجد نبوی میں اپنی جگہ نماز کی امامت کے لئے عبداللہ ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا ——— حالانکہ حضرت علیؓ ہر حیثیت سے ان سے افضل تھے ——— راقم سطور کے نزدیک حضورؐ نے یہ اسی لئے کیا تھا کہ غزوۂ تبوک کے زمانہ کی حضرت علیؓ کی اس خلافت و نیابت کو حضورؐ کی مستقل خلافت اور امامتِ عامہ کی دلیل نہ بنایا جاسکے ——— واللہ اعلم

ڈاکٹر محمد حنیف، اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ دینیات، اسلامیہ کالج پشاور

ولایت و کرامت کی حقیقت

ارشاد خداوندی ہے:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝ [1]

"یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومن متقی اللہ کا ولی ہوتا ہے ولی کی جمع اولیاء ہے یہ لفظ ولایت سے ماخوذ ہے اور مطیع، محب، دوست، مددگار، حلیف تابع اور سرپرست کے معنی میں مستعمل ہے۔[2]

---

[1] سورہ یونس آیت ۶۲-۶۴

[2] ملاحظہ ہو المنجد مادہ "ولی" ایضاً انسائکلوپیڈیا آف اسلام مطبوعہ لندن ۱۹۳۴ء ج ۴ ص ۱۱۰۹-۱۱۱۱ (مقالہ ولی)

علمائے کرام کے نزدیک لفظ ولی کے دو معنی ہو سکتے ہیں :

ایک یہ کہ بر وزن فعیل بمعنی مفعول ہو۔

دوم یہ کہ فعیل مبالغہ کا صیغہ بمعنی فاعل ہو۔

دونوں صورتوں میں اس میں قرب و محبت کا معنیٰ موجود ہے اور حضرت حق سبحانہ کے دوست و حبیب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے [۱]

مسلسل ریاضات اور مجاہدات کے بعد جب بندے کا باطن صاف اور قلب اللہ تعالیٰ کے نور معرفت میں مستغرق ہوجاتا ہے تو پھر اس کے کانوں میں ہر وقت آیات اللہ کی صدا گونجتی رہتی ہے اس کی آنکھیں اللہ کی قدرت کے دلائل کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہیں، اور زبان پہ ہر دم اللہ کی ثنا جاری رہتی ہے، اس کے تمام ذہنی اور جسمانی قویٰ خدا کے تابع ہوجاتے ہیں، اس کے جوارح سے کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف نہیں ہوتا وہ طاعت و اخلاص کے ذریعہ برابر اللہ کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے خلعت محبوبیت سے سرفراز فرماتا ہے ۔ حدیث نبوی ہے :

عَن اَبِی هُرَیرَةؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه عَلَیهِ وسلم قَالَ اللّٰه تعالیٰ مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیهِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِی یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِی یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِی یَمْشِی بِهَا [۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے مقبول بندہ سے عداوت کرے میں اسکو اعلانِ جنگ دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک

---

[۱] ملاحظہ ہو رسالہ قشیریہ از امام ابوالقاسم قشیریؒ، بیان ولایت و ولی ۔ کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویریؒ بیان حقیقت ولایت ۔ المعالی شرح امالی (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ (المتوفی ۱۱۹۱ھ) باب سوم بیان کرامت و ولایت ۔ تفسیر کبیر للرازی سورہ کہف آیت ۹ ۔ ۱۲

[۲] بخاری کتاب الرقاق باب التواضع حدیث ۲

فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اسکی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"

غرضیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی قریب ہو جاتا ہے اور یہی انتہائی قرب ہے جسے اصطلاح میں "ولایت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

علامہ ابوالمنتہیٰ احمد بن محمد (المتوفی سنہ ۱۰۰۰ھ) فرماتے ہیں:-

اَلْوَلِیُّ هُوَ الْقَرِیْبُ فِی اللُّغَةِ فَاِذَا کَانَ الْعَبْدُ قَرِیْبًا مِنْ حَضْرَةِ اللّٰهِ بِسَبَبِ کَثْرَةِ الطَّاعَاتِ وَکَثْرَةِ اِخْلَاصِهٖ وَکَانَ الرَّبُّ قَرِیْبًا مِنْهُ فَهُنَاكَ حَصَلَتِ الْوِلَایَةُ [1]

"لغت میں ولی قریب کے معنی میں ہے پس جب بندہ کثرت طاعات اور کثرت اخلاص کے سبب خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ پس اس مقام پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے"

ولی تمام اوصاف حمیدہ سے متصف، دارین میں محفوظ اور خدا کے نزدیک انتہائی جلیل القدر ہوتا ہے۔ علماء اور صوفیائے عظام نے اپنے اپنے ذوق کے موافق ولی کی تعریف کی ہے چنانچہ علامہ تفتازانی (المتوفی سنہ ۷۹۱ھ) ولی کی تعریف میں لکھتے ہیں:-

الولی هو العارف باللّٰه تعالٰی وصفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات [2]

"ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بحسب الامکان معرفت رکھتا ہو طاعات الٰہی میں مستغرق، گناہوں سے مجتنب، اور شہوات و لذات سے بیزار ہو"

---

[1] تفسیر کبیر للامام الرازی سورۃ الکہف، آیت ۹۔۱۲ و شرح فقہ اکبر، بیان "الکرامات للاولیاء حق"

[2] شرح عقائد، بیان "کرامات الاولیاء حق"

حضرت ابو علی بن حسن جرجانی الخراسانی فرماتے ہیں :-

الولی ھو الفانی فی حالہ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ قرار [1]

"ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فانی اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو، نہ وہ اپنے آپ سے خبر رکھتا ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے پاس قرار پاتا ہو"

حضرت امام حسن بصریؒ (المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) اس بارے میں فرماتے ہیں :-

الولی ھو الذی یکون فی وجھہ حیاء وفی عینہ بکاء وفی قلبہ صفاء وفی لسانہ ثناء وفی یدہ عطاء وفی وعدہ وفاء وفی نطقہ شفاء [2]

"ولی وہ ہے جس کے چہرے پہ حیا، آنکھوں میں گریہ، دل میں پاکی، زبان پر ثنا، ہاتھ میں بخشش وعطا، وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو"

ولایت ایک دولت عظمیٰ، انسانیت کی معراج، سکون واطمینان کا ذریعہ اور دنیا و آخرت دونوں میں فوز وفلاح کی بشارت ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے :-

عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ لمکانھم من اللہ تعالیٰ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا منھم قال قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فو اللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون

---

[1] کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویریؒ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ۱۳۲۲ھ ص ۲۳۱

[2] کتاب الاسلام از مولانا نذیر الحق قادری مطبوعہ دہلی سنہ ۱۹۲۶ء ص ۵۴۷

إِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ :

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"[1]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ہیں، پیغمبر اور شہید قیامت کے روز اُن پر اُن کے ایک خاص رتبہ کی وجہ سے، جو اللہ کے نزدیک ان کو حاصل ہوگا رشک کریں گے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کے تعلق سے ان میں باہم محبت ہے، نہ کچھ آپس میں ناطہ ہے اور نہ کچھ روپیہ پیسہ کا لین دین۔ بخدا! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور (کے منابر) پر جلوہ افروز ہوں گے، جب لوگ مبتلائے خوف ہوں گے وہ خائف نہ ہوں گے، اور جب لوگ مغموم ہوں گے تو وہ غمگین نہ ہوں گے۔ اور یہ آیت پڑھی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥"

جس طرح تمام بندوں میں انبیاء کرام خدا کے محبوب و مقرب ہوتے ہیں اسی طرح ہر نبی کی امت میں بعض لوگ روحانی اور ایمانی کمالات کے بدولت بارگاہ خداوندی میں مقبول و باریاب ہو جاتے ہیں ان کی علمی اور عملی حالت امت کے دیگر افراد سے ممتاز ہوتی ہے ایسے محرم اسرار، خدا رسیدہ بندگان خدا کا وجود اسلام کی زینت و رونق ہے۔

دنیا میں اولیاء اللہ کا وجود حق ہے اور ایسے باکمال اور پاکیزہ نفوس ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے[2] (جاری)

---

[1] ملاحظہ ہو جمع الفوائد ج ۲ باب التوادد ص ۵۵ ۲ حدیث نمبر ۸۴۷، بحوالہ ابوداؤد بروایت ابوذرؓ، التکشف از مولانا اشرف علی تھانویؒ مطبوعہ سجاد پبلشرز لاہور ۱۹۶۰ء ص ۵۶۰ بحوالہ ابوداؤد بروایت عمرؓ۔ خازن نے حضرت عمرؓ کی سند سے بحوالہ ابوداؤد، اور حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے بحوالہ طبری اسی مضمون کی حدیث نقل کی ہے۔ اور ابن کثیر نے ہر دو کی سند مع جرح بیان فرمائی ہے۔

[2] المعالی ص ۵۰۵، کشف المحجوب ص ۲۶۰۔

مولانا عتیق احمد بستوی
استاد دارالسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

زکوٰۃ کے مصرف "فی سبیل اللہ" پر تحقیقی نظر

اور نظریہ تعمیم کا علمی جائزہ

دوسری قسط

[اس مضمون کی پہلی قسط اپریل ۸۸ء کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی، اس قسط میں فاضل مضمون نگار نے زکوٰۃ کے بنیادی مقصد اور اس کے مصارف کے متعلق تمہیدی گفتگو کے بعد "زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ" کے متعلق نظریہ تعمیم پر بحث کرتے ہوئے قرآن میں فی سبیل اللہ کے استعمالات کا جائزہ لیا تھا، پھر حدیث نبوی کی روشنی میں فی سبیل اللہ کا مصداق متعین کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد فن تفسیر کے ماہروں کی تشریحات نقل کی تھیں۔ اب اس دوسری قسط میں فاضل مضمون نگار نے فی سبیل اللہ کی تشریح کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی تحقیقات کا جائزہ لیا ہے۔

ہم حضرات علماء کرام سے گذارش کرتے ہیں کہ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر مضمون کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں، الفرقان کے صفحات اس موضوع پر علمی مذاکرہ کے لئے حاضر ہیں ——— مدیر]

مشہور مالکی مفسر و فقیہ ابن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے "فی سبیل اللہ" کے ذیل میں لکھا ہے

قال مالک سبیل اللہ کثیرۃ ولکنی لا اعلم خلافا فی ان المراد بسبیل اللہ

امام مالکؒ نے فرمایا: اللہ کی راہیں بہت ہیں لیکن مجھے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں معلوم کہ اس مقام

ههنا الغزو ومن جملة
سبيل الله، الا ما يؤثر
عن احمد واسحاق
فانهما قالا: انه
الحج، والذي يصح عندي
من قولهما ان الحج من جملة
السبل مع الغزو لانه
طريق بر، وهذا يحل عقد
الباب، ويخرم قانون الشريعة
وينثر سلك النظر، و
ما جاء قط باعطاء الزكاة
في الحج اثر [1]

یہ سبیل اللہ سے جہاد و قتال مراد ہے
ہاں احمد ابن حنبل اور اسحاق سے منقول
یہ منقول ہے کہ سبیل اللہ سے حج مراد
ہے۔ میرے نزدیک ان دونوں کے قول
کا صحیح محمل یہ ہے کہ جہاد کے ساتھ حج
بھی "فی سبیل اللہ" میں داخل ہے
کیونکہ وہ بھی نیکی کا کام ہے۔ فی سبیل اللہ
کی یہ تفسیر بند دروازہ کھول دے گی، قانون
شریعت میں شگاف ڈال دیگی اور
استدلال کی لڑی کو بکھیر دیگی، حج کی
مد میں زکوٰۃ دینے کے بارے میں ایک
حدیث بھی نہیں آئی ہے۔

یہ اقتباس ان لوگوں کے لئے بڑا فکر انگیز ہے جو فی سبیل اللہ کا لفظی عموم دیکھ کر سلف کے اجماع سے آنکھیں بند کر کے ہر کار خیر کو "فی سبیل اللہ" کے دائرے میں داخل کرنا چاہتے ہیں
ابن حزم اندلسی نے مصارف زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے فی سبیل اللہ پر جو تحقیق سپرد قلم کی ہے وہ بھی بڑی فکر انگیز ہے، ابن حزم لکھتے ہیں

واما سبيل الله: فهو الجهاد
بحق، حدثنا ابن السليم حدثنا
ابن الاعرابي حدثنا ابو داود حدثنا
الحسن بن علي حدثنا عبد الرزاق حدثنا
معمر عن زيد بن اسلم

سبیل اللہ سے مراد راہ حق میں جہاد ہے۔
....
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
نبی اکرمؐ نے فرمایا: صدقہ کسی غنی کے لئے حلال
نہیں سوائے پانچ کے (۱) راہ خدا میں جہاد

---

[1] احکام القرآن لابن العربی ص ۹۶۹ ج ۲

عن عطاء بن یسار عن ابی سعید	کرنے والا (۲) عامل صدقہ (۳) مقروض
الخدری قال قال رسول اللہ	(۴) وہ شخص جس نے صدقہ کا مال اپنے
صلی اللہ علیہ وسلم	مال کے بدلے میں خریدا (۵) جس شخص
لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ	کا کوئی مسکین پڑوسی ہو، جسے صدقہ دیا
لغاز فی سبیل اللہ او لعامل	گیا تو مسکین نے وہ صدقہ غنی کو ہدیہ
علیھا او لغارم او لرجل	کر دیا ...... اگر یہ سوال کیا جائے
اشتراھا بمالہ او لرجل	کہ رسول اکرمؐ سے مروی ہے کہ حج سبیل اللہ
کان لہ جار مسکین فتصدق	(راہ خدا) میں سے ہے اور حضرت ابن
علی المسکین فاھدی المسکین	عباس کا فتویٰ ہے کہ زکوٰۃ کا مال حج میں
للغنی ...... فان قیل	دیا جائے گا تو ہم جواب دیں گے کہ ہاں
قد روی عن رسول اللہ	ہر کار خیر راہ خدا میں سے ہے لیکن یہ
صلی اللہ علیہ وسلم	بات متفق علیہ ہے کہ صدقات کی تقسیم میں
ان الحج من سبیل اللہ	فی سبیل اللہ سے مراد نیکی کے تمام کام
وصح عن ابن عباس ان یعطی	نہیں ہیں، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے کہ
منھا فی الحج قلنا: نعم، وکل فعل	یہاں پر سبیل اللہ سے اس کے علاوہ
خیر فھو من سبیل اللہ تعالیٰ الا	کوئی اور چیز مراد لی جائے جسے نص حدیث
انہ لا خلاف فی انہ لم یرد کل وجہ	نے بیان کر دیا ہے، اور نص حدیث
من وجوہ البر فی قسمۃ الصدقات فلم یجز	میں بیان کردہ چیز وہی ہے جسے ہم نے
ان توضع الا حیث بین النص وھو الذی ذکرنا[۱] وباللہ التوفیق	ذکر کیا ہے۔

غازیوں کو فی سبیل اللہ کا مصداق قرار دینے کے علاوہ صحابہ ومجتہدین کے یہاں اگر کوئی دوسرا قول ملتا ہے تو یہ کہ غازیوں کے ساتھ ضرورت مند حجاج بھی "فی سبیل اللہ" میں داخل ہیں، یہ

---

[۱] المحلی لابن حزم الاندلسی جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

مسلک صحابہ کرام میں حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کا ہے اور مجتہدین میں امام محمدؒ اور اسحاقؒ کا ہے۔ امام احمد کے دو قول ہیں ایک جمہور فقہا کے موافق دوسرا ان کے خلاف۔

مشہور حنبلی فقیہ صاحب "الشرح الکبیر علی متن المقنع" نے زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کے تعلق سے حج کے مسئلہ پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے" امام احمد کی اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں کہ حج فی سبیل اللہ کے اندر آتا ہے کہ نہیں، ایک روایت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم حج میں نہیں صرف کی جائے گی۔ یہی مسلک امام مالک، امام ابوحنیفہ، ثوری، شافعی، ابوثور اور ابن المنذر کا ہے اور یہی مسلک زیادہ صحیح ہے، کیونکہ سبیل اللہ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد جہاد ہوتا ہے، قرآن میں جہاں جہاں سبیل اللہ استعمال کیا گیا ہے معدودے چند جگہوں کو چھوڑ کر اس سے مراد جہاد ہی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مصرف زکوٰۃ کے سلسلے میں جو سبیل اللہ مذکور ہے اسے بھی جہاد پر محمول کیا جائے، کیونکہ بظاہر مراد وہی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ زکاۃ دو شخصوں میں سے کسی ایک پر خرچ کی جاتی ہے (۱) جو خود محتاج ہو مثلاً فقرار، مساکین، مکاتب مدیون (۲) وہ شخص جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہو مثلاً عامل صدقہ، غازی، مولفہ قلوب، اصلاح ذات البین کے لئے تاوان بھرنے والا۔ اور فقیر کے حج سے مسلمانوں کا کوئی نفع نہیں ہے نہ مسلمانوں کو اسکی ضرورت ہے، فقیر کو خود بھی اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس پر حج فرض نہیں ہے۔ امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ فقیر کو اتنا دیا جائے گا جس سے وہ حج فرض ادا کر سکے یا اس کی ادائگی میں سہارا بن سکے، حج کی مد میں زکاۃ دیا جانا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حج سبیل اللہ (راہ خدا) میں سے ہے یہی اسحاق کا قول ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی راہ خدا (سبیل اللہ) کے لئے وقف کی، اس کی بیوی نے حج کرنا چاہا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کو اس اونٹنی پر حج کیلئے بھیج دو کیونکہ حج راہ خدا (سبیل اللہ) میں سے ہے۔ لیکن پہلی روایت قابل ترجیح ہے، جہاں تک حدیث بالا کا تعلق ہے تو اس میں کیا استحالہ ہے کہ حج راہ خدا (سبیل اللہ) میں سے ہو لیکن آیت میں سبیل اللہ سے مراد حج نہ ہو جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا[۱]"

حج کو "فی سبیل اللہ" میں داخل کرنے والا ایک گروہ فقہ اسلامی کے ہر دور میں موجود رہا لیکن جمہور فقہاء نے کبھی اس سے اتفاق نہیں کیا، اور ان کے استدلال کو ہمیشہ کمزور سمجھا اور فی الواقع ان کا استدلال کمزور ہے بھی۔

---

[۱] الشرح الکبیر علی متن المقنع مع المغنی ص ۷۰۱ ج ۲ دار الکتاب العربی بیروت

فی سبیل اللہ اور فقہاء احناف

فی سبیل اللہ کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک عاملینِ زکوٰۃ اور مولفہ قلوب کے علاوہ زکوٰۃ کے تمام مصارف میں استحقاقِ زکوٰۃ کے لئے فقر کی شرط ہے یعنی "فی سبیل اللہ" کا مصداق جس طبقہ کو قرار دیا جائے وہ فقیر اور حاجت مند ہونے ہی کی صورت میں زکوٰۃ کا مستحق ہوگا۔ اس لئے "فی سبیل اللہ" کے مصداق کے بارے میں فقہاء احناف کے درمیان جو بھی اختلاف ہو وہ زکوٰۃ کے تعلق سے لفظی اختلاف ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد "فی سبیل اللہ" کے بارے میں فقہاء احناف کا مسلک لکھا جاتا ہے۔

مشہور مالکی فقیہ ابن رشد (م ۵۹۵ھ) نے مسالک نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

واما سبیل اللہ فقال مالک سبیل اللہ مواضع الجھاد و الرباط وبہ قال ابوحنیفہ [1]	"سبیل اللہ" کے بارے میں امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد جہاد اور رباط کی جگہیں ہیں، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

(وفی سبیل اللہ منقطع الغزاۃ عند ابی یوسف) لانہ المتفاھم عند الاطلاق (وعند محمد رحمہ اللہ منقطع الحاج) لما روی ان رجلا جعل بعیرا لہ فی سبیل اللہ فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحمل علیہ الحاج	امام ابو یوسف کے نزدیک فی سبیل اللہ کا مصداق محتاج غازی ہیں کیونکہ مطلق بولے جانے کی صورت میں وہی متبادر ہوتے ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا مصداق ضرورت مند حاجی ہیں کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک اونٹ راہ خدا میں نذر کیا

---

[1] بدایۃ المجتہد جلد اول ص ۲۷۷ مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر

ولا يصرف الى اغنياء الغزاة عندنا لان المصرف هو الفقراء [۱]

تو اسے حضورؐ نے حکم دیا کہ اس پر حج کرنے والے کو سوار کرے، مالدار غازیوں کو ہمارے نزدیک زکوٰۃ نہیں دیجائیگی کیونکہ مصرف فقراء ہی ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول مفتی بہ رہا، عموماً فقہاء نے حاجتمند مجاہدین کو "فی سبیل اللہ" کا مصداق قرار دیا، بہت سے فقہاء احناف نے صراحۃً امام محمدؒ کے مسلک کو ضعیف بتایا اور ان کے استدلال کو محل نظر قرار دیا، مشہور حنفی محقق علامہ ابن ہمام (متوفی ۶۸۱ھ) نے امام محمدؒ کے استدلال پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ثم فيه نظر لان المقصود ما هو المراد بسبيل الله المذكور في الآية والمذكور في الحديث لا يلزم كونه اياه لجواز انه اراد الامر الاعم وليس ذلك المراد في الآية بل نوع مخصوص والا فكل الاصناف في سبيل الله بذلك المعنى [۲]

اس استدلال میں کمزوری ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ آیت میں جو سبیل اللہ مذکور ہے اس سے مراد کیا ہے، اور حدیث میں جو سبیل اللہ مذکور ہے اسی کا آیت میں مراد ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس شخص نے نذر مانتے وقت سبیل اللہ سے عام مراد لیا ہو اور آیت میں عموم نہیں ہے بلکہ سبیل اللہ (راہ خدا) کی ایک خاص مراد ہے ورنہ تو معنی عام کے اعتبار سے زکوٰۃ کے تمام مصارف "فی سبیل اللہ" میں داخل ہیں۔

---

[۱] ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی۔

[۲] فتح القدیر جلد ثانی صفحہ ۲۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت - لبنان

میرے مطالعہ و تحقیق کی حد تک فقہاء احناف میں "فی سبیل اللہ" کے مصداق میں تعمیم کرنے والے پہلے شخص ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود (متوفی ۵۸۷ھ) ہیں۔ ملک العلماء کاسانی صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) کے معاصر ہیں، ملک العلماء کاسانی لکھتے ہیں:

واما قوله تعالیٰ وفی سبیل اللہ عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجاً له	اللہ تعالیٰ کے فرمان فی سبیل اللہ سے مراد تمام امور خیر ہیں لہٰذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت اور امور خیر میں سعی کرے بشرطیکہ وہ شخص محتاج ہو۔

کاسانی کے بعد دوسرے شخص صاحب فتاویٰ ظہیریہ ظہیر الدین ابو محمد بن احمد (متوفی ۶۱۹ھ) ہیں جنھوں نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے۔ بعد کے فقہاء نے عموماً بر سبیل تذکرہ ان دونوں کی رائے نقل کر دی ہے لیکن ترجیح ہمیشہ جمہور کے مسلک کو دی جاتی رہی۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جمہور مفسرین و فقہا کے مقابلہ میں ان دونوں حضرات کی رائیں زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ جمہور کے مسلک کی تائید بعض احادیث مرفوعہ اور آثار سے ہوتی ہے اور اگر ان رایوں کو قابل لحاظ قرار دیا جائے تو بھی اس تعمیم سے کوئی حقیقی اختلاف زکوٰۃ کے مسئلے میں پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ملک العلماء کاسانی وغیرہ کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مصرف میں فقر و احتیاج کی شرط ضروری ہے۔ لہٰذا کاسانی کے نقطۂ نظر سے نازیوں کے علاوہ جو لوگ اس مصرف میں داخل ہوئے وہ سب زکوٰۃ کے پہلے مصرف (فقراء) میں پہلے سے داخل تھے۔ اسی وجہ سے یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

اما ما نقل عن البدائع من تفسیره بجمیع القرب والطاعات	بدائع میں سبیل اللہ کی جو تفسیر تمام کارہائے خیر اور طاعات سے

ۓ بدائع الصنائع جلد ۲ صہ ۴۵

فقد اشترط فیہ تملیک الزکوٰۃ لشخص فلا تعطی لجہۃ عامۃ کما اشترط فیہ ان یکون الشخص فقیرا، لهذا لا یخرج هذا الرای عن دائرۃ المضیقین فی مدلول سبیل اللّٰہ [۱]

کی گئی ہے اس میں صاحب بدائع نے کسی ایک شخص کو زکوٰۃ کا مالک بنانے کی شرط لگائی ہے لہذا کسی رفاہ عامہ کی مد میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح یہ بھی شرط لگائی ہے کہ جس شخص کو زکوٰۃ دی جائے وہ فقیر ہو، لہذا یہ رائے بھی "سبیل اللہ" کے مدلول میں تنگی کرنے والوں کے دائرے سے باہر نہیں ہے

اجماع امت

فقہاء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف سے ہٹ کر مصالح مسلمین یا کسی اور کار خیر میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا درست نہیں۔ مسجدوں، پلوں سڑکوں، فوجی بارکوں، مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کو فقہاء اسلام نے متفقہ طور پر ناجائز قرار دیا ہے۔

صاحب "الافصاح عن معانی الصحاح" اس بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کرتے ہیں:۔

واتفقوا علی انہ لا یجوز ان تخرج الزکاۃ الی بناء مسجد ولا تکفین میت وان کان من القرب لتعین الزکاۃ علی عیّنت لہ [۲]

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کی تعمیر اور میت کی تکفین میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں، اگرچہ یہ سب کار خیر ہیں کیونکہ زکوٰۃ چند مصارف کے لئے متعین کر دی گئی ہے

---

[۱] فقہ الزکوٰۃ ص ۶۴۴/۲ مطبوعہ دار الارشاد بیروت۔

[۲] الافصاح عن معانی الصحاح تالیف وزیر عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن محمد بن هبیرۃ (متوفی ۵۶۰ھ) ص ۲۳۱/۱

فقہ اسلام کی مشہور کتاب المغنی میں علامہ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں

ولا یجوز صرف الزکاۃ الی غیر من ذکر اللہ تعالیٰ من بناء المساجد والقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وسد البثوق وتکفین الموتی والتوسعۃ علی الاضیاف واشباہ ذلک من القرب التی لم یذکرھا اللہ تعالیٰ [1]	اللہ تعالیٰ کے ذکر کردہ مصارف کے علاوہ دوسرے کاموں میں زکاۃ خرچ کرنا درست نہیں مثلاً مسجدوں پلوں سقایوں کی تعمیر، راستوں کی درستگی دریا کے پشتوں کی مرمت، مُردوں کی تکفین، مہمانوں کی خاطرداری اور اس طرح کے دوسرے نیک کام جنھیں اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ میں ذکر نہیں فرمایا۔

فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب الخرشی علی مختصر سیدی خلیل میں ہے

ولا یجوز صرف شئی من الصدقات فی غیر الوجوہ المبینۃ من عمارۃ المساجد او بناء القناطر او تکفین الموتی او فک الاساری اوغیر ذلک من المصالح [2]	اوپر ذکر کردہ مدوں کے علاوہ کسی اور مد میں زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہیں مثلاً مسجدوں یا پلوں کی تعمیر یا مُردوں کی تکفین قیدیوں کی رہائی یا اس کے علاوہ دوسرے اجتماعی مصالح۔

فقہ شافعی کے مشہور متن فتح المعین میں ہے:

ولا یصرف من الزکاۃ شئی لکفن میت او بناء مسجد [3]	زکوٰۃ میں سے کچھ بھی میت کی تکفین یا مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] المغنی مع الشرح الکبیر ص ۵۲۷ ج ۲ [2] الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ص ۲۱۹ ج ۲ دار صادر بیروت
[3] فتح المعین بشرح قرۃ العین ص ۵۲

مشہور حنفی فقیہ امام ابوبکر کاسانیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

وعلی هذا یخرج صرف الزکاة الی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات واصلاح القناطر وتکفین الموتی ودفنهم انه لا یجوز لانه لم یوجد التملیک اصلا ؎۱

اسی سے معلوم ہوا کہ مسجدوں، رباطوں اور سقایوں کی تعمیر، پلوں کی درستگی مُردوں کی تکفین و تدفین میں زکاۃ خرچ کرنا جائز نہیں، کیونکہ ان میں تملیک بالکل نہیں پائی جاتی۔

زکوٰۃ کے ساتویں مصرف "فی سبیل اللہ" کے سلسلے میں فقہ کے چاروں مسالک میں جو باتیں متفق علیہ ہیں ان کی نشاندہی کرتے ہوئے شیخ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں۔

عدم جواز صرف الزکاة فی جهات الخیر والاصلاح العامة من بناء السدود والقناطر وانشاء المساجد والمدارس واصلاح الطرق وتکفین الموتی وغیر ذلک ؎۲

تیسری متفق علیہ بات یہ ہے کہ عمومی بھلائی اور رفاہ عامہ کے کاموں میں زکاۃ صرف کرنا جائز نہیں مثلاً پشتوں اور پلوں کی تعمیر، مساجد و مدارس کی تعمیر و اجراء، راستوں کی درستگی، مُردوں کی تکفین اور اس طرح کے دوسرے کام۔

(جاری)

؎۱ بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۳۹

؎۲ فقہ الزکوٰۃ جلد ۲ صہ ۶۴۴

مولانا محمد منظور نعمانی

الیٰ رحمۃ اللہ

ایک مثالی خادم دین، حاجی علاء الدین علیہ الرحمہ

مرحوم مغفور حاجی علاء الدین صاحب کا اصل وطن تو گجرات ضلع پالنپور کا ایک گاؤں تھا لیکن کاروبار کے سلسلہ سے ان کا مستقل مستقر بمبئی تھا وہ گویا ان کا وطن ثانی تھا ــــ دنیوی دولت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کی فکر و دردمندی اور اس راہ میں جانی و مالی قربانی کی توفیق سے بھی ایسا نوازا تھا کہ اس کی مثالیں کم ہی ہوں گی، اب سے قریباً چالیس سال پہلے اس دینی دینی دعوت وجدوجہد سے جو "تبلیغ" کے نام سے معروف ہوگئی ہے ان کا تعلق قائم ہوا تھا، اسی زمانہ سے اس عاجز کا ان سے تعارف و تعلق ہوا جو بفضلہ تعالیٰ بڑھتا ہی گیا، وہ نہ عالم فاضل تھے نہ کسی خانقاہ کے تربیت یافتہ، لیکن راقم سطور نے دین کی فکر و دردمندی اور خدمت کے لحاظ سے ان کو قابل رشک ہی پایا ــــ اس عاجز کا احساس ہے ان کو جیسی فکر اپنے کاروبار اور اپنی اولاد کی رہی ہوگی، ویسی ہی فکر اپنی دینی اصلاح اور امت میں دینی زندگی کے عام ہو جانے کی رہتی ہوگی، مدت سے صحت خراب تھی، ذیابیطس کے مریض تھے، ادھر کئی سال سے قلب کے بھی مریض ہو گئے تھے، کئی دفعہ ہارٹ اٹیک کا اثر بھی ہو چکا تھا، لیکن اسی حال میں معالج ڈاکٹروں کی ہدایت کے خلاف توکلاً علی اللہ برابر دینی دعوت کے سلسلہ میں دور دراز کے اور غیر ملکوں کے بھی سفر کرتے تھے (جن میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے) ــــ اس کے علاوہ دینی مدارس سے بھی گہرا فکر مندی کا تعلق رکھتے تھے، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور دارالعلوم ندوۃ العلماء، اور دارالعلوم چھاپی (گجرات) وغیرہ متعدد مدارس کی مجالس انتظامیہ کے رکن بھی تھے، اور ان کی رکنیت صرف رسمی نہیں تھی، وہ رکنیت کا پورا حق ادا کرتے تھے اگرچہ مدرسوں کی دنیا کے آدمی نہیں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فہم سلیم کی دولت سے نوازا تھا غور طلب معاملات میں جب رائے کا اظہار کرتے عموماً صحیح و صائب ہوتی، دینی مدارس کی نہ صرف

خود مالی اعانت کرتے بلکہ اپنے حلقۂ تعارف، اور حلقۂ اثر کے تاجروں کو بھی مدارس کی خدمت کی طرف متوجہ کرتے، اور بعض اوقات خود ہی چل پھر کر مدارس کے لئے سرمایہ فراہم کرتے

اوپر عرض کیا جا چکا ہے مرحوم عالم فاضل کچھ نہ تھے، اس عاجز کا خیال ہے کہ تبلیغی کام کے تعلق ہی کی وجہ سے غالباً اردو لکھنا پڑھنا کچھ آگیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی صلاحیت عطا ہوئی تھی کہ جس مجمع اور جس طبقہ میں دینی دعوت کی بات کرتے وہ اس کے بالکل حسب حال ہوتی ـــــ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امت کے مختلف طبقات کے کتنے بندوں کو ہدایت عطا فرمائی اور دین کی دعوت و محنت پر لگایا، جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے اور فکر آخرت سے غافل تھے ان میں آخرت کی فکر پیدا ہوئی اور وہ اللہ والے بن گئے، اللہ تعالیٰ ان کے تمام ہی اعمال حسنہ کو قبول فرمائے اور اپنی شان عالی کے مطابق رحمت و کرم کا خاص معاملہ فرمائے۔

مجھے معلوم تھا کہ حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری دامت فیوضہم سے مرحوم حاجی صاحب کا بہت خاص تعلق رہا ہے، حاجی صاحب کے حادثۂ رحلت کے سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ان کے ضلع پالنپور ہی میں ان کے اصل وطن کے قریب ہی کسی گاؤں میں مرحوم حاجی صاحب ہی کی تجویز سے دینی دعوت کے سلسلہ کا ایک اجتماع طے ہوا تھا، اس کے لئے حاجی صاحب نے اصرار کے ساتھ حضرت مولانا محمد عمر صاحب کو مرکز نظام الدین دہلی سے بلوایا تھا، وہ تشریف لائے اور اسی اجتماع کے موقعہ پر اچانک حاجی صاحب کے قلب پر دورہ پڑا، اور وہ وہیں جاں بحق ہو گئے، حضرت مولانا محمد عمر صاحب ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس عاجز نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ میں دینی دعوت کی ترغیب اور لوگوں کی سبق آموزی کے لئے مرحوم حاجی علاء الدین صاحب کے بارے میں الفرقان میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں آپ کو زحمت دیتا ہوں کہ حاجی صاحب کا آپ کا ساتھ دینی دعوت کے سلسلہ میں جو تعلق رہا ہے اس کے بارے میں اور ان کے سفر آخرت کے بارے میں آپ کچھ تحریر فرمادیں، امید ہے کہ اللہ کے بندوں کو اس سے دینی نفع ہوگا ـــــ میری اس درخواست پر مولانا نے جو تحریر فرمایا وہ بعینہٖ ذیل میں

نذر ناظرین کیا جا رہا ہے :

کچھ باتیں حاجی علاء الدین صاحب مرحوم کے بارے میں

سنہ ۱۹۶۱ء میں چار ماہ کا وقت فارغ کر کے جب بندہ کی حاضری بنگلہ والی مسجد (بستی نظام الدین دہلی میں) ہوئی تو حاجی صاحب مرحوم کا اس سفر میں ساتھ ہوا محبت اور تعلق کی ابتدا تو اس سفر میں ہوئی پھر مرتے دم تک ہم دونوں کا یہ تعلق بڑھتا ہی رہا، ہم دونوں کا اصلاحی تعلق بھی حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ساتھ ساتھ ہوا پھر ان کے انتقال کے بعد اس اصلاحی تعلق کی تجدید اپنے موجودہ حضرت جی دامت برکاتہم سے بھی ساتھ ساتھ ہوئی، بندہ کا ہمیشہ یہ مشاہدہ رہا کہ اپنے تمام اہم امور میں حاجی صاحب مرحوم حضرت سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے اور ان امور میں ہمیشہ واسطہ بندہ ہی کو بناتے تھے، میرے دونوں بھائیوں کے انتقال پر بندہ کی تسلی اور ڈھارس بندھانے میں مرحوم کا بڑا حصہ رہا اور ان دونوں کے انتقال سے کاروبار اور میری خانگی زندگی پر جو احوال آئے ان میں مرحوم کے قیمتی مشوروں سے بہت مدد ملی، بڑے صاحب بصیرت اور اہل الرائے میں سے تھے، مرحوم کے چار تبلیغی اسفار بیرونی ممالک کے ہوئے اور ان چاروں اسفار کی تشکیل بھی بلا واسطہ بندہ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔

جناب کے علم میں ہے کہ ہمارے علاقہ کے کافی تعداد میں لوگ کاروبار کے سلسلہ میں بمبئی رہتے ہیں، اور گرمیوں میں اکثر اپنے وطن جاتے ہیں اور انھیں دنوں میں شادیاں اور برادری کی دوسری تقریبات بھی ہوتی ہیں، اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ہمارے علاقہ کے ذمہ دار احباب ان دنوں میں ایک اجتماع کر لیتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس اجتماع میں شریک ہو کر دین کی باتیں سنیں اور جماعتوں میں وقت لگائیں، حاجی صاحب مرحوم کو یہ فکر رہتی تھی کہ اس موقع پر بندہ کی بھی حاضری علاقے میں ہو جایا کرے، عوام و خواص اور علماء میں جم کر

بات کی جائے اور بیانات میں ان باتوں کی بھی نشاندہی کی جائے جو ماحول کے اثر سے شریعت وسنت کے خلاف برادری میں رائج ہو جاتی ہیں، مرحوم کو اس کی بڑی فکر رہتی تھی کہ ہمارے علاقے اور برادری سے ان منکرات کا ازالہ ہو۔۔۔

اس سال یہ اجتماع ۹ ر ۱۰ر جون کی تاریخ میں علاقہ پالنپور میں بمقام بادر گڈھ ہونا طے پایا تھا، یہاں نظام الدین کی مصروفیات کے پیش نظر اوقات میں اس کی کم گنجائش ہوتی ہے کہ اپنے علاقے کا سفر ہو سکے، گجرات کے ذمہ داروں اور خود حاجی صاحب مرحوم پر اس کا شدت سے تقاضہ تھا کہ بندہ اس میں شریک ہو، باوجود طبیعت کی خرابی کے، اہتمام سے خود دہلی کا سفر کیا اور حضرت والا سے اس اجتماع میں بندہ کی شرکت کی درخواست کی اور اجتماع میں میری شرکت کی افادیت تفصیل سے بتائی تو حضرت والا نے ان کی درخواست منظور فرمائی، حضرت کے یہاں ان کی بات کا بڑا وزن اور ان کی کسی درخواست کا بڑا پاس اور لحاظ رہتا تھا۔۔

بادر گڈھ پالنپور سے تقریباً ۱۰-۱۲ کیلو میٹر پر ہے، حاجی صاحب کا گاؤں متیا بادر گڈھ سے تقریباً گیارہ کیلو میٹر ہے، حضرت والا سے اس اجتماع میں بندہ کی شرکت کی منظوری کے بعد حاجی صاحب مرحوم نے دہلی ہی سے فون کے ذریعہ ذمہ داروں کو میری حاضری کی اطلاع دی اور خود بھی ۲۸ر مئی کو پالنپور تشریف لے گئے تاکہ انتظامی اور تشکیلی امور کی طرف ذمہ داروں کو زیادہ سے زیادہ متوجہ کریں، پالنپور سے پھر واپس بمبئی تشریف لائے، حالانکہ ضعف اور ناتوانی حد درجہ تھی، بمبئی کے احباب کو بھی اس اجتماع کے لئے فکر مند کیا

حسب پروگرام بندہ ۷ر جون کو دہلی سے روانہ ہو کر ۸ر جون کی صبح پالنپور پہونچا ادھر حاجی صاحب مرحوم ۷ر جون کو بمبئی سے چل کر ۸ر جون کو احمد آباد پہونچے اور اپنے بیٹے عباس کی گاڑی سے میرے استقبال کے لئے پالنپور اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں اپنے بیٹے عباس سے کہا کہ جلدی چلو

تاکہ میں مولوی صاحب کے پہونچنے سے پہلے پالنپور اسٹیشن پہونچ جاؤں، پالنپور اسٹیشن پر ایک نمبر پلیٹ فارم پر بیٹھ گئے، میری گاڑی درمیانی پلیٹ فارم پر آئی، ساتھیوں سے کہا کہ میرے اندر تو طاقت پل پر چڑھنے کی ہے نہیں، مولوی صاحب جب یہاں سے گذریں گے تو ملاقات کروں گا، چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی مجھے اس دن اپنے گاؤں گٹھامن جانا تھا، اور گویا ۸ر جون کا دن میرے گاؤں گٹھامن ہی کا تھا، وہاں گاؤں والوں سے ملاقات اور اپنے ایک عزیز کی تعزیت کرنی تھی، میرا گاؤں گٹھامن پالنپور سے سات کیلو میٹر پر ہے، پروگرام تو یہ تھا کہ حاجی صاحب مجھ سے پالنپور اسٹیشن پر مل کر بادر گڈھ چلے جائیں گے اور میں گٹھامن چلا جاؤں گا اور اگلے دن ۹ر جون کو انشاء اللہ بادر گڈھ کے اجتماع میں ملاقات ہوگی مگر حاجی صاحب مرحوم میرے اعزاز میں گٹھامن بھی ساتھ ساتھ آئے، ساتھ میں ناشتہ ہوا، ناشتے ہی پر علاقہ کے احوال کا مذاکرہ ہوا، اور عمومی بیانات میں کن باتوں کی رعایت کی جائے اس کی نشاندہی کی، ناشتے سے فارغ ہو کر حاجی صاحب بادر گڈھ چلے گئے۔

۹ر جون کو جب میں بادر گڈھ پہونچا تو یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ حاجی صاحب مرحوم اجتماع کی محنت کے سلسلہ میں دن بھر فکرمند رہے، اجتماع کے نظام الاوقات طے کئے، اس طرح شام تک مصروف رہے، ۹ر جون کو فجر بعد خود ہی بتایا کہ رات کو میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی، گولی وغیرہ لینے سے اب طبیعت ٹھیک ہے ۸ بجے دوبارہ طبیعت خراب ہوئی، ساتھیوں کو مشورہ کے لئے بلایا، انھوں نے دیکھا کہ سانس پھول رہی ہے اور کسی طرح قرار نہیں ہے، مرحوم ہر سانس میں اللہ اللہ کہتے تھے، ڈاکٹر کو بلایا گیا، انھوں نے انجکشن دیا۔ گولیاں دیں، لیکن تنفس کی کیفیت میں کوئی افاقہ نہیں ہوا، چنانچہ احباب مشورے سے حاجی صاحب کو پالنپور لے گئے اور ڈاکٹر سلیم شیخ کے اسپتال میں داخل کیا گیا اور ای، سی، جی وغیرہ کے بعد علاج شروع ہوا، حاجی صاحب مرحوم کے

صاحبزادے عباس کو بھی فوری اطلاع کرکے پالنپور حاجی صاحب کے پاس بلالیا گیا اور وہ اپنے والد کی خدمت میں لگ گئے، بندہ نے ۸ر جون کی شام کو باورگڈھ کے اجتماع سے کچھ احباب کو بھیج کر جب خیریت دریافت کرائی تو معلوم ہوا کہ ابھی تک طبیعت سنبھلی نہیں ہے، چنانچہ اسی روز دن گذر کر شب کے بارہ بجے حاجی صاحب اللہ اللہ کہتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرماگئے، رات ہی کو فون کے ذریعہ باورگڈھ اطلاع آگئی تھی، بندہ کو صبح خبر ہوئی، حاجی صاحب کے صاحبزادے اسپتال سے ان کی میت لے کر سیدھے اپنے گاؤں متیا چلے گئے، ۱۰ر جون کو بعد فجر بندہ کا پرانوں میں بیان تھا، پھر ناشتے کے بعد خواص میں تھا، اسے مختصر کرکے شیخ محمود ضیاء اور دیگر احباب کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم کے گاؤں متیا پہونچے ان کے صاحبزادوں کی تعزیت کی، ان پر رقت طاری تھی، بندہ نے اُن کو تسلی دی اور عرض کیا کہ یہ وقت دعا مانگنے کا ہے، ایسی کیفیت ہر وقت نہیں رہتی مرحوم کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرو، اس وقت پوری انسانیت کی ہدایت کی بھی دعا کرو ۔

زوال سے پہلے جنازہ کی نماز بندہ ہی نے پڑھائی، اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید حاجی صاحب مرحوم نے یہ تمام تگ ودو اسی لئے کی تھی کہ بندہ انکی نماز جنازہ پڑھائے، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کی اولاد اور پسماندگان کو اپنے عالی دین کی محنت کے لئے قبول فرمائے ۔

چونکہ قبرستان کی جگہ ناکافی تھی، اس لئے گاؤں کے چوراہے پر نماز جنازہ ہوئی لوگوں کا بیان ہے کہ اس گاؤں میں کبھی کسی کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا گیا ۔ (از مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری دامت فیوضہم)

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اس دنیا کے خاص حالات کی وجہ سے قتال فی سبیل اللہ کے میدان کی شہادت کا دروازہ تو مدت سے بند ہے لیکن احیاء دین کی جد و جہد اور محنت و قربانی

کی شکل میں جہاد فی سبیل اللہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس راستہ میں جان دینا بھی بلاشبہ شہادت فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حاجی علاء الدین صاحب کو اس شہادت کی نعمت عظمیٰ سے بھی نوازا ہے، اس کی کریمی سے امید ہے کہ آخرت میں ان کا حشر شہداء فی سبیل اللہ کے زمرہ میں ہوگا۔ اور ان کے ساتھ رحمت کا خاص معاملہ فرمایا جائے گا۔ انشاء

غفور مشکور ـ

مرحوم مغفور حاجی احمد سرنگ راندیری

مخدومنا حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری دامت فیوضہم دبرکاتہم کے گرامی نامہ سے ہماری جماعت اور سلسلہ کے ایک بہت معمر بزرگ حاجی بھائی احمد سرنگ راندیری کے حادثہ انتقال کی اطلاع ملی، ان بزرگ نے سنہ ہجری قمری کے حساب سے ایک سو آٹھ سال کی عمر میں وفات پائی ان کے حالات کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے ایما سے ان کے ایک خادم نے جو کچھ لکھا ہے، ناظرین کی سبق آموزی کے لئے اس کا حاصل ذیل کی سطروں میں نذر ناظرین کیا جارہا ہے :ـ

حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء عمر ہی میں صلاح و تقویٰ کی نعمت سے نوازا تھا، جوانی ہی میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ راشد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے، جبتک حضرت اس دنیا میں رہے، رائے پور (ضلع سہارنپور) ان کی خدمت میں حاضر اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے حضرت کے وصال کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے بیعت کر کے اصلاحی تعلق قائم کیا، پھر ان کی وفات کے بعد اپنے پیر بھائی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ سے بیعت کی تجدید کی اور اصلاحی تعلق قائم فرمایا، حضرت کی حیات میں رمضان مبارک رائے پور میں حضرت کی خدمت و صحبت میں گذارنے کا حسب توفیق اہتمام کرتے ـــــــ پوری زندگی استقامت کے ساتھ اپنے مشائخ کے طریقہ پر گذاری اتباع سنت اور بدعات و معصیات سے اجتناب ان کی زندگی کا شعار تھا، نماز باجماعت

اوائل ــــــ کا زندگی بھر غیر معمولی اہتمام رہا، نوافل میں اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، نیز ذکر وتلاوت اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے گویا عادت ثانیہ بن گئی تھی ـــــــ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بزرگ کوئی خانقاہی درویش تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بمبئی میں بڑا تجارتی کاروبار تھا اور اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی تھی، امور خیر میں خفیہ طور پر فراخ دستی سے خداداد دولت صرف فرماتے، علماء اور صالحین سے گہرا تعلق رکھتے تھے، موجودہ علماء کرام میں سے حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب دامت برکاتہم سے عقیدت ومحبت کا خاص تعلق تھا مرض وفات میں پندرہ دن پہلے سے کھانا پینا بالکل بند کر دیا تھا، مفتی صاحب روزانہ عیادت کو تشریف لے جاتے تو ان کے فرمانے سے انہی کے دست مبارک سے صرف تین چمچے دودھ یا پانی کے لے لیتے، پھر منھ بند ہو جاتا تھا، آخری دن ۲۵ شعبان کی شب میں وفات سے کچھ پہلے اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ مجھے نہلا کر پاک صاف کر دو اور کپڑے بدلوا دو ان کے حکم کی تعمیل میں صاحبزادوں نے ایسا ہی کیا، تقریباً ایک گھنٹہ ہی کے بعد روح جسم اور سب گھر والوں اور اس عالم کو خیر باد کہہ کر عالم آخرت کی طرف پرواز کر گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے ساتھ مغفرت ورحمت کا خاص معاملہ فرمائے اور ان کے اخلاف خاص کر فرزندوں کو ان کی دینی دولت کا بھی وارث بنائے اور ہم سب کو سبق لینے کی توفیق دے۔

مرحوم مغفور حاجی شمس الدین صاحب

اللہ کے جو بندے اس عاجز کے ساتھ اس حسن ظن کی بناء پر جس کا فی الحقیقت بندہ قطعاً مستحق نہیں ہے، مخلصانہ للّہی محبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک لکھنؤ ہی کے حاجی شمس الدین صاحب مرحوم بھی تھے۔

اب سے تقریباً ۴۰ سال پہلے جب احیاء دین کی اس دعوت وجدوجہد میں جو تبلیغ کے نام سے معروف ہو گئی ہے، اس عاجز کو زیادہ مشغولیت نصیب تھی، اس سلسلہ میں جماعتوں کے ساتھ قریب اور دور کے سفروں کی بھی توفیق ہوتی تھی، اسی زمانے میں مرحوم حاجی شمس الدین صاحب

کی پہلے مقامی ہفتہ واری اجتماع میں آمد شروع ہوئی، پھر جماعتوں کے ساتھ سفروں میں بھی وہ کبھی کبھی ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دینی ترقی کرتے رہے۔

یہ عاجز توانی معذوری کی وجہ سے تقریباً ۱۲، ۱۳ سال سے مقامی ہفتہ واری اجتماع میں بھی شریک نہیں ہو سکا رہا لیکن مرحوم کا تعلق قائم رہا۔ اس عاجز سے ملاقات کے لئے غریب خانہ پر آنے کا بھی معمول رہا۔ ادھر کئی سال سے قلب کے مریض ہو گئے تھے۔ اور کئی دفعہ ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ لیکن اگر کوئی خاص تکلیف نہ ہوتی تو ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کرتے اور حسب توفیق جماعتوں کے ساتھ سفر بھی کرتے۔

گذشتہ رمضان مبارک سے کچھ پہلے جماعت کے ساتھ بعد رمضان ایک چلہ کے سفر کا ارادہ کرلیا تھا اور نام لکھوا دیا تھا۔ لیکن ان کے بارہ میں مشیت خداوندی کا جو فیصلہ ہو چکا تھا۔ اس کا انکو یا کسی دوسرے کو علم نہیں تھا۔

رمضان مبارک کی ۳ر تاریخ جمعرات کا دن تھا اپنی مسجد میں عصر کی نماز خود ہی پڑھائی نماز کے بعد معمول کے مطابق تعلیمی حلقہ ہوا، حاجی صاحب ہی نے کتاب پڑھی مغرب کی نماز بھی مسجد میں خود پڑھائی جو حافظ صاحب مسجد میں تراویح میں قرآن پاک سناتے تھے وہ آگئے تو روزانہ کے معمول کے مطابق ان کو ساتھ لے کر گھر آئے اور ان کے ساتھ ہی کھانا کھایا، کچھ دیر کے بعد نماز عشاء کیلئے تیاری کی اچانک قلب میں تکلیف شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد بجائے مسجد جانے کے اپنے خالق و پروردگار کے حضور میں پہونچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سب مومنین کے ساتھ اور ہمارے ساتھ بھی مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے ناظرین کرام سے بھی اس دعا کی استدعا ہے اس دنیا سے جانے والوں کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرنا دعا کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور جانے والے بندوں کی خدمت۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

مکہ مکرمہ میں ایرانیوں کے حالیہ خونریز ہنگاموں کے پیچھے کیا سازش ہے؟

اور شیعوں کے اصلی عقائد اور منصوبے کیا ہیں؟

اور شیعوں کے بارے میں ائمہ اسلام اور فقہا و مجددین کی کیا رائے رہی ہے؟

اور اس دور کے ماہرین فقہ و محقق علمار کی اثنا عشری مذہب اور اسکے پیروکاروں کے بارے میں کیا رائے ہے؟

اور خمینی اور اس کے ہم مذہبوں کے بارے میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ سلفیہ بنارس، جیسے ہندوپاک، بنگلہ دیش و برطانیہ کے سو سے زائد ممتاز دینی اداروں اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری، حضرت مولانا عبیداللہ مبارکپوری، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی، حضرت مولانا صدیق احمد باندوی، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی اعظم پاکستان، حضرت مولانا خان محمد صاحب، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی وغیرہم۔ اور ہندوپاک بنگلہ دیش و برطانیہ کے آٹھ سو سے زائد اکابر اہل علم کا کیا موقف ہے؟

تو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ
الفرقان بکڈپو لکھنؤ کی تازہ پیشکش

خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں

علمار کرام کا متفقہ فیصلہ

کا ضرور مطالعہ کریں

حصہ اول/۱۶ — حصہ دوم/۱۳

الفرقان بکڈپو
۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ALFURQAN MONTHLY
31, NAYA GAON WEST
LUCKNOW-226 018 (INDIA)
Phone : 45547

Vol. 56 No. 8
Aug., 1988

Only Cover Printed at CLASSIC PRINTERS, Kaiserbagh, Lucknow

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
ماہنامہ
الفرقان
لکھنؤ
مدیر
خلیل الرحمن سجاد ندوی
قیمت
3/50

منتخب کتابیں

نالۂ نیم شبی
مجموعہ حمد و نعت ازام ہانی 12/-
نغمۂ عنبریہ بذکر میلاد خیر البریہ 8/-
حضرت مولانا عبد الشکور فاروقیؒ
مکتوبات ماجدی
مرتبہ ڈاکٹر ہاشم قدوائی جلد اول 40/- دوم 50/-
اسلامی نظام زندگی
پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی 32/-
سیرت ائمہ اربعہ
رئیس احمد جعفری 45/-
انفاس عیسیٰ
از افادات مولانا اشرف علی تھانویؒ 50/-
قرآن ایک نظر میں
محمد میاں صدیقی 35/-
تاریخ بیت المقدس
ممتاز لیاقت 25/-
دین دنیا
رئیس احمد جعفری 40/-
تاریخ حرمین شریفین اردو
علامہ الحاج عباس کرارہ مصری 32/-
اجزائے ایمان
پروفیسر محمد طاہر 35/-
شمائل رسول اردو
شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی 28/-
سپریم کورٹ کا فیصلہ حقائق و واقعات کی روشنی میں
مولانا محمد شہاب الدین ندوی 10/-
بنات اربعہ
مولانا محمد نافع 35/-
فیضان محبت
حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کے عارفانہ
اشعار کی تشریح 23/-

جدید فقہی مسائل
مولانا [illegible] سیف اللہ رحمانی
حصہ اول 25/- حصہ دوم
تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات
مولانا عبید اللہ اسعدی 10/-
النبی الخاتم
مولانا سید مناظر احسن گیلانی 12/-
اقوال سلف
مرتبہ مولانا محمد قمر الزماں صاحب 23/-
اصول الفقہ
مولانا عبید اللہ اسعدی
اسلام کا پیغام نوع انسانی کے نام
مولانا عبد الباسط قریشی 20/-
امثال عبرت
منتخب از خطبات حضرت تھانویؒ 12/50
انسان اور اس کا مستقبل
مولانا عبد الباسط قریشی 8/-
اسلام اور عصر حاضر
مولانا شہاب الدین ندوی 12/-
قاتلان حسین کی خانہ تلاشی
مولانا عبد الشکور فاروقیؒ 7/-
روشنی
مولانا عبد الشکور فاروقیؒ
اول 40/- دوم 40/-
آسان عربی زبان
مولانا شہاب الدین ندوی مکمل ۲ حصے 9/-
ہادی اعظم
مولانا محمد قاسم ندوی 5/-
نماز حنفی مترجم
مولانا عاشق الٰہی بلند شہری 1/50

سیرۃ النبیؐ
تصنیف شبلی نعمانی حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ
مکمل سیٹ ۷ جلدیں غیر مجلد 301/-
اشرف الجواب
حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ 42/-
القاموس الجدید
متوسط سائز مع اضافہ (اردو عربی) 85/-
خورد پاکٹ سائز " 32/-
" عربی اردو 27/-
اردو عربی ڈکشنری
مولانا عبد الحفیظ بلیاوی 25/-
فضائل اعمال
از حضرت شیخ الحدیثؒ
جلد اول 35/- دوم 40/-

مدارس کے طلبہ کے لئے
کچھ درسی کتابیں

عربی کا معلم کلاں ۴ حصے 33/-
کلید جدید عربی کا معلم
برائے حصہ اول 2/- برائے حصہ دوم 2/-
زاد الطالبین (عربی) 10/-
مشکوٰۃ المصابیح 122/-
مصباح العوامل 20/-
تفسیر بیضاوی 40/-
بلوغ المرام 15/-
احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق 30/-
پنج گنج 9/-
مختصر القدوری 33/-
مقامات حریری 20/- محشی 32/-
نور الایضاح 17/50
سنن ابن ماجہ 70/-
ہدایہ اولین 105/- آخرین 115/-
کنز الدقائق 72/-

ملنے کا پتہ
الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

ماہنامہ
الفرقان لکھنؤ

سالانہ چندہ

اندرون ملک ـــــ ۳۵/=

بنگلہ دیش ـــــ ۴۰/=

پاکستان ـــــ ۸۰/=

دیگر ممالک ذریعہ بحری ڈاک ۹۰/= یا ۵/= پونڈ

" " ہوائی ڈاک ۱۸۰/= یا ۱۰/- پونڈ

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ

ادارہ اصلاح و تبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور

ہمارا پتہ: ماہنامہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

جلد ۵۶
شمارہ ۱۰
ستمبر ۱۹۸۸ء مطابق صفر ۱۴۰۹ھ

فہرست

- نگاہ اولیں — جناب محمد صلاح الدین مدیر تکبیر کراچی — ۲
- جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ کچھ باتیں کچھ یادیں — مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ۱۴
- معارف الحدیث — مولانا محمد منظور نعمانی — ۲۴
- زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ پر تحقیقی نظر — مولانا عتیق احمد بستوی — ۳۳

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے سالانہ چندہ ارسال کریں ــــ یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا

نگاہِ اولیں

جناب محمد صلاح الدین صاحب، مدیر تکبیر، کراچی

صدر محمد ضیاء الحق شہیدؒ

راقم الحروف اس شمارہ کے ان صفحات کے لئے اپنا مضمون تقریباً مکمل کر چکا تھا، کہ ہفت روزہ تکبیر کراچی کے مدیر جناب محمد صلاح الدین صاحب کا ایک مضمون "تعمیر حیات" لکھنؤ میں نظر سے گذرا خیال ہوا کہ الفرقان کے قارئین کی نظر سے بھی اس مضمون کا گذرنا ضروری ہے۔ چونکہ پورے شمارہ کی کتابت مکمل ہو چکی تھی، اس لئے یہی مناسب سمجھا کہ اپنا مضمون روک کر اس کی جگہ نگاہ اولیں کے صفحات ہی میں یہ مضمون گنجائش کی کمی کی وجہ سے قدرے حذف و اختصار کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔ ہمیں جو کچھ عرض کرنا ہے اس مضمون کے مشتملات کی روشنی میں اس کا کہنا بھی آسان ہوگا اور سمجھنا بھی۔ البتہ اس کے لئے قارئین کرام کو آئندہ شمارہ کے انتظار کی زحمت گوارا کرنی ہوگی۔ — مدیر

اے اللہ میں نہایت حقیر ناچیز، کمزور، گنہگار اور عاجز بندہ ہوں۔

پاک پروردگار! میں لوگوں کے دل میں جھانکنے اور ان کے باطن تک رسائی رکھنے پر قادر نہیں ہوں۔ دلوں کا حال جاننا، اس میں چھپی خواہشوں، تمناؤں، اچھی بری نیتوں اور عزائم سے باخبر ہونا تو صرف تیری ہی صفت ہے۔

رب العزت! میری نظر صرف ظاہر بین ہے۔ نسیان، قلت علم اور قصور فہم کی کمزوریاں

میرے ساتھ لگی ہیں۔ جذبات واحساسات تو نے میری سرشت میں رکھ دیے ہیں

اے احکم الحاکمین! میں اس دنیا میں تیرے بندوں کے سامنے اور آخرت میں تیرے حضور تیری ہی ہدایت کے مطابق خدا واسطے کا گواہ بن کر تیرے ایک ایسے بندے کے بارے میں گواہی دینا چاہتا ہوں جو ہمارے درمیان سے اٹھ کر اب تیری بارگاہ میں جا پہنچا ہے لیکن میرے ملک میں اور عالمی رائے عامہ کے سامنے اپنے کردار وعمل کے حوالے سے ہر جگہ زیر بحث ہے۔

میرے مالک! میں اس کی زندگی کے بعض گوشوں کا براہ راست مشاہدہ رکھتا ہوں میری حیثیت عینی شاہد کی ہے۔ مجھے توفیق دے کہ ہر نوعیت کے خوف، اندیشوں، وسوسوں، تملق مداہنت، جانبداری، خوشامد، مدح سرائی اور دوسری آلودگیوں سے پاک رہ کر تیرے اور تیرے بندوں کے سامنے سچی گواہی دے سکوں۔ ایسا کرنا تیری توفیق اور ہدایت وحفاظت کے بغیر کب ممکن ہے؟

اے رب العالمین! میں تیرے اور تیرے بندوں کے سامنے آخرت کی پوری جوابدہی کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شہید بندہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق میری ظاہر بین نگاہوں کے نزدیک ایک عبادت گذار بندہ تھا صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآن کا پابند اور تہجد گزار اسے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے اندر میری آنکھوں نے جن کیفیات کے ساتھ دیکھا ہے وہ کسی منافق کے اندر پیدا نہیں ہوسکتیں۔ اسے ایک بار نماز عشاء کے بعد حرم پہنچنے پر مقام ابراہیم سے متصل مصلیٰ بچھا کر نماز باجماعت کے موقع پر جب امام نے یہ کہہ کر جبراً آگے بڑھا دیا اور خود پیچھے ہٹ گئے کہ "مسلمانوں کے امام تو آپ ہیں، نماز آپ ہی پڑھائیں،" تو اس کی حالت غیر ہوگئی، قدم لڑکھڑانے لگے، آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور گلا رندھ گیا اس نے سورہ فاتحہ بھی بڑی مشکل سے مکمل کی، اور مختصر سورتوں کے ساتھ نماز اس طرح پڑھائی کہ ہم دوران نماز اس کے بے ہوش ہوجانے کے اندیشے میں مبتلا رہے۔ وہ ملتزم سے لپٹ کر جس طرح رویا، خانہ کعبہ کے اندر جاکر جس طرح تڑپا اور جذبات تشکر سے اپنے رب کے سامنے گڑگڑایا وہ اس کے صاحب ایمان ہونے کی دلیل تھی میں نے جب اس لرزہ بر اندامی کا سبب پوچھا تو اس نے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بتایا "صلاح الدین صاحب! میرے لیے یہی سعادت

کیا کم تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر سال کم از کم ایک بار ضرور زیارت حرمین شریفین عطا کر دیتا ہے میں گنہگار تو بیت اللہ میں حاضری کا مستحق بھی نہیں یہ تو بس اسی کا کرم ہے ۔ یہاں نماز پڑھنا ہی بڑی سعادت ہے ۔ اسمیں امامت کے مصلیٰ پر ضیاء الحق کو کھڑا کر دیا جائے ، یہ تو میرے تصور میں بھی نہیں آسکتا ۔ میں اپنی حیثیت اور اس مصلےٰ کی بلند حیثیت کے خیال سے پانی پانی ہوا جاتا تھا ۔ امام صاحب نے مجھ پر ایسا بوجھ رکھدیا جسے اٹھانے کی مجھ میں سکت نہ تھی ۔" میں نے چین میں جاپان میں ، انڈونیشیا ، ملیشیا ، سنگاپور ، تھائی لینڈ ، مصر ، ترکی ، بھارت اور دیگر ممالک میں اسے عین مذاکرات اور انٹرویو کے دوران گھڑی دیکھ کر جس طرح پابندی وقت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے اٹھتے دیکھا اور بیرونی سفر میں بھی تہجد کا اہتمام کرتے دیکھا وہ حقوق اللہ کے معاملے میں اس کے احساسِ فرض اور تعلق باللہ کا بین ثبوت تھا ۔

۲ - اللہ تعالیٰ کی قوت کاملہ پر اس کا پختہ یقین تھا ۔ بھٹو کی پھانسی کا نازک مرحلہ ہو افغانستان پر روس اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کی دھمکیاں ہوں یا امریکہ میں یہودیوں کی پاکستان دشمن مہم ہو یا تخریب کاری کے بڑے واقعات ہوں یا بے نظیر کی لاہور آمد پر لاکھوں کا ہجوم ، امریکہ کی طرف سے اقتصادی امداد بند کرنے کی دھمکیاں ہوں ، یا اوجڑی کیمپ کا واقعہ میری نگاہ نے اس شخص کے چہرے پر کبھی پریشانی کے آثار نہیں دیکھے ۔ اس کے مزاج میں بلا کا ٹھہراؤ تھا ۔ وہ عزیمت اور استقامت کی چٹان تھا اور اس کے قلب کی سکینت اور اس کے نفس مطمئنہ کا حقیقی سبب اللہ کی ذات پر اس کا غیر متزلزل ایمان تھا ۔

۳ - وہ جذبۂ حب رسول ؐ سے سرشار تھا میں نے اسے رمضان المبارک میں اور سال کے دوسرے مہینوں میں مسجد نبوی ؐ میں جس خشوع و خضوع سے محو عبادت دیکھا ہے ، جس انہماک سے تلاوتِ کلام پاک ، نوافل اور وظائف میں مستغرق پایا ہے اور پھر مواجہ شریف کے سامنے سے گزرتے روضۂ رسول کے اندر داخل ہوتے اور اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے دیکھا ہے ، وہ اس کے عاشق رسول ؐ ہونے کی کھلی نشانی تھی ۔ وہ اپنے رفقاء کی پوری ٹیم میں عبادت اور حضوری قلب کے لحاظ سے سب سے آگے ہوتا ۔ لوگ نوافل ، تلاوت اور نماز باجماعت کے درمیانی وقفوں میں آپس میں کچھ گفتگو کر لیتے ، کچھ دیر کے لئے بازار ہو آتے ، ادھر ادھر گھوم لیتے ، لیکن وہ

مسجد نبوی میں حاضری کے بعد یہاں سے رخصت ہونے تک مسلسل محو عبادت رہتا دوسروں کے حقوق اور تمناؤں کا بھی خیال کرتا مصلی رسولؐ پر سجدہ ریز ہونے کے بعد اٹھتا اور اشارے سے سب کو باری باری وہاں نوافل پڑھنے کی ترغیب دیتا، اس نے کبھی مجیب الرحمٰن شامی کا کبھی میرا اور کبھی کسی اور کا بازو پکڑ کر اسے آگے بڑھایا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی کوشش ہوتی کہ ایسے ہر سفر میں جس کی راہ میں سعودی عرب آتا، یا قریب پڑتا ہو، وہ حاضری حرمین سے ضرور مشرف ہو ۔

۴۔ وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے حرمین کی حاضری ہی کو اپنی سعادت نہ سمجھتا تھا بلکہ اس کی پاسبانی کا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جان دینے کی آرزو بھی رکھتا تھا۔

مارچ ۸۲ء میں دہلی میں غیر وابستہ تنظیم (NAM) کی کانفرنس کے موقع پر جب پاکستانی سفارتخانے میں مدیران اخبارات کو دی جانے والی چائے کی دعوت میں ایک انگریزی روزنامے کے ایڈیٹر نے صدر سے کہا کہ "جناب! آپ کی ایک لاکھ فوج تو سعودی عرب میں موجود ہے، کیا آپ کرایہ کی فوج (MERCENERY) کا کردار بھی ادا کرتے ہیں"، تو صدر نے قہقہہ لگا کر جواب دیا "یہ معاملہ آپکی سمجھ میں آسانی سے نہیں آئے گا۔ بات یہ ہے کہ مسلمان دنیا کے کسی خطے میں آباد ہو۔ اس کا ایمانی رشتہ سرزمین حرمین ہی سے قائم رہتا ہے، وہ اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے، اس کا کعبہ وہیں ہے، اس کے رسول کا شہر وہیں ہے، وہ اپنے ایمان کی رو سے اس سرزمین کو خود اپنے وطن کی زمین سے زیادہ مقدس اور متبرک سمجھتا ہے اس کے دفاع کو اپنے وطن کے دفاع سے زیادہ اہمیت دیتا ہے، اپنے وطن پر جان دینے سے زیادہ بڑی سعادت حرمین کے لئے جان دینے کو سمجھتا ہے۔ ہماری جو فوج وہاں موجود ہے وہ دفاع وطن سے زیادہ اہم ذمہ داری ادا کر رہی ہے۔ خود ضیاء الحق اگر پاکستان کی حفاظت کرتے ہوئے جان دینے کے بجائے سرزمین حرمین کے دفاع میں جان دے تو خود کو زیادہ خوش نصیب سمجھے گا، جن صاحب نے یہ سوال کیا تھا ان کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی جو جواب سننے کے بعد تھرتھرانے لگی اور وہ اسے میز تک پہونچانے کے لئے وہاں سے کھسک لئے جس کا سینہ ایمان سے خالی ہو کیا اس کی زبان پر ایسا مسکت جواب آسکتا ہے ۔؟

۵۔ وہ اسلام سے گہرا جذباتی اور شعوری رشتہ رکھتا تھا اور اس کے نفاذ کا آرزومند تھا۔
نفاذ اسلام کے ابتدائی اقدامات کے نتائج واثرات اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا جائزہ لینے کے لئے جب اسلام آباد میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تو اس نے غیر منتخب حکومت کے ہاتھوں نفاذ زکوٰۃ کی کوشش کو ناجائز ٹھہرانے والے ایک عالم دین سیاستداں کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے سامنے بیٹھے ہوئے علمار کرام سے پوچھا " محترم علمار کرام! مجھے یہ بتایئے کہ اگر کل میں خدا کے حضور حاضر ہوں اور وہ مجھ سے پوچھے کہ ضیار الحق میں نے تجھے زمین پر اقتدار بخشا تھا، پھر تو نے اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا فریضہ کیوں ادا نہیں کیا، اور میں اس کے جواب میں عرض کروں کہ باری تعالیٰ میں منتخب حکمراں نہیں تھا مجھے ایسا کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں تھا تو کیا اس جواب سے میری برأت ہو جائے گی؟ اس پر مولانا عبدالمالک کاندھلوی نے وضاحت کی کہ آپ کی برأت نہیں ہو سکتی۔ اقامتِ صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کی منصبی ذمہ داری ہے دوسرے علمار نے بھی اس کی تائید کی اور پھر باقاعدہ بحث کا آغاز ہوا۔ اسی اجلاس صدر ضیار الحق نے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے وزرار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب اس معاملہ میں میرے مخالف ہیں لیکن میں انشار اللہ تعالیٰ نفاذ اسلام کے لئے جو کچھ بن پڑا ضرور کروں گا، بحیثیت مسلمان اسے موثر اور نتیجہ خیز بنانا سب کی ذمہ داری ہے نفاذ کا اختیار میرے پاس ہے، وہ میں ضرور استعمال کروں گا، اور پالیسی کی حد تک ایسے فیصلے کر جاؤں گا جنھیں بعد والے کبھی منسوخ نہ کر سکیں گے۔

بلاشبہ صدر ضیار الحق نفاذ شریعت کا کام مکمل نہ کر سکے لیکن ماضی کے تمام حکمرانوں کی مجموعی کارکردگی کا موازنہ اگر ان کے کسی کام سے کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری نکلے گا۔ انھوں نے ملک کو ایک سمت دی۔ اقامت صلوٰۃ، نظام زکوٰۃ، بلاسود بینکاری، حدود آرڈیننس، شریعت کورٹ اسلامی نظریات کونسل لار کمیشن، نفاذ شریعت آرڈیننس اور قاضی عدالتوں کی آخری اسکیم اسی سمت میں منزل کی جانب بڑھنے کی کوشش اور اس راہ کے سنگ ہائے میل ہیں۔ یہ کوشش کیسی ہی حقیر اور غیر موثر کیوں نہ ہو اس کا کریڈٹ انہی کو جائے گا۔ وہ معیار مطلوب پر تو ناکام نظر آئیں گے لیکن کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے ان کا کام قیام پاکستان کے بعد ماضی کے تمام

کے کام سے زیادہ وسیع اور وقیع قرار پائے گا۔ بے شک وہ اپنی اور ہماری خواہش کے مطابق اس راہ پر زیادہ آگے نہ جا سکے لیکن مستقبل میں کسی نے اس راہ پر مزید آگے بڑھنا چاہا تو وہ محسوس کریگا بر ملا اعتراف کرے گا کہ ضیاء الحق مرحوم اس کا کام کتنا آسان کر گئے ہیں۔ اس راہ کی مزاحمتوں اور کانٹوں کو چن کر وہ نفاذ اسلام کی منزل پر پہونچنے کی آرزو رکھنے والوں پر کتنے احسانات چھوڑ گئے ہیں۔

۶۔ وہ اپنی ذاتی زندگی میں ایک صاف ستھرا اور منکرات سے پاک انسان تھا، یہ پاکیزگی اس کے اقتدار کا نمائشی خول نہ تھی اس کی شخصیت کا جزو لاینفک تھی۔ اس کے بچپن کے ساتھی اور فوجی زندگی کے رفقاء اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے نماز کا پابند تھا، تہجد گذار تھا، تلاوت اس کا محبوب مشغلہ تھا، کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، اسے کبھی کسی بیہودگی اور بد اخلاقی میں مبتلا نہیں دیکھا گیا۔ اسے جب فوجی اور سیاسی قیادت میسر آئی تو فوج میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی اور سابق حکمراں کے دور میں اباحیت پسندی، فحاشی وعریانی غنڈہ گردی اور بد معاشی ملک کی معاشرتی زندگی پر چھا گئے تھے، اس نے فوج کو انگریزوں کے دور سے چلی آنے والی برائی سے پاک کیا، میس سے شراب خانے رخصت ہوئے، ہر میس میں اور فوجی بیرک میں مساجد قائم ہوئیں نماز باجماعت کا اہتمام ہوا، نصاب تربیت میں قرآن وسنت، سیرت صحابہؓ اور نامور مسلمان جرنلوں کی زندگی کا مطالعہ غالب عنصر بنا۔ اخلاقی ماحول یکسر تبدیل ہوا۔

فوج میں پہلی بار بطور امام علماء اور ایم اے اسلامیات کی سند رکھنے والوں کا تقرر گریڈ نمبر ۷ میں ہوا اور انھیں کیپٹن افسروں کے مساوی رتبہ ملا۔ فوج کو ایمان، تقویٰ اور جہاد کا وہ سہ نکاتی نعرہ دیا جو درحقیقت ایک مسلمان سپاہی کو اسلامی فکر و کردار کے سانچے میں ڈھال دینے والا ہے۔ جن لوگوں کو مختلف ادوار میں فوجی بیرکوں اور اس کے تعلیمی وتربیتی اداروں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے، وہ سب اس امر کی گواہی دیں گے کہ ضیاء الحق شہید نے اس کے ماحول کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے کتنا نمایاں کام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے احکام ہدایات اور تقاریر کا مطالعہ کر کے اگر کوئی تحقیقی کام کیا جائے تو میری طرح کے افراد ہی نہیں پوری دنیا گواہی دے گی کہ ضیاء الحق مرحوم نے اس شعبہ میں کیا کچھ کیا ہے۔

مرحوم بلاشبہ معاشرے کو بدعنوانیوں اور دوسری برائیوں سے پاک نہ کر سکے لیکن

ملک کی مجموعی فضا کو انھوں نے شرافت شائستگی اور پاکیزگی سے ہمکنار کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ شدید ترین مزاحمت کے باوجود انھوں نے پی آئی اے کی بین الاقوامی پروازوں سے شراب کا خاتمہ کیا۔ سفارتخانوں کی تقریبات اور دعوتوں سے بھی ام الخبائث کا صفایا کیا، دفاتر، اداروں، ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں، پارکوں، تفریح گاہوں میں مساجد قائم کی گئیں۔ اس دور میں سرکاری اور غیر سرکاری شعبوں میں تعمیر مساجد کا جیسا ذوق وشوق ابھرا اور جتنی کثیر تعداد میں وسیع، خوبصورت اور جملہ ضرورتوں سے آراستہ مساجد تعمیر ہوئیں، اس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی شاید اسی خدمت کے صلہ میں اللہ نے اسے عالم اسلام کی انتہائی حسین اور کشادہ مسجد شاہ فیصل کی آغوش میں ابدی آرام کی سعادت سے نوازا، اور اس مسجد کو مسلمانوں کے دو عظیم رہنماؤں کی شہادت کی یادگار علامت بنا دیا۔

ضیاء الحق نے ایوان ہائے اقتدار کو بیہودگیوں سے پاک کر کے اسلامی اخلاق کی فضا سے معمور کیا۔ بینڈ باجے والے چھچھورے لباس کو رخصت کر کے قومی لباس کو اس کی جگہ دی۔ اور اپنے وزراء، سفراء، جج صاحبان، اور اعلیٰ سرکاری حکام کو اس کا پابند بنا کر ملک اور بیرون ملک اس لباس سے قوم کا شائستہ اور باوقار تشخص قائم کیا۔ قومی زبان کو ذریعہ اظہار بنا کر اس کو کسمپرسی اور احساس کمتری سے نجات دلائی۔ تلاوت کلام پاک اور اس کے ترجمہ سے کابینہ کے اجلاس کا آغاز کرنے کی روایت قائم کی، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات سے حتی الامکان فحاشی و عریانی کو ختم کرنے کی کوشش کی معیار مطلوب کی بجائے اگر ان کی کوششوں کے حاصل کا موازنہ ماضی کی حکومت کے رنگ ڈھنگ سے کیا جائے تو نمایاں تبدیلی محسوس کی جا سکتی ہے

مرحوم نے ۶ جولائی کو اسلام آباد میں مدیران اخبارات کو جو آخری عشائیہ دیا تھا، اس میں اخبارات میں شائع شدہ فحش تصاویر کا ایک انتخاب ان اخبارات کے مدیروں کو ایک خاتون کی نہایت موثر آواز کے ساتھ ایک بڑے اسکرین پر پیش کر کے شرم دلائی تھی کہ تم اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو کس روپ میں پیش کر رہے ہو؟ ان تصویروں کو دیکھ کر ان کے شائع کرنے والوں نے بھی شرم سے گردنیں جھکا لیں اور بعض لوگ احساس جرم سے آبدیدہ ہو گئے

کیا فحاشی و عریانی کا کوئی سرپرست اس طرح کی تدابیر انسداد اختیار کر سکتا تھا۔ ضیاء الحق نے ایسا ایک بار نہیں متعدد بار کیا اور مدیران اخبارات سے ان کی شاید ہی کوئی ایسی ملاقات ہو

جس میں انھوں نے اس پہلو پر اپنے دکھ کا اظہار اور اسی برائی کے خاتمہ کی درخواست نہ کی ہو۔ اس محاذ پران کی کشمکش کا حال سابق وزیر اطلاعات ونشریات راجہ ظفر الحق صاحب تفصیل سے پیش کر سکتے ہیں۔ مرحوم صدر نے پاکستان ایڈورٹائزنگ ایسوسی ایشن کے ساتھ اپنے حالیہ مذاکرات میں ٹی وی اور اخبارات کے اشتہارات کے لئے جو ہدایات دیں، اور پابندیاں عائد کیں ان پر اورینٹ ایڈورٹائزر کے چیرمین جناب ایس ایچ ہاشمی روشنی ڈال کر اپنی گواہی ریکارڈ کرا سکتے ہیں۔

فحاشی اور عریانی سے دلچسپی رکھنے اور کاروباری منفعت کی خاطر اسے برقرار رکھنے والی قوتوں نے اگرچہ صدر ضیاء الحق کو زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا، لیکن یہ کہنا بہت بڑا ظلم ہوگا کہ مرحوم اس برائی کے سرپرست تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کی مجموعی فضا کو اسلامی اقدار اخلاق سے ہم کنار دیکھنے کے آرزومند تھے، اور حتی المقدور اس کے لئے انھوں نے کوشش بھی کی۔

۷۔ سابق دور میں علماء اور دینی شعائر کی جس طرح بے حرمتی کی گئی اس کے لئے مسلم مسجد لاہور کے سانحہ اور ملتان میں ایک ممتاز عالم دین کے ساتھ طوائف کی جبری تصویر کے واقعہ کا حوالہ کافی ہے۔ ضیاء الحق نے علماء کا وقار واحترام نہ صرف بحال کیا بلکہ اسے بہت بلند کر دیا۔ دینی مدارس کی سرپرستی کی، ہر طبقے اور مسلک کے علماء کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی دی۔ انھیں قومی اسمبلی اور سینیٹ تک پہونچنے میں مدد دی۔ مختلف کانفرنسوں اور سرکاری تقریبات میں شرکت کرنے والے معززمہمانوں کی فہرست میں انھیں شامل کیا، شریعت کورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل اور اب بطور مشیر انھیں ہائی وسپریم کورٹ سے وابستہ کیا، وہ اپنے بیرونی سفر میں ایک قاری، امام اور نعت خواں کو ضرور ساتھ لے جاتے۔ طیاروں کی پرواز سے قبل مسنون دعا، پرواز کے دوران منتخب آیات کی تلاوت اور ان کے ترجمہ کا سلسلہ انھیں کی ہدایت پر شروع ہوا۔ انھوں نے تاریخ میں پہلی بار اقوام متحدہ میں اور فیڈل کاسترو کے ملحد ملک کیوبا میں اپنی تقریر سے قبل تلاوت قرآن کا اہتمام کر کے اپنی جرأت ایمانی کا ثبوت دیا اور دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ پاکستان میں علماء کی قدر ومنزلت اور دینی شعائر کی حرمت و پاسبانی ایسی کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی صدر ضیاء کے دور میں ہوئی۔ میں نے انھیں ملکی وغیر ملکی علماء کا جس طرح احترام کرتے اور ان کے آگے بچھتے دیکھا ہے وہ انھیں کا حصہ تھا انھوں نے شیخ الازہر کے استقبال کے لئے خود ایرپورٹ

جا کر اکرام علمار کی ایک مثال قائم کی، وہ جب بھی کسی مسلم ملک کا دورہ کرتے وہاں مقامی علمار سے ان کی ملاقات پروگرام کا لازمی حصہ ہوتی، کسی غیر مسلم ملک جاتے تو وہاں کسی مسجد میں نماز جمعہ کے موقع پر علمار اور مقامی مسلمانوں سے ملنے کی سبیل پیدا کرتے، پاکستان کے کسی سربراہ کو حرمین شریفین کے اماموں سے لے کر سعودی عرب، امارات، مصر، عراق وایران، بھارت، ملیشیا، انڈونیشیا افغانستان، سوڈان اور دیگر ممالک کے علمار اور دینی حلقوں سے وہ عزت و پذیرائی حاصل نہیں ہوئی جو صدر ضیار الحق مرحوم کو حاصل تھی، اس حلقہ میں اس کی محبوبیت دین سے اس کے لگاؤ کا ثمرہ تھی۔

۸ - وہ عالم اسلام کے اتحاد کا علمبردار تھا۔ اس نے شاہ فیصل شہید کے بعد اپنے ہمعصر حکمرانوں میں اس مقصد کے لئے سب سے زیادہ کام کیا۔ وہ مسلم سربراہ کانفرنس میں سب سے فعال مستعد اور محبوب رہنما نظر آتا تھا، اس کی بات پر خصوصی توجہ دی جاتی۔ اس نے ایران عراق جنگ میں امن کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا اور ایران و عرب ممالک کے درمیان اپنے تعلقات کو بڑی حکمت سے متوازن رکھا۔ بعض دوستوں کی ناراضگی مول لی لیکن اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس نے کاسہ بلانکا کانفرنس میں عرب قومیت کے مقابلے میں اسلامی اخوت پر مبنی مسلم قومیت اور امت واحدہ کے تصور پر جس زور و استدلال سے اور جذباتی انداز میں روشنی ڈالی۔ اس نے پوری مسلم دنیا اور اس کے رہنماؤں کو متاثر کیا۔ اس نے مصر کو دوبارہ عالمی اسلامی برادری کی تنظیم میں شامل کر کے جس طرح اسے یکہ و تنہا ہونے سے بچایا وہ اس کا بہت اہم کردار تھا۔ وہ افغانستان اور فلسطین ہی کی آزادی کا متمنی نہ تھا، دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں کو آزاد اور آبرومند دیکھنا چاہتا تھا۔ ان کی تحریکوں سے اس کا گہرا رابطہ تھا اور وہ سب کی رہنمائی کرتا حتی المقدور انھیں مدد بہم پہونچاتا۔ اس نے مسلم دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے کلیدی کردار ادا کیا۔ مسلم سربراہ کانفرنس کی کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے اس شعبہ کی منصوبہ بندی کی اور چین اور جاپان کو اس مقصد کے لئے مسلم دنیا سے قریب تر کیا۔ اس کا آخری بیرونی سفر دورۂ کویت بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھا۔ اس سے قبل اس نے مصر، ترکی اور اردن کے دورے میں بھی اس شعبے کی ترقی پر سب سے زیادہ توجہ دی

اور دفاعی صنعت کی ترقی میں باہمی تعاون کی راہ ہموار کی۔ دفاع میں مسلم دنیا کو بیرونی انحصار سے جلد از جلد نجات دلانا اس کی زندگی کا ایک اہم مشن تھا۔

۹۔ وہ انتہائی محب وطن اور پاکستان کی ترقی و خوشحالی اور قوت و استحکام کا آرزومند تھا اس کے نظریہ اور تحریک پاکستان کا گہرا شعور رکھتا تھا۔ وہ فکری لحاظ سے قائد اعظم اور لیاقت علی خاں کے بعد سب سے زیادہ روشن بیدار اور صحتمند ذہن کا مالک تھا۔ اس نے ۱۴ر اگست کے یوم آزادی کو، جو ایوب خاں کے دور سے پس منظر میں ڈھکیل دیا گیا تھا، از سر نو پوری آب و تاب سے بحال کیا اسے نیا اور نہایت ولولہ انگیز رنگ دیا، اور تحریک پاکستان کی روح کو اس میں سموکر قوم کی ذہنی تربیت کا اہتمام کیا۔ اس نے بنگلہ دیش میں دوبارہ پاکستان سے محبت کی فضا پیدا کی اس کٹے ہوئے بازو کے پاکستان سے گہرے تعلقات کے رشتوں میں جوڑا، اس نے ایک مدبر کی حیثیت سے عالمی رہنماؤں میں جو عزت و شہرت پائی اور احترام حاصل کیا وہ پاکستان میں کسی دوسرے حکمراں کو نصیب نہ ہو سکا۔

۱۰۔ وہ حقیقتاً جہاد افغانستان کا اصل قائد تھا۔ پاکستان ۳۰ لاکھ سے زائد مہاجرین کی میزبانی و نگہداشت کا بوجھ نہ اٹھاتا، افغانستان کی سرزمین پر اپنی آزادی کی جنگ لڑنے والوں کا مددگار و پشتیبان نہ بنتا اور بین الاقوامی سطح پر ان کے موثر وکیل و ترجمان کا کردار ادا نہ کرتا تو جہاد افغانستان کا تسلسل ۱۰ سال قائم نہ رہ سکتا تھا اس کردار نے دنیا کے سامنے دو باتیں واضح کیں۔ ایک یہ کہ مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ ان کی جغرافیائی سرحدیں ان کے مختلف مورچوں اور پناہ گاہوں کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا وجود ربط باہم سے قائم ہے۔ وہ ایک دوسرے کی خاطر جینے مرنے کا عزم رکھتے ہیں اور ان کے وسائل پوری امت مسلمہ کی امانت ہیں دوسری بات یہ واضح کی کہ کسی آزاد و خود مختار ملک پر بیرونی جارحیت کا مقابلہ محض قراردادوں اور مذمتی بیانات سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مظلوم قوم کے ساتھ عملاً کھڑے ہو کر ظالم اور جارح ملک کا مقابلہ کیا جائے تو دنیا کی کوئی قوت خواہ وہ سپر پاور ہی کیوں نہ ہو، بھاگ کھڑے ہونے پر مجبور کی جا سکتی ہے۔ آج روسی فوجوں کی واپسی میں جتنا حصہ ہمارے افغان بھائیوں کی قربانی کا ہے اتنا ہی دخل پاکستان کی جرأت و استقامت اور اس کی سرپرستی و رہنمائی

کا بھی ہے۔ ضیاء الحق کو افغان تنظیموں کی مشترکہ کونسل کی جانب سے "شہید جہاد افغانستان" کا خطاب اور کابل کی سب سے بڑی مسجد کا ان کے نام سے انتساب ان کے عظیم کردار کا کھلا اعتراف اور خراج عقیدت ہے ۔ وہ اس کردار کی بدولت ایک بہادر اور ذہین مسلم جنرل کی حیثیت سے ہمارے قابل فخر سپہ سالاروں کی صف میں شامل کئے جائیں گے ۔ انھوں نے جہاد افغانستان کے لئے اپنے ملک کو داؤں پر لگایا، اندرونِ ملک شدید مزاحمت کا سامنا کیا، روسی سفیروں، وزیروں اور سربراہوں کی ایسی ایسی دھمکیاں سنیں جو ابھی منظر عام پر نہیں آئیں۔ اس نے صرف خدا کی قوت و نصرت پر بھروسہ کیا اور کبھی حوصلہ نہ ہارا اس نے ایٹمی توانائی کے مسئلہ پر پوری دنیا اور بالخصوص امریکہ کے دباؤ اور دھمکیوں کا بھی جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا اور اقتصادی بائیکاٹ کے فیصلوں سے وہ ذرا ہراساں نہ ہوا۔ اسے افغانستان کی آزادی سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس کا اندازہ جناب مجیب الرحمٰن شامی کے کالم مطبوعہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۰ راگست ۱۹۸۸ء میں بیان کردہ واقعات سے ہو سکتا ہے جس میں وہ نجیب اللہ کو رخصت کرنے کے لئے خود اپنے اقتدار سے رخصت ہونے کی شرط بلا تامل قبول کرتا ہے ۔ وہ افغانوں کو کتنا عزیز اور محبوب تھا۔ اس کا اندازہ گلبدین حکمت یار کی اس پیش کش سے کیجئے جو انھوں نے ایک مذہبی جماعت کے ممتاز رہنما کی مذمت میں یہ کہہ کر پیش کی تھی کہ "اگر آپ کو یہ شخص پسند نہیں تو اسے ہمارے حوالے کر دیجئے ہم اسے آزاد افغانستان کا صدر بنائیں گے"

"۔ وہ ذاتی زندگی میں اسلامی اخلاق اور مشرقی تہذیب کا نمونہ تھا اس نے اپنے سیاسی حریفوں سے قید و بند میں بھی حسن سلوک کی ایک نئی روایت قائم کی۔ انھیں جیلوں کے بجائے زیادہ تر اپنے گھروں میں نظر بند رکھا اور ماضی کی روایات کے برعکس ان کی تذلیل و تحقیر سے ہمیشہ گریز کیا تنقید میں کبھی تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، کبھی سہواً بے احتیاطی ہوئی تو معذرت خواہی میں تاخیر نہ کی۔ اس میں خوش خلقی، تواضع انکسار، حلم و بردباری، صبر و تحمل اور عفو و درگزر کی صفات بہت نمایاں تھیں۔ وہ چھوٹے بڑے کے کسی امتیاز کے بغیر سب سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتا ۸۲ء میں دہلی میں غیر جانبدار تحریک کانفرنس کے موقع پر پاکستانی سفارتخانے کے استقبالیہ میں ایک ضعیف ملازم اپنی خدمت انجام دیکر قدرے دور جا کر دروازے سے

لگ کر کھڑے ہو گئے۔ صدر ضیاء الحق اس وقت ایڈیٹروں سے محو گفتگو تھے، اہم مسائل زیر بحث تھے۔ صدر کی نظر اچانک اس ملازم پر پڑی، چائے کی پیالی میز پر رکھی ایڈیٹروں سے چند منٹ کی اجازت چاہی اور تیزی سے دروازے کی جانب بڑھے۔ اس بوڑھے ملازم کو سینے سے لگایا اس کی اور اس کے بال بچوں کی خیریت دریافت کی، اس سے پوچھا "میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" وہ بوڑھا پھولے نہ سماتا تھا۔ ہم سب حیران تھے کہ صدر نے سب کو چھوڑ کر اور سلسلۂ کلام توڑ کر اس سے فوراً ملنے کی ضرورت کیوں محسوس کی ایسے درجنوں مناظر میری آنکھوں میں محفوظ ہیں جو اس شخص کے حسن اخلاق کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

تمام دوستوں اور دشمنوں کی متفقہ رائے ہے کہ صبر و تحمل میں اس جیسا وسیع القلب حکمراں تو کجا، عام آدمی ملنا مشکل ہے، ہمارے بڑے بڑے نامور سیاستداں تنقید کا ایک جملہ برداشت نہیں کر پاتے اور اختلاف رائے پر شدید غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتے ہیں، لیکن اس شخص نے کڑوی سے کڑوی بات اور انتہائی تند و تیز بلکہ گستاخانہ لہجہ کو بھی جس طرح برداشت کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

۱۲۔ وہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں، اور ناداروں کا ہمدرد و غم خوار تھا۔ میں نے کراچی سنٹرل جیل میں مقید سیاسی کارکن محمد یٰسین مرحوم کی بیوی بچوں کی پریشانی کا ذکر کیا تو ایک رقم عنایت فرما دی، قرآنی عمرانیات کے پروفیسر ڈاکٹر بشارت علی نے اس کی بقیہ سزا معاف کر دینے کی درخواست کی، انھوں نے رہائی کا حکم جاری کر دیا۔ ممتاز ادیب و شاعر سلیم احمد مرحوم کی بیوہ اور یتیم بچوں کے لئے ایک مکان کی خریداری میں مدد دینے کی درخواست کی، انھوں نے ۵۰ ہزار روپے کا عطیہ، معذوری اور کسمپرسی کا حال سنایا تو انھوں نے ۲ ہزار روپے ماہانہ کا وظیفہ بیوی اور معذور بیٹے کی زندگی تک کے لئے مقرر کر دیا۔ بریگیڈیر ایف بی علی اور دیگر کے مقدمہ میں جس کا فیصلہ اٹک کے قلعہ میں خود جنرل ضیاء الحق نے بھٹو دور میں سنایا تھا جو لوگ ماخوذ تھے ان کے اہل خانہ کی پریشانیوں کے پیش نظر سزاؤں میں معافی کی درخواست کی تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اس موقع پر جو گفتگو کی وہ بہت دلچسپ تھی۔

اللہ نے اس شخص کو دردمند دل سے نوازا تھا، وہ لوگوں کی پریشانیاں دور کرنے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

جنرل محمد ضیاء الحق شہید

کچھ باتیں، کچھ یادیں

جو لوگ راقم سطور کی افتادِ طبع، مذاق و مزاج، مشاغل اور خاندانی روایات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس کا حلقۂ تعارف و احباب، اور دائرہ کار علمی اور فکری اور دعوتی و اصلاحی حلقوں تک محدود ہے، وہ عالم اسلام کے حالات پر اثر ڈالنے والے واقعات سے گہرے تعلق و تاثر، ممالک اسلامیہ اور خود اپنے ملک کی لائق قدر اور قابل احترام شخصیتوں کی پوری قدر شناسی اور احترام کے ساتھ ان سے ایک ایسا محدود و محتاط علاقہ اور ربط رکھتا ہے، جو اس کی علمی و تصنیفی مشاغل پر اثر انداز نہ ہونے پائے، اور اس کو ان کے فیصلوں، رویّہ اور طرز کار میں شریک و ذمہ دار اور جواب دہ نہ بنادے، عرصہ سے اس کا عقیدہ اور عمل علامہ اقبال کے اس شعر پر ہے۔

جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن — کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

سربراہان مملکت اور اپنے ملکوں کے صاحب اقتدار اور صاحب اختیار شخصیتوں میں سے صرف شاہ فیصل شہید مرحوم (والی مملکت عربیہ سعودیہ) کا استثنا کیا جاسکتا ہے جن سے حجاز یا حرمین شریفین اور اس سب سے بڑی عرب اسلامی مملکت کے سربراہ اور ذمہ دار ہونے کی بنا پر جو عالم اسلام کا قلب، بلد امین اور مہبط وحی ہے اس کی اسلام سے نہ صرف وابستگی بلکہ اس کی تعلیمات و اثرات کا نمائندہ اور داعی و ترجمان ہونا ضروری ہے، اور وہاں کی صورت حال عالم اسلام کے لئے مقیاس الحرارۃ والبرودۃ (بیرومیٹر) کی حیثیت رکھتی ہے، راقم سطور نے ان کی ولی عہدی اور وزارت

عظمیٰ کے زمانہ میں ان سے ملاقات کی اور ان کو سرزمین مقدس پر اثر انداز ہونے والے بعض واقعات منصوبہ بندی اور تعلیم و تربیت کے بعض پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا اور باہمی اعتماد و احترام کی فضا میں ان سے تخلیہ میں گفتگو کی، سربراہ مملکت ہو جانے کے بعد متعدد بار ان سے نجی طور پر ملاقاتیں اور گفتگوئیں ہوئیں، لیکن یہ گفتگو ہمیشہ خود انھیں کے ملک کے حالات، ضروریات، حال و مستقبل اور اداروں اور شعبوں تک محدود رہتی تھی، انھوں نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور اس کی قدر کی کہ ان ملاقاتوں سے نہ اپنے لئے ذاتی طور پر نہ کسی تعلق رکھنے والے ادارہ یا منصوبہ کے سلسلہ میں اجتماعی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی، انھوں نے اپنی خداداد ذہانت سے (جس میں مشکل ہی سے ان کی مثال ملے گی) اس کی بڑی قدر کی، اور بعض اوقات جب میری طرف سے ملاقات کے لئے وقت حاصل کرنے کی کوشش نہیں ہوتی تھی، ان کی طرف سے ملاقات کا اشارہ ہوتا تھا،

اس محتاط طرز عمل کا سب سے بڑا مظاہرہ پاکستان کے صاحب اقتدار اشخاص اور ذمہ داروں کے معاملہ میں ہوا۔ قیام پاکستان ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۸ء تک جبکہ مختلف ضرورتوں سے (جن میں سب سے بڑا محرک اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا لاہور میں طویل قیام اور میرا بغرض استفادہ اور صحبت وہاں کا سفر اور ہفتوں قیام تھا) نیز اس بنا پر کہ خاندان کا تقریباً دو تہائی حصہ پاکستان میں سکونت پذیر تھا۔ بارہا پاکستان کا سفر پیش آیا، اس تیس سال کے عرصہ میں صدر مملکت اور وزیر اعظم تو ایک طرف پاکستان کے کسی وزیر یا ذمہ دار حکومت سے بھی ملنے کی کوشش نہیں کی گئی، نہ ادھر سے کبھی تحریک ہوئی، خدا کو یہ منظور تھا کہ زندگی کا یہ آہن اور یہ مسلسل روایت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے معاملہ میں ٹوٹ جائے۔

اس کی تقریب یہ پیش آئی کہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے (جس کی مجلس تاسیسی کا میں روز اول سے رکن ہوں) جون ۱۹۷۸ء کے آخر میں کراچی میں اپنی ایشیائی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ اور اعلان ہوا، یہ کانفرنس ۶ر جولائی ۱۹۷۸ء سے منعقد ہو رہی تھی، میں اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی کمیٹی میں شرکت کی وجہ سے حجاز ہی میں تھا، میری اس کانفرنس میں

شرکت ہر طرح سے قرین قیاس تھی اور رابطہ کمیٹی سکریٹریٹ کی طرف سے اس کے لیئے اصرار تھا، میں عزیز گرامی مولوی محمد معین اللہ صاحب ندوی کی معیت میں جو میرے رفیق سفر تھے ۵ جولائی ۱۹۸۰ء کو کراچی کے لیئے روانہ ہوا۔ ہندوستان سے رفیق محترم مولانا محمد منظور نعمانی کے علاوہ جو رابطہ کے مجلس تاسیسی کے رکن ہیں، میرے دو عزیز رفیق برادر زادہ عزیز سید محمد الحسنی مرحوم "مدیر البعث الاسلامی" اور مولوی اسحاق جلیس ندوی مرحوم" مدیر تعمیر حیات" کو بھی مدعو کیا گیا تھا، ہندوستان کا ایک موقر وفد بھی کانفرنس میں شریک تھا، کانفرنس کی صدارت میزبان ملک کے ایک موقر نمائندہ جناب اے کے بروہی صاحب (جو اس وقت وزیر قانون اسلامی امور اور جنرل محمد ضیاء الحق کے خاص معتمد اور مشیر قانونی تھے) کر رہے تھے، نائب صدر کے طور پر راقم سطور اور انڈونیشیا کے نمائندہ ڈاکٹر رشدی اور فلپائن کے ابو بکر صاحب کا انتخاب ہوا، جنرل صاحب نے کانفرنس کا افتتاح کیا، عالم اسلام کے مختلف حصوں سے موقر شخصیتیں اور مجلس تاسیسی کے تقریباً تمام اہم ارکان شریک اجلاس تھے، صدر اجلاس اے کے بروہی صاحب سے میرا تعارف حجاز کی اس عالمی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے موقع پر ہوا تھا جو اس سے کچھ ہی پیشتر مکہ معظمہ میں منعقد ہوئی تھی، انھوں نے میری بعض تصنیفات کا بھی مطالعہ کیا تھا، بروہی صاحب نے ہی جنرل صاحب سے کانفرنس کے اختتام پر ملاقات کا وقت مقرر کیا، جنرل صاحب سے کسی نے اس سے پہلے میرا تعارف کرا دیا تھا، اور ان کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے میرے خاندانی تعلق کا علم تھا، بروہی صاحب نے جنرل صاحب سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مولانا نے میری درخواست پر مجھے وہ دعا تلقین کی جو ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو سکھائی تھی، اس کے الفاظ ہیں، اللھم اٰتنی بفضلك افضل ما تؤتی عبادك الصالحین ۔

(اے اللہ مجھے اپنے فضل سے وہ بہتر سے بہتر شئے عطا فرما جو اپنے نیک بندوں کو عطا فرمایا کرتا ہے) بروہی صاحب نے کہا کہ مجھے بہت سے بزرگوں نے مختلف وقتوں میں مختلف دعائیں اور اذکار بتلائے، لیکن اس دعا نے میرے دل کو پکڑ لیا، اور مجھ پر حاوی ہو گئی، اس پر جنرل صاحب نے فرمایا کہ میری والدہ بھی میرے لئے بڑی دعائیں اور مجھے خدمت اسلام کی تلقین کرتی تھیں، اور ان کی تمنا تھی کہ میں اسلام اور مسلمانوں کے کام آؤں،

آپ مجھے بھی کوئی دعا بتائیے جس کا میں ورد رکھوں" راقم نے عرض کیا کہ آپ درود شریف ہی کو مضبوط پکڑ لیجئے یہی سب ضرورتوں کے لئے کافی ہے۔ مجھے حال میں معلوم ہوا کہ جنرل صاحب نے درود شریف کا اپنی زندگی میں خاص اہتمام کیا، مدینہ طیبہ ان کی حاضری، مسجد نبوی میں نماز اور مواجہہ شریف میں بڑے ذوق و اہتمام کے ساتھ سلام پیش کرنا اور اتنی دیر تک وہاں ٹھہرنا کہ سرکاری طور پر حفاظتی انتظامات کے ذمہ داروں کو مشکل پیش آجاتی اور وہ درخواست کرتے کہ اب آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے چلیں لیکن وہ وہاں ٹھہرنے پر اصرار کرتے۔ یہ واقعات میں نے مدینہ طیبہ کی حاضری پر قابل وثوق احباب سے بار بار سنے ہیں، میں نے اس مجلس میں حجاز مقدس اور حرمین شریفین کے بارے میں (سب سے بڑی اسلامی مملکت کے صدر اور قائد افواج اور مسلمان سپاہی کی حیثیت سے) انکو اپنی خصوصی ذمہ داری سمجھنے اور ان کی حفاظت کیلئے اپنی خدمات اور مساعی صرف کر دینے کی طرف بھی متوجہ کیا، جکو انھوں نے بہت توجہ اور مسرت کے ساتھ سنا مجھے اس پوری مجلس میں یہ محسوس ہوتا رہا کہ میں ایک صاحب ایمان، مسلمان سپاہی اور ایک مسلمان صدر مملکت سے گفتگو کر رہا ہوں۔ جس کا ایسا احساس مجھے متعدد ذمہ دار اور صاحب اقتدار شخصیتوں سے ملاقات اور گفتگو کرنے میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

۱۹۷۸ء کے اسی سفر میں اسلام آباد میں صدر کے محل میں میری ان سے دوسری ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں صرف جسٹس افضل چیمہ صاحب موجود تھے جو بعد میں رابطہ عالم اسلامی کے پاکستانی دفتر کے انچارج منتخب ہوئے، اس وقت وہ مجلس قوانین اسلامی کے صدر و ذمہ دار تھے، جنرل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ میں نے کہا سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ ہندوستان سے اچھے تعلقات رکھیں، تاکہ ہم اطمینان سے معتدل اور پر سکون ماحول میں اپنے تعمیری و تعلیمی و رفاہی کام انجام دے سکیں۔ انھوں نے فرمایا کہ بالکل یہی میرا بھی خیال ہے، اور میری اس سلسلہ میں مرارجی ڈیسائی سے (جو اس وقت ہندوستان کے وزیر اعظم تھے) ٹیلی فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، لیکن کیا کیا جائے یہاں لوگ جذباتی بہت ہیں، ان کے بعد کے مسلسل طرز عمل نے (جو انھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رکھا) ثابت کر دیا کہ وہ اس اصول اور طریق کار کے سختی سے پابند

ہیں اور نازک موقعوں پر بھی انھوں نے دماغی توازن، ضبط نفس اور حقیقت پسندی کا دامن نہیں چھوڑا۔

جنرل صاحب کو جب معلوم ہوا کہ میں اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے ان کے آبائی وطن قصبہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا جا رہا ہوں (مجھے معلوم ہوا تھا کہ ان کے والد صاحب کا بھی حضرت سے بیعت و ارشاد کا تعلق ہے جس کی مجھے تحقیق نہیں ہو سکی) تو انھوں نے جیمہ صاحب کو اشارہ کیا کہ وہ میرے لئے سرگودھا جانے کے لئے خصوصی ہوائی انتظام کر دیں میں نے مصلحتاً اس کو منظور نہیں کیا اور بطور خود ٹرین کے ذریعہ سرگودھا کا سفر کیا

۱۹۷۸ء کی ان دو ملاقاتوں کے بعد سے میرا جنرل صاحب سے نہ ملنا ہوا نہ کوئی رابطہ قائم ہوا، غالباً ۸۵ یا ۸۶ میں انھوں نے استاد محترم علامہ سید سلیمان ندوی کی شہرہ آفاق کتاب سیرۃ النبیؐ کے ساتویں حصہ کا مطالعہ کیا جو معاملات اور اسلام کے نظام حکومت اور سیاست پر ہے اور جو مختصر ہونے کے باوجود بڑی فکر انگیز کتاب و سنت، عہد خلافت راشدہ، تاریخ اور طریقہائے حکومت کے وسیع اور گہرے مطالعہ اور اسلامی سیاسی تحریکات کے تجربات کا نچوڑ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل صاحب کو حکومت کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور ایک اسلامی مملکت کی تشکیل جدید کے لئے ایک ایسی رہنما کتاب کی ضرورت تھی، وہ اس کو پڑھ کر بڑے متاثر ہوئے، اتفاق سے اس پر پیش لفظ اور تعارف میرے قلم سے ہے جو محترمی سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ناظم دارالمصنفین کے اصرار پر میں نے لکھا تھا، اور اس میں صفائی سے لکھ دیا تھا کہ "سید صاحب کی تصنیف پر میرا مقدمہ لکھنا آثار قیامت میں سے ہے، لیکن چونکہ یہ کتاب ناتمام اور مختصر ہے، اس لئے کسی ناقص کا اس پر کچھ لکھنا قابل عفو و درگذر ہے کہ ع

"دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر"

معلوم نہیں جنرل صاحب کو سہو ہوا، یا انھوں نے اظہار تعلق و قدردانی کا ایک راستہ اختیار کیا کہ مقدمہ نگار کے لئے حکومت پاکستان کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے عطیہ کا اعلان کیا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھا کہ میں اس عطیہ کا کسی طرح مستحق نہیں، براہ کرم اس کا نصف حصہ ادارہ دارالمصنفین کو پیش کر دیا جائے، جس نے یہ کتاب دریافت کی اور اس کی اشاعت

کا انتظام کیا، بقیہ نصف حضرت سید صاحبؒ کی بیگم صاحبہ (والدہ عزیزگرامی ڈاکٹر مولوی سید سلمان ندوی سلمہٗ) کی خدمت میں پیش کر دیا جائے جو پاکستان ہی میں مقیم ہیں، اس کارروائی میں خاصی دیر لگی لیکن بحمد اللہ اس کی تکمیل ہو گئی۔

جنرل صاحب سے ایک ملاقات مئی ۱۹۸۴ء میں شرق اردن، یمن اور حجاز سے واپسی کے دوران کراچی میں ہوئی، جنرل صاحب نے اس ملاقات کے لئے اپنے مجوزہ پروگرام میں کچھ ترمیم بھی کی، محترمی جناب مولانا ظفر احمد صاحب انصاری اس ملاقات کے خاص محرک، اور اس میں واسطہ تھے، میں نے جنرل صاحب کی خدمت میں قبۃ الصخرۃ (مسجد اقصیٰ) کا وہ خوبصورت مرمری ڈھانچہ پیش کیا جو مجھے عمان میں پیش کیا گیا تھا، اس ہدیہ میں (زبان حال سے) اس کا اشارہ بھی تھا کہ مسجد اقصیٰ کی بازیافت اور اس کا استخلاص بھی ایک صاحب ایمان، مسلم صدر مملکت کی ذمہ داریوں میں ہے۔ غالباً اسی سفر میں کراچی کے ایک کثیر الاشاعت اخبار کے نمائندہ نے مجھ سے انٹرویو لیا اور یہ سوال کیا کہ صدر مملکت نظام اسلامی کے جاری کرنے اور اس کو حقیقی معنیٰ میں اسلامی مملکت بنانے کا عرصہ سے وعدہ کر رہے ہیں، لیکن اس پر عمل کرنے کی ابھی تک نوبت نہیں آئی اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟

میں نے کہا کہ ایسے موقع پر دو رویے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ کوئی مسلمان جو صورتاً بہت متشرع نظر نہ آتا ہو، آپ سے کہے کہ میں ایک مسجد کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، آپ اس سے کہیں کہ یہ صورت اور خانہ خدا کی تعمیر؟ آپ کو کبھی مسجد میں جانے کی توفیق بھی ہوئی، اور آپ کے باپ دادا نے بھی یہ کام کیا تو اگر وہ مسجد بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو کان پکڑے گا، اور اس ارادہ سے باز آجائے گا، دوسری شکل یہ ہے کہ آپ کہیں کہ سبحان اللہ ارادہ مبارک ہو، آپ ہی جیسے لوگوں نے مسجدیں بنائی ہیں۔ ہم بھی اس کار خیر میں شریک ہیں اور آپ کا ہاتھ بٹائیں گے تو اگر اس کو اس کام میں تردد تھا تو وہ اس کا عزم کرے گا اور مسجد کی تعمیر کی سعادت حاصل کرے گا۔

مجھے اس موقع پر یمن کے ایک عالم کی گفتگو یاد آ گئی جو حکمت یمانی کا ایک نمونہ ہے[1] — یہ

---

[1] ایک صحیح حدیث میں اہل یمن کی تعریف میں یہ لفظ آئے ہیں۔ الایمان یمانٍ، والحکمۃ یمانیۃ (ایمان یمن کی چیز ہے اور حکمت یمن کا امتیاز ہے)۔

اسی سال (مئی ۱۹۸۴ء) کا واقعہ ہے، راقم سطور کو صنعاء کے ایک قدیم محلہ میں ایک یمنی عالم سے ملایا گیا جو میری عربی تصنیفات کا مطالعہ کر چکے تھے اور میرے خیالات سے واقف تھے انھوں نے کہا کہ میرے خیال میں دو راستے ہیں جن کو دینی جد وجہد کرنے والے اختیار کر سکتے ہیں ایک یہ کہ ایمان کرسی والوں (اہل حکومت) تک پہونچا دیا جائے، دوسرا یہ کہ اہل ایمان خود کرسیوں تک پہونچ جائیں (یعنی حکومت کی ذمہ داریاں براہ راست سنبھالیں) انھوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ پہلے طریق کار کو ترجیح دیتے ہیں میں نے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا، ہمارے یہاں برصغیر میں گیارہویں صدی ہجری میں امام ربانی مجدد الف ثانی نے یہی طریق کار اختیار کیا اور اپنے لوگوں کو حکومت کی کرسیوں تک پہونچانے یا خود پہونچنے کی کوشش کے بجائے اس وقت کے سربراہ مملکت تک ایمان کی دعوت اور حمیت اسلامی کی دولت پہونچانے کی کوشش کی اور اس کو اطمینان دلایا کہ وہ کرسی حکومت تک پہونچنے کی کوشش تو الگ رہی اس کا وسوسہ بھی دل میں نہیں لاتے، یہ کام انھیں کو کرنا ہے اور ہر طرح سے وہ اس کے اہل ہیں ان کی رگوں میں مجاہدین اسلام اور صاحب حمیت فاتحین اور بانیان سلطنت کا خون ہے، اسی کے ساتھ اہل دربار اور اساطین حکومت سے رابطہ قائم کر کے ان کے دلوں میں دینی حمیت کا جوش اور خدمت اسلام کا جذبہ پیدا کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا جو اس سے کہیں بہتر تھا، اور جہانگیر کے بعد شاہجہاں آیا جو اس سے بہتر اور اس سے زائد پابند مذہب تھا اور شاہجہاں کے بعد ہندوستان کے تخت پر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر جیسا متشرع حامی دین اور فقیہ وصالح بادشاہ آیا، جس کو ہمارے ایک اہل نظر عرب فاضل دوست[1] نے "خامس الخلفاء الراشدین" (پانچواں خلیفہ راشد) کا لقب دیا ہے۔

جدید تجربوں نے تو اس میں اور اضافہ کیا ہے کہ بعض جماعتیں صرف اہل ایمان کا کرسیوں تک پہونچنا ضروری نہیں سمجھتیں بلکہ اس سے آگے خاص وردی پوش اہل ایمان کا پہونچنا ضروری

---

[1] نامور شامی فاضل وادیب علامہ سید علی طنطاوی (حال مقیم مکہ مکرمہ) مراد ہیں جو عہد حاضر کے چوٹی کے صاحب علم واہل قلم ہیں۔

سمجھتی ہیں، اور اس سے کم پر راضی نہیں، جنرل صاحب مرحوم کی ملاقاتوں کے سلسلہ میں یہ جملہ معترضہ آگیا، لیکن اس سے اس صورتحال پر روشنی پڑتی ہے جس سے ان کو اپنے پورے دور اقتدار میں واسطہ رہا ہے، اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور اس سلسلہ میں آخری ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔

جون ۱۹۸۶ء میں میرا عزیزی مولوی محمد رابع ندوی کی معیت میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے جلسہ میں شرکت کے لئے استنبول (ترکی) جانا ہوا، اس سے فارغ ہو کر ۲۸ر جون کو دہلی جاتے ہوئے ڈھائی تین دن کے لئے کراچی ٹھہرنا ہوا، غالباً ۲۹ر جون کو اپنے ایک مرحوم دوست منصور ٹبلہ صاحب کے یہاں دوپہر کے کھانے پر تھا، کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی انھوں نے کہا جنرل صاحب ٹیلی فون پر ہیں، اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ میرے کراچی پہونچنے کی اطلاع ان کو کہاں سے ہوئی میں نے رسیور ہاتھ میں لیا، جنرل صاحب خود بول رہے تھے، انھوں نے ہماری آمد پاکستان پر خوشی کا اظہار کیا اور اسلام آباد آنے کی دعوت دی، میں نے وہاں آنے سے معذرت کی، اور کہا کہ اس وقت اس کا موقعہ نہیں ہے، بات ختم ہوگئی، رات کو دارالعلوم بنوری ٹاؤن میں جہاں قیام تھا ان کا ٹیلیفون آیا، انھوں نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں آسکتے تو میں آتا ہوں میں کل کراچی آپ سے ہی ملنے آرہا ہوں، آپ دن کا وقت کسی کو نہ دیں اتفاق سے وہی دن میری روانگی کا تھا اور ظہر بعد دہلی کے لئے پرواز تھی، صبح ایک فوجی افسر آئے، انھوں نے کہا کہ کھانا بھی آپ کو جنرل صاحب کے ساتھ کھانا ہے آپ کن لوگوں کو اپنے ساتھ لانا چاہتے ہیں میں نے اپنے میزبان اور عزیز قاری سید رشید الحسن (نبیرۂ والا جاہ نواب سید صدیق حسن خان والی بھوپال) اور اپنے رفیق قدیم اور ادیب جلیل مولانا محمد ناظم صاحب ندوی اور چند احباب کا نام بتادیا، اگلے دن صبح جنرل صاحب تشریف لائے، صدر کے محل میں ہم نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور اسی احاطے کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، جنرل صاحب بڑی سادگی اور خلوص سے ملے، سیرت نبوی کے عطیہ کا ذکر آیا، جس کی اس وقت تک اس کارروائی کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، جس کی ہم نے درخواست کی تھی انھوں نے فرمایا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔ میں نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے بھی ایسے موقع پر یہی طرز عمل اختیار کیا۔

معلوم ہوا اور حیرت ہوئی کہ جنرل صاحب کو فیصل ایوارڈ کے سلسلہ میں میرے طرز عمل کا علم تھا۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ پرسنل لار کے معاملہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے نفقہ مطلقہ اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کے سلسلہ میں جو ہندگیر مہم چلائی گئی تھی اور وزیر اعظم ہند راجیو گاندھی صاحب نے پارلیامنٹ میں ایک نیا بل پیش کر کے (جو بہت کچھ علمار وارکان پرسنل لار بورڈ کے مشوروں کی روشنی میں تیار ہوا تھا) جس حقیقت پسندی اور دانشمندی کا ثبوت دیا اس کا جنرل صاحب کو علم تھا، اور انھوں نے اس سلسلہ میں راجیوجی کے اقدام کی تعریف کی، یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مجلس کے متعدد باخبر شرکار کو اتنی واقفیت نہیں تھی اور ان میں سے بعض بالکل بے خبر نکلے۔

جنرل صاحب مرحوم سے یہ آخری ملاقات تھی، اس وقت بالکل یہ اندازہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شہدار کی فہرست میں ان کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور ان کے لئے خدا کے دربار میں پہونچنے کا وہ راستہ معین ہو چکا ہے، جس کی بڑے بڑے اولیار اللہ نے تمنا کی اور جس کی فضیلت اور علوئے مرتبت پر قرآن و حدیث ناطق ہیں ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

خوف اس کا ہے کہ اس سانحہ میں اس ملت کے افراد یا کسی فرد کا ہاتھ نہ ہو جس کی حفاظت اور تقویت کے لئے انھوں نے اپنی بہترین توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کیں، اور اسلامی نظام اور قوانین کے نفاذ کے سفر کی کچھ منزلیں طے کیں اور اس کی تکمیلی منازل کی طرف وہ رواں دواں تھے اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد (اور متعدد تجربوں کے بعد) پاکستان کے بعض حق گو اور حقیقت پسند اہل نظر کی زبان پر لکھنؤ کے ایک قدیم شاعر کا یہ شعر نہ ہو ؎

اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیر گل
افسوس ہے انھیں کے ہزاروں گلے ہوئے

اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرمائے جن سے کوئی بشر خالی نہیں، ان کی نیت اور ارادوں اور ان کی دینی حمیت اور اسلام سے تعلق کو قبول فرمائے اور دونوں پڑوسی ملکوں کے رہنماؤں اور قائدین و سربراہان مملکت کو اس کی توفیق دے کہ وہ

شریف حقیقت پسند، بلند نگاہ، اور عالی ظرف پڑوسی سربراہان مملکت کی طرح دونوں ملکوں کی رہنمائی کریں، ان کی بہترین توانائیاں اپنے اپنے ملک کی تقویت اور استحکام، معاشرہ کی اصلاح، بڑھتے ہوئے انتشار بدنظمی، فرض ناشناسی اور دولت پرستی کے مرض سے ان کو بچانے کی کوشش کریں جو ان ملکوں کو گھن کی طرح کھا رہا ہے" تاکہ ایشیا میں ایک ایسی باوقار، باوزن، موثر اور مفید قیادت کو ابھرنے کا موقع ملے، جو بین الاقوامی امور میں بھی، اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا (بزعم خود) فیصلہ کرنے والی طاقتوں کو بھی روشنی دکھا سکے، اور عہد حاضر کے لیے بہتر، زیادہ پرسکون اور محفوظ اور باعزت ماحول پیدا کرنے میں مدد دے،

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

کتاب المناقب والفضائل (۱۰)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۲)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ

(رواه الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں، اور وہ ہر ایمان والے کے ولی ہیں۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے جامع ترمذی کی اس روایت کا یہی آخری جز نقل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، امام ترمذی نے وہ پورا واقعہ بھی نقل کیا ہے جس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا:

واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ان کی سرکردگی میں ایک لشکر کسی مہم پر روانہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کی مدد سے مہم کامیاب ہوئی اور فتح حاصل ہوئی، لیکن لشکر میں شامل بعض لوگوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس سلسلہ کے ایک عمل کو صحیح نہیں سمجھا اور واپس آکر ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی، کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی شکایت صحیح نہیں تھی غلط فہمی پر مبنی تھی، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

شکایت کرنے والوں پر ناگواری ظاہر فرمائی، اور حضرت علی مرتضیٰؓ پر اپنے اعتماد اور خصوصی قرابت ومحبت کے خاص تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اِنَّ علیا منی وانا منہ ـــــ ہماری اردو زبان کے محاورہ میں اس کا حاصل یہ ہے کہ "علی میرے ہیں اور میں علی کا ہوں"

اور حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ اپنی محبت اور خصوصی قرب وتعلق کا اظہار انھیں الفاظ کے ساتھ حضورؐ نے مختلف مواقع پر فرمایا ہے، جیساکہ آئندہ درج ہونے والی حدیث سے بھی معلوم ہوگا۔

ملحوظ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر دوسرے بعض صحابہ کے ساتھ بھی اپنے خصوصی تعلق اور قرب ومحبت کا انھیں الفاظ میں اظہار فرمایا ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک غزوہ میں شہید ہوجانے والے ایک صحابی حضرت جلیبیبؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہوکر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ھٰذا مِنِّی وَاَنَا مِنہ"[1] (یعنی یہ جُلیبیب مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں) ـــــ اسی طرح آپؐ نے ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے قبیلہ اشعریین کے اس طرز عمل کا ذکر فرماکر کہ جب وہ جہاد کے سفروں میں جاتے ہیں یا مدینہ کے قیام ہی کے زمانہ میں کھانے پینے کا سامان ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس کم ہوجاتا ہے تو جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے وہ سب ایک جگہ جمع کرلیتے ہیں اور آپس میں برابر تقسیم کرلیتے ہیں اُن کے بارے میں ارشاد فرمایا ھم منّی وأنا منھم" (یعنی یہ اشعریین مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں)

ظاہر ہے جیساکہ عرض کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ان اشعریین کے ساتھ خصوصی محبت اور قرب وتعلق کا اظہار ہے، اس حدیث کو بھی امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے[2]۔

حدیث کا آخری جملہ ہے "وھو ولی کل مومن" ـــــ ولی کے معنی دوست، مددگار اور سرپرست کے ہیں، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف مقامات پر ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

زیر تشریح اس حدیث میں بظاہر یہ لفظ دوست اور محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے

---

[1] صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۹۵　　[2] صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۰۲

اور حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب و مدعا یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو علی کے ساتھ دوستی اور محبت ہی کا تعلق رکھنا چاہیے، میرے ساتھ ان کے خصوصی تعلق کا یہ بھی حق ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اپنے رسول پاک کی اور اپنے سب محبین اور محبوبین کی (جن میں بلاشبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی خاص مقام و مرتبہ ہے) محبت اس عاجز کو اور سب اہل ایمان کو نصیب فرمائے۔

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ، وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ ——— رواه الترمذی

(تشریح) حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی مجھ میں سے ہیں اور میں علی میں سے ہوں، اور میری طرف سے (یہ اہم پیغام) خود میں پہونچا سکتا ہوں یا علی۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے وہ صورت حال پیش نظر رکھنی ضروری ہے جس میں حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا ——— ۸ھ میں فتح مکہ اور وہاں اسلامی اقتدار قائم ہو جانے کے بعد اگلے سال سورۂ براءۃ نازل ہوئی، جس میں مشرکین و کفار کے بارے میں خاص اور اہم احکام ہیں، مثلاً یہ کہ جو معاہدہ ان کے ساتھ کیا گیا تھا ان کی شرارتوں کی وجہ سے وہ فسخ کر دیا گیا اور مثلاً یہ کہ اس سال کے بعد کسی مشرک و کافر کو مسجد حرام میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور یہ ذمہ داری بھی ان کے سپرد ہوئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حج کے موقع پر مختلف علاقوں سے آنے والے تمام کفار و مشرکین کو اللہ تعالیٰ کے وہ احکام پہنچا دیں جو سورۂ براءۃ میں ان کے بارے میں نازل کیے گئے ہیں اور سورۂ براءۃ کی وہ سب آیتیں بھی ان کو سنا دیں ——— صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں حج کے لیے ساتھ جانے والوں کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہو گئے بعد میں حضورؐ کو خیال آیا کہ عربوں کا یہ قانون اور ان کی یہ روایت رہی ہے کہ اگر

کوئی معاہدہ کیا جائے یا کسی معاہدہ کو فسخ کیا جائے یا اس طرح کا کوئی بھی اہم معاملہ ہو تو وہ قبیلہ کا سردار یا سربراہ بذات خود کرے یا اس کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت سے نسبی رشتے سے اس کا کوئی قریب ترین عزیز۔ اس کے بغیر وہ قابل قبول نہ ہوگا ـــــ تو آپؐ نے ضروری سمجھا کہ آپ کی طرف سے ان اہم اعلانات کے لئے علی مرتضیٰ کو بھیجا جائے جو آپ کے حقیقی چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے، چنانچہ آپ نے ان کو اس کام کے لئے بعد میں مکہ معظمہ کے لئے روانہ فرمایا ـــــ اس موقعہ پر آپؐ نے فرمایا تھا "علیؓ منی وانا من علیؓ ولا یؤدی عنی الا انا او علیؓ" ـــــ الغرض اس ارشاد کے ذریعہ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت علی مرتضیٰؓ کو اس کام کے لئے بھیجنے کی غرض و غایت بیان فرمائی ـــــ

پھر جب حضرت علی مرتضیٰؓ جا کر صدیق اکبرؓ سے مل گئے تو انھوں نے دریافت فرمایا کہ آپ امیر کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں یا مامور کی حیثیت سے، تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا، میں امیر کی حیثیت سے نہیں مامور کی حیثیت سے آیا ہوں، امیر آپ ہی ہیں، اور میں خاص طور سے اس غرض سے بھیجا گیا ہوں۔

یہ جو کچھ ہوا من جانب اللہ ہوا، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی میں حضرت علی مرتضیٰؓ کو امیر حج کی حیثیت سے روانہ فرماتے تو اس سے غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی خلافت کے اولیں حقدار حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں، امت کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ڈالا گیا کہ امیر حج بنا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روانہ کریں، بعد میں حضور کے قلب میں وہ بات ڈالی گئی جس کی وجہ سے حضورؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو بھیجنا ضروری سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح امت کی رہنمائی فرمائی کہ حضورؐ کے بعد مسلمانوں کے امیر اور آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوں گے یہ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں جب آپ خود مسجد جا کر امامت کرنے سے معذور ہو گئے تو آپ کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا کہ اپنی جگہ ابوبکر صدیقؓ کو نماز

کا امام مقرر فرمادیا۔ ان ربنا لطیف لما یشاء

عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ : اٰخیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بَیْنَ اَصْحَابِہٖ، فَجَاءَ عَلِیٌّ تَدْمَعُ عَیْنَاہُ، فقال اٰخیت بَیْنَ اَصْحَابِکَ وَلَمْ تُوَاخِ بَیْنِی وَبَیْنَ اَحَدٍ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انتَ اَخِی فِی الدُّنیا والاٰخِرۃ

رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ آکر) اپنے اصحاب میں مواخاۃ قائم فرمائی (یعنی صحابہ میں سے ہر ایک کو کسی دوسرے کا بھائی بنا دیا) تو حضرت علی آئے (اس حال میں کہ رنج وغم سے) ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپؐ نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرمادیا اور میرے اور کسی دوسرے کے درمیان آپ نے مواخاۃ قائم نہیں فرمائی (یعنی مجھے کسی کا اور میرا کسی کو بھائی نہیں بنایا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام جب ہجرت فرما کے مدینہ آئے، یہ آنے والے مہاجرین مختلف قبیلوں اور مختلف مقامات کے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا نظام قائم فرمایا یعنی دو دو صحابیوں کا ایک جوڑا بنا کر ان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیدیا تاکہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں اور ضروریات میں حقیقی بھائی کی طرح کام آویں اور کسی کو تنہائی اور بے کسی کا احساس نہ ہو — مثلاً آپؐ نے حضرت ابو الدرداء انصاری اور حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا، جنکے درمیان پہلے سے نہ کوئی نسبی رشتہ تھا اور نہ ہم وطنی کا تعلق — اس طرح آپؐ نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرمادیا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کا کسی کے ساتھ یہ رشتہ قائم نہیں فرمایا وہ اکیلے ہی رہ گئے، اس سے رنجیدہ اور غمگین ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرمایا اور مجھے کسی کا اور کسی کو میرا بھائی نہیں بنایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "انت اخی فی الدنیا والاخرۃ" (یعنی تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) ——— ظاہر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ سن کر کیسی مسرت اور خوشی ہوئی ہوگی ——— بلاشبہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو حضورؐ کے ساتھ جو قرابت نصیب تھی وہ صرف انھیں کا حصہ تھا جیسا کہ معلوم ہے کہ وہ حضورؐ کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے اور آپؐ کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں، اور دامادی کے شرف سے بھی مشرف فرمائے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ عند النَّبی صلی اللہ علیہ وسلم طَیْرٌ فقال: اَللّٰھُمَّ ائتِنِی باحبّ خلقك الیك یاکل معی ھٰذَا الطَّیْرَ فَجَاءَ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَہٗ

(رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کھانے کے لئے بھنا ہوا یا پکا ہوا) ایک پرندہ تھا تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! تو میرے پاس بھیج دے ایسے بندے کو جو تیری مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہو، جو اس پرندہ کے کھانے میں میرے ساتھ شریک ہو جائے، تو آ گئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، چنانچہ آپ کے ساتھ اس پرندہ کے کھانے میں شریک ہو گئے۔　(جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث سے شیعہ صاحبان استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ کی ساری مخلوق سے جس میں شیخین بھی شامل ہیں افضل اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب اور پیارے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کی مخلوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اگر حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا تو لازم آئے گا کہ ان کو شیخین ہی سے نہیں بلکہ رسول اللہؐ سے بھی افضل اور اللہ کا زیادہ محبوب اور پیارا مانا جائے ———

اسی بنا پر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضورؐ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ!

توکسی ایسے بندے کو بھیجدے جو تیرے محبوب ترین بندوں میں سے ہو اور یقیناً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں سے ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، لیکن یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے[1]

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (جامع ترمذی)

(تشریح) معلوم ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صغر سنی ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام لائے اور اس کے بعد برابر آپ کی تربیت اور صحبت میں رہے، اس لئے آپ کی تعلیم سے استفادہ میں ان کو ایک درجہ خصوصیت حاصل ہے۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا "اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں)

لیکن اس سے یہ سمجھنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ بس حضرت علی ہی حضورؐ کے ذریعہ آئے ہوئے علم و حکمت کے حامل و وارث تھے اور ان ہی کے ذریعہ اسکو حاصل کیا جاسکتا ہے اور ان کے سوا کسی دوسرے سے حضورؐ کے لائے ہوئے علم و حکمت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ انتہائی درجہ کی نافہمی ہے، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امیین میں اپنا رسول بنا کر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور کتاب اللہ اور حکمت کی ان کو تعلیم دیتے ہیں، قرآن مجید کی یہ آیتیں

---

[1] دیکھا جائے اجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن احادیث المصابیح ملحقہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ثالث طبع بیروت

بتلاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب وحکمت کی تعلیم اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق تمام صحابہ کرام نے پائی، لہٰذا یہ سبھی حضورؐ کے ذریعہ آئے ہوئے علم وحکمت کا ذریعہ اور دروازہ ہیں ۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، جب اسلام لائے تو جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ وہ صغیر السن تھے ان کی عمر مشہور روایات کے مطابق صرف آٹھ یا دس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے استفادہ کی وہی استعداد اور صلاحیت اس وقت ان کو حاصل تھی جو فطری طور پر اس عمر میں ہونی چاہیئے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام قبول کیا تو ان کی عمر چالیس سال کی ہوچکی تھی اور فطری طور پر ان کو استفادہ کی وہ کامل استعداد اور صلاحیت حاصل تھی جو اس عمر میں ہونی چاہیئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آئے ہوئے علم وحکمت میں ان کا حصہ دوسرے تمام صحابہ کرام سے مجموعی طور پر زیادہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں ان کو اپنی جگہ نماز کا امام مقرر فرمایا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت صدیق اکبرؓ کے اعلم بالکتاب والحکمۃ ہونے کی سند تھی پھر صحابہ کرام نے بالاتفاق ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور امت کا امام تسلیم کرکے عملی طور پر اس کا اعتراف کیا اور گویا اس حقیقت کی شہادت دی ۔

نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مختلف صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین کے مختلف شعبوں میں ان کے تخصص اور امتیاز کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ مناقب ہی کے سلسلہ میں آئندہ درج ہونے والی بعض احادیث سے معلوم ہوگا پھر اس واقعی حقیقت میں کس کو شک وشبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے کہ حضرات تابعین نے مختلف صحابہ کرام سے حضورؐ کا لایا ہوا علم حاصل کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے محدثین کے ذریعہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ کرادیا اور اسی سے قیامت تک امت کو رہنمائی ملتی رہے گی ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابن الجوزی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ ناقد محدثین نے

زیر تشریح اس حدیث " انا دار الحکمۃ الخ کو موضوع قرار دیا ہے، خود امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے " ھذا حدیث غریب مُنکر " بہر حال سند کے لحاظ سے یہ حدیث محدثین کے نزدیک غیر مقبول اور ناقابل استناد ہے۔

عن اُمِّ عطیۃ قالَتْ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم جَیْشًا، فیھم عَلِیٌّ قالَتْ، فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَھُوَ رافِعٌ یَدَیْہِ یَقُولُ: " اَللّٰھُمَّ لا تُمِتْنِی حَتّٰی تُرِیَنِی عَلِیًّا "۔ رواہ الترمذی

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر (کسی مہم پہ روانہ فرمایا) جس میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے، کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ آپ (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا، تاآنکہ تو مجھے علی کو دکھا دے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) حدیث کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن وجوہ سے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی ـــــ اسی کا مظہر حضورؐ کی یہ دعا بھی ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

(قسط ۲)

زکوٰۃ کی رقم سے اشاعتی اداروں کی اعانت

فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں بار بار اس پر زور دیا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے ان علمی اور اشاعتی اداروں کے بازو مضبوط کئے جائیں جو الحاد ولادینیت کے خلاف صف آرا ہیں اس غلط فہمی کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ موصوف صرف اپنے اشاعتی ادارہ کے لئے فکر مند ہیں کیونکہ ان کی تحریر سے صاف جھلکتا ہے کہ وہ تمام اشاعتی اداروں کی فلاح وبہبود چاہتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں "آج کتنے ہی علمی واشاعتی ادارے ایسے ہیں جو مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کسمپرسی کے عالم سے گذر رہے ہیں۔ اگر زکوٰۃ کی رقم سے ان کی اعانت کی جائے تو کایا پلٹ سکتی ہے اور زیادہ بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔[1] لیکن موصوف کی اس تجویز میں شرعی نقطۂ نظر سے قابل غور بات یہ ہے کہ اشاعتی اداروں کو زکوٰۃ کی جو رقم دی جائے اسے وہ ادارے کس مد میں خرچ کریں گے۔ اگر یہ ادارے ملازمین کی تنخواہوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کریں تو اس کی شرعاً گنجائش کہاں ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی کے علاوہ کسی دوسرے کام کی اجرت میں زکوٰۃ کی رقم دینا شرعاً جائز کہاں ہے۔ قرآن وسنت سے اس کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ اگر اشاعتی ادارے زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتابیں شائع کریں اس صورت میں اگر وہ کتابیں غریب مسلمانوں میں تقسیم کردیں تو اس میں

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی ستمبر ۱۹۸۶ء ص ۳۸

کوئی حرج نہیں ہے لیکن زکوٰۃ کی رقم سے شائع کردہ کتابوں کو فروخت کرنا یا مالداروں کو ہدیہ دینا کس طرح جائز ہوگا۔

اشاعتی ادارے عموماً شخصی ملکیت ہوتے ہیں۔ اگر انھیں ٹرسٹ کی شکل دے دی جائے تو بھی عملاً مالکانہ حیثیت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ٹرسٹ کی شکل دینے میں صورتحال صرف اس قدر بدلتی ہے کہ قانونی ملکیت میں متعدد آدمی شریک ہوجاتے ہیں۔ اگر ٹرسٹ ایک ہی گھر یا خاندان کے چند افراد سے عبارت ہے (جیسا کہ عموماً اشاعتی ٹرسٹوں میں ہوتا ہے) تو ٹرسٹ کی جائداد اور ملکیت کی حیثیت خاندانی ملکیت سے زیادہ مختلف نہیں ہوتی لہٰذا اشاعتی اداروں کو زکوٰۃ دینے کا صاف مطلب اس کے مالکان یا ٹرسٹیوں کو زکوٰۃ دینا ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اشاعتی اداروں کے مالکان جو عموماً مالدار یا کم از کم صاحب نصاب ہوتے ہیں انھیں زکوٰۃ کی رقم دینا قطعاً جائز نہیں۔

مسئلہ تملیک

فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں مسئلہ تملیک کو بھی مس کیا ہے علماء اور مفتیان کرام سے "حکم نما درخواست" کی ہے کہ زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے فقیر کو مالک بنا دینے کی شرط ختم کردیں۔ ماضی میں ہندوپاک کے علمی حلقے چونکہ تملیک کے مسئلہ پر بھرپور بحث کرچکے ہیں اس لئے ہم اس کا صرف حوالہ دے دیں گے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو نہیں کریں گے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور کے دو شماروں (ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ محرم ۱۳۷۵ھ) میں مولانا امین احسن اصلاحی نے تملیک کے شرط ہونے کے خلاف مفصل مضمون لکھا اور اس میں اپنے علم و استدلال اور انشاء پردازی کا پورا مظاہرہ کیا، تملیک کے شرط نہ ہونے کے حق میں جتنی باتیں کہی جاسکتی تھیں انھوں نے وہ سب جمع کردیں۔ ندوۃ المصنفین دہلی کے آرگن ماہنامہ برہان میں مولانا اصلاحی کے مضمون کے جواب میں ایک بھرپور علمی اور تحقیقی مضمون شائع ہوا جو ستمبر ۵۶ء سے فروری ۵۷ء تک کے چھ شماروں میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ مضمون جناب مرزا محمد یوسف صاحب استاد عربی گورنمنٹ مدرسہ عالیہ اورینٹل کالج رامپور کا ہے۔ یہ مضمون علم و تحقیق کا شاہکار ہے۔ صاحب مضمون

نے جمہور فقہا کی ترجمانی کرتے ہوئے تملیک کے شرط ہونے پر قرآن وسنت اور فقہ اسلامی سے دلائل محکمہ کا انبار لگا دیا ہے اور تملیک کی شرطیت پر کئے جانے والے اعتراضات کا دفعیہ بڑے فاضلانہ اور محققانہ انداز میں کیا ہے۔ انصاف پسند افراد کے لئے تملیک کے موضوع پر مرزا محمد یوسف صاحب کے مذکورہ بالا مضمون کا مطالعہ تحقیق واطمینان کے لئے بہت کافی ہے۔ کاش کوئی ناشر اس مضمون کو کتابی صورت میں شائع کر دے۔ مرزا محمد یوسف صاحب نے اپنے مضمون میں ایک جگہ لکھا ہے۔

زکوٰۃ کی مد ایک خاص مد ہے اسکی آمدنی کے ذرائع اور خرچ کے مصارف دونوں متعین ہیں نیز اس کے شرائط وجوب اور طریق ادا کی تفصیلات مقرر ہیں۔ ان میں تغیر وتبدل کا حق نہ فقہائے قدیم کو تھا اور نہ مفکرین عہد جدید کو ۔۔۔ اور اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ وہ یہ کہ زکوٰۃ عبادات خالصہ میں سے ہے۔ ہر چند کہ اس میں ایک اقتصادی جہت بھی ہے لیکن اس کا تعبداتی پہلو غالب ہے اور تعبداتی امور میں خود عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ عقل کے خوض وتعمق کو زیادہ دخل نہ ہونا چاہیئے ورنہ دھیان گیان سے نماز کی، مسہل وجلاب سے روزہ کا قومی چندوں اور نیشنل بانڈس کی خریداری سے زکوٰۃ کا اور بین الاقوامی یا بین الاسلامی کانفرنسوں کی شرکت سے حج کا بہ آسانی بدل ڈھونڈا جا سکتا ہے، لیکن اس قسم کی تجاویز الحاد وزندقہ کے مترادف ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ امور تعبدی کی حیثیت کو عقل ظاہر بین کا تختۂ مشق نہ ہونے دیا جائے کیونکہ عقل رمضان کی آخری تاریخ کے روزہ اور یکم شوال کے افطار میں فرق کی حکمت بتانے سے بالکل قاصر ہے (برہان دہلی ستمبر ۱۹۶۶ء ص۱۷۵)

زکوٰۃ کا بنیادی مصرف فقراء ہیں

زکوٰۃ کے سلسلہ میں آیات واحادیث کا وسیع دائرہ میں مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کا سب سے بنیادی مصرف فقراء ومساکین ہیں۔ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام دراصل سماج کے اسی حاجتمند اور معاشی طور سے پسماندہ طبقہ کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معاذ میں زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا :

۱

توخذ من اغنیاءھم — زکوٰۃ ان کے مالداروں سے لی جائے گی
وترد الی فقرائھم — اور حاجتمندوں کو واپس کر دی جائے گی

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وہ حدیث جس کا ٹکڑا اوپر نقل کیا گیا شہرت واستفاضہ کی شان رکھتی ہے حدیث کی تمام مستند کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام نے اپنی معاشی تنظیم میں مالداروں کی آمدنی کا ایک حصہ فقراء ومساکین کی ملکیت قرار دیا تاکہ فقراء اس سے اپنی ضروریات پوری کریں۔ مال زکوٰۃ کے بارے میں حکم ہے کہ وہ فقراء کی ملکیت میں دے دیا جائے فقراء اپنی فلاح وبہبود اور اپنی ضرورتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ زکوٰۃ کی رقم "اجتماعی فلاح وبہبود" "رفاہ عامہ" وغیرہ کی مدوں میں خرچ کرنا جائز نہیں "قومی اور ملکی مفادات" "غریبوں کی اجتماعی فلاح وبہبود" رفاہ عامہ کے کام "کے پر فریب عنوانات سے برسر اقتدار اور صاحب ثروت طبقہ ہر دور میں غریبوں اور محنت کشوں کو لوٹتا رہا، ملک کے غریبوں کا حق ان پر فریب نعروں کے سہارے سرمایہ داروں کو دیا جاتا رہا۔ عہد قدیم کی شہنشاہیوں میں ان دلکش اور دلفریب عنوانوں کا استعمال کم تھا مگر دور حاضر کی مزدور آمریتوں اور نام نہاد جمہوریتوں میں ارباب اقتدار اور اصحاب ثروت کو جب عیش کوشیوں کے لئے بے حساب دولت کی ضرورت ہوتی ہے تو "رفاہ عامہ" اجتماعی فلاح وبہبود" اور "غریبوں کے اجتماعی مفادات" کے نام سے فقراء ومساکین کے مالی حقوق بے دردی کے ساتھ ضائع کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے دکھی انسانیت اور غریب طبقہ پر رحم کھاتے ہوئے حکم دیا کہ زکوٰۃ کا مال جو غریب مسلمانوں کا حق ہے اسے ان میں تقسیم کر دیا جائے۔ انھیں اس کا مالک بنایا جائے "غریبوں کے مفادات" کے نام پر اسے روک کے نہ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے تاریخ اسلام کے ہر دور میں زکوٰۃ کی رقم فقراء ومساکین کو ملتی رہی اور ان کے لئے زکوٰۃ بہت بڑا اقتصادی سہارا رہی۔ اسلامی حکومتوں میں رفاہ عامہ اجتماعی فلاح وبہبود غریبوں کے مفادات کے بڑے بڑے کام کئے گئے۔ لیکن زکوٰۃ کی رقم کو ہاتھ نہیں لگایا گیا — اور زکوٰۃ برابر فقراء ومساکین میں تقسیم کی جاتی رہی —

نظریہ تعمیم کی بنیادی مضرت — جو لوگ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف "فی سبیل اللہ" کا دائرہ وسیع

کر کے اس میں ہر کار خیر کو شامل کرنا چاہتے ہیں یا فی سبیل اللہ کے دامن کو وسیع کر کے دین وملت سے تعلق رکھنے والے ہر اجتماعی کام کو اس میں سمیٹنا چاہتے ہیں یا دین کی نصرت ودفاع کے ہر عمل کو فی سبیل اللہ کا فرد تصور کرتے ہیں وہ لوگ دراصل شعوری یا غیر شعوری طور پر فقراء ومساکین کو زکوٰۃ سے محروم کرنے کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ کا اہم ترین مصرف سماج کا وہی عنصر ہے جو ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے جسے ہم فقراء ومساکین کے نام سے جانتے ہیں۔

ہمارے ملک میں دینی تعلیم کے اقامتی مدارس ہی کی تعداد کیا کم ہے۔ اگر "اجتہاد جدید" کے تحت فی سبیل اللہ کا دائرہ کار وسیع تر کر دیا گیا تو مساجد، مسافر خانوں، اور دیگر رفاہی اداروں کی تعمیر وانتظام کرنے والے، دینی تحقیقاتی مراکز، اکیڈمیاں، تصنیفی ادارے قائم کرنے والے اور دوسرے سیکڑوں قسم کے دینی اور علمی خدمت گذار" زکوٰۃ کی رقم پر لوٹ پڑیں گے۔ اسلامی اسکولز اور کالجز قائم کرنے والے کہاں پیچھے رہنے والے ہیں وہ کہیں گے ہم سے زیادہ دین و ملت کی خدمت کرنے والا کون ہے ہم لوگ تو مسلمانوں کی نئی نسل کو مشن اسکولوں اور لادینی کالجوں کے ایمان سوز ماحول سے بچا رہے ہیں۔ مسلم گرلس کالجز قائم کرنے والے کہیں گے زکوٰۃ پر سب سے زیادہ حق ہمارا ہے کیونکہ اگر ہماری لڑکیاں ان اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کریں گی جو غیر مسلموں کے زیر انتظام ہیں تو دین وایمان کے ساتھ ان کی عزت وآبرو بھی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ لہٰذا ہم سب سے اہم دینی اور ملی کام کر رہے ہیں۔ اسلامی اسپتال اور شفاخانے قائم کرنے والے کہیں گے کہ غیر مسلموں کے اسپتالوں اور شفاخانوں میں ہماری خواتین علاج معالجہ کے لئے داخل ہونے پر مجبور ہوتی ہیں، زچگی کے مراحل بھی انھیں غیر مسلموں کی زیر نگرانی طے کرنے پڑتے ہیں جس سے ان کی بے حرمتی اور بے آبروئی ہوتی ہے ان شفاخانوں میں اسلامی اصول وآداب کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا ہم لوگوں نے اسلامی شفاخانے، نرسنگ ہوم قائم کر کے سب سے بڑا دینی اور ملی کام کیا ہے لہٰذا ہم زکوٰۃ کے اولین مستحقین میں سے ہیں۔

غرضیکہ بھانت بھانت کے خدام دین وملت" اور "مجاہدین اسلام" لاکھوں کی تعداد میں دلفریب عنوانوں کے ساتھ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے میدان میں کود پڑیں گے۔ پھر بھلا کوئی ان غریبوں کا کہاں خیال کر پائے گا جن کے پاس نہ دلفریب عنوان ہے نہ زور بیان، طلاقت

لسان ہے نہ رعنائی قلم،

مضمون نگار کے نظریہ تعمیم کی تردید خود اُن کے قلم سے

"فی سبیل اللہ" کے بارے میں یہ مضمون ترتیب کے آخری مرحلوں میں تھا، اسی دوران زیر تبصرہ مضمون کے فاضل مضمون نگار کی ایک تازہ تصنیف نظر سے گذری، جستہ جستہ اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس کتاب میں انھوں نے اپنے زیر تبصرہ مضمون کی اصولی تردید کردی ہے، ان کی یہ کتاب زکوٰۃ والے مضمون سے بعد کی تصنیف ہے۔ فاضل مضمون نگار نے تازہ تصنیف میں" اجماع امت قرآن کی نظر میں" کے عنوان کے تحت لکھا ہے "حاصل یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے بعد اجتہاد اور اجماع امت بھی اسلامی قانون کا سرچشمہ ہیں اور دین میں ان کی حجت ہے۔ قیاسی امور میں تو ایک فقیہ (ماہر قانون) کا اجتہاد دوسرے فقیہ سے مختلف ہو سکتا ہے اور ائمہ اربعہ کے اختلافات کی نوعیت اسی قسم کی ہے، مگر جب کسی مسئلہ پہ تمام یا اکثر فقہا متفق ہو جائیں تو پھر اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی، چنانچہ بیک لفظ یا مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پہ چاروں ائمہ اور بہت سے فقہاء کے علاوہ تمام محدثین متفق ہیں اور یہ مسئلہ قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے.... مگر اب موجودہ دور کے "مصلحین" یا تجدد پسند لوگ اس متفقہ مسئلہ میں نئے سرے سے" اجتہاد" کر کے اس قانون کو بدل دینا چاہتے ہیں[1]"

اس اقتباس میں فاضل مضمون نگار نے یہ بات صاف کردی ہے کہ "جب کسی مسئلہ پہ تمام یا اکثر فقہا متفق ہو جائیں تو پھر اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی" اس اصول کی روشنی میں فاضل مضمون نگار ہی اپنے اس طرز تحقیق کی توجیہ کر سکتے ہیں کہ جب "فی سبیل اللہ" کے اندر "جہاد فی سبیل اللہ" اور "حج" کے علاوہ دوسرے نیک کاموں کے داخل نہ ہونے پر تمام مجتہدین کا اجماع ہے اور "فی سبیل اللہ" سے غزوہ و قتال" مراد ہونے پہ اکثر فقہا متفق ہیں تو موصوف کے لئے یہ گنجائش کہاں سے پیدا ہوئی کہ وہ تمام دینی خدمتگاروں کو "فی سبیل اللہ" میں

---

[1] اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں" صفحہ ۲۴، ۲۵ مطبوعہ ۱۹۸۶ء

داخل کرکے زکوٰۃ کے مال سے تنخواہ دلائیں۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں جس پیمانے کا اتفاق فقہاء اسلام کے درمیان ہے اس سے بڑھ کر ہی اتفاق "فی سبیل اللہ" کے بارے میں موجود ہے، طلاق ثلاثہ کے بارے میں ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ جیسے بلند پایہ فقہاء کا مدلل اختلاف موجود ہے لیکن فی سبیل اللہ کے بارے میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ملتا، جب طلاق ثلاثہ کا مسئلہ فاضل مضمون نگار کے نزدیک اجماعی مسائل کی فہرست میں آتا ہے تو "فی سبیل اللہ" کے بارے میں تعمیم کے نظریہ کی وکالت ان کے لئے کسی طرح درست نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس کی چند سطروں کے بعد موصوف لکھتے ہیں "اب رہا معاملہ فقہ اسلامی یا فقہاء کی انفرادی رایوں کا تو اس میں دو قسم کے احکام و مسائل موجود ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو قرآن اور حدیث کے منصوص احکام کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے تو اس باب میں اگرچہ اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے (جیساکہ خود فقہائے اربعہ کا نقطہ نظر مختلف ہے) مگر ان احکام میں بجائے خود کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ شریعت کی اصل و اساس ہیں، لہٰذا ان میں ترمیم و اضافے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، البتہ دلائل کی قوت کی بنا پر صرف اتنا کیا جاسکتا ہے کہ کسی ایک فقیہ کی رائے کو ترجیح حاصل ہوجائے[1]۔"

ظاہر بات ہے کہ "فی سبیل اللہ" کا مصداق طے کرنے کا مسئلہ ایک منصوص حکم کی تشریح و توضیح سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا سے اگر اجماعی کے بجائے مختلف فیہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی فاضل مضمون نگار کے بیان کردہ اصول کے مطابق صرف اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مختلف ائمہ مجتہدین کی جو دو تفسیریں موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کو دلائل کی قوت کی بنا پر اختیار کرلیا جائے۔ کوئی تیسری تفسیر ایجاد کرنا اور تعمیم کا نیا نظریہ پیش کرنا تو موصوف کے اصول کی روشنی میں کسی طرح درست نہیں تھا۔

ہمارے بعض اہل قلم "نام نہاد ترقی پسندوں اور اہل تجدد" کے مقابلے میں قلم اٹھاتے

---

[1] حوالہ بالا صفحہ ۲۵، ۲۶

ہیں۔ ان کی تشکیکات و تلبیسات کا پردہ چاک کرتے ہیں لیکن اسی مقابلہ آرائی میں ان کے بعض نظریات سے غیر شعوری طور پر متاثر ہوجاتے ہیں۔ کچھ یہی قصہ فاضل مضمون نگار کا بھی ہے، انھوں نے اپنی اس تازہ تصنیف میں متجددین کے مقابلہ میں اجماع امت اصول فقہ وغیرہ کی اہمیت بیان کی ہے اور جب "فی سبیل اللہ" کے سلسلہ میں تحقیق کرنے بیٹھے تو اجماع امت اور اصول فقہ کو بالائے طاق رکھ دیا، متجددین کے مقابلے میں اپنے بیان کردہ اصول یکسر فراموش کردیئے اور خالص متجددین کے اسلوب و آہنگ میں کہا: ہمارے علماء کو چند بے بنیاد اندیشوں کے تحت نئے فیصلوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے، کیونکہ علماء کا کام تو اصلاح امت اور اصلاح معاشرہ ہے، اور پھر "فقہ اسلامی کوئی جامد شے یا "پتھر کی لکیر" نہیں ہے، بلکہ اس کو زمانے کی کروٹوں کے ساتھ متحرک اور فعال ہونا چاہیئے"۔ ؎ ۵۲

بقیہ نگاہ اولیں

پر حتی المقدور توجہ دیتا تھا اور یہ کام اجر آخرت کی نیت سے انجام دیتا تھا۔ وہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر تھا۔ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

میری یہ گواہی صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے ذاتی اوصاف تک محدود ہے۔ جہاں تک ان کی پالیسیوں اور اجتماعی فیصلوں کا تعلق ہے ان میں متعدد امور پر ان سے میرا اختلاف رہا ہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے فی الحال صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کروں گا کہ ہم سب فانی انسانوں کی زندگی خیر و شر کا مجموعہ، خطاکاری ہماری سرشت کا صلہ ہے، وہ انسان لائق تحسین ہے اور معاشرے کا مفید رکن ہے جس کی ذات میں خیر کا حصہ غالب اور کثیر ہو ضیاء الحق بلاشبہ اسی زمرے میں آتے ہیں، خدا انھیں اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے اور ان کے رخصت ہوجانے سے قیادت کا جو خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل سے پُر کرے، پاکستان کو دشمنوں سے محفوظ رکھے اور ہماری عافیت و سلامتی اور بقا و استحکام کے اسباب و ذرائع مہیا فرمائے ——— آمین

---

۵۲ برہان دہلی ستمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۵۹

LFURQAN MONTHLY
NAYA GAON WEST
CKNOW-226 018 (INDIA)
one : 45547

Regd. No. LW/NP-62
Vol. 56 No. 10
Oct., 1988

Only Cover Printed at CLASSIC PRINTERS, Kaiserbagh, Lucknow